شہادت

17 سال بعد
محمد صلاح الدین کی شہادت
کے پس پردہ حقائق
غیر جانبدارانہ تحقیق

تحریر: ملکہ افروز روہیلہ
سابق رکن شعبہ تحقیق و تصنیف
ہفت روزہ تکبیر کراچی

PART 2

www.araafpublisher.com

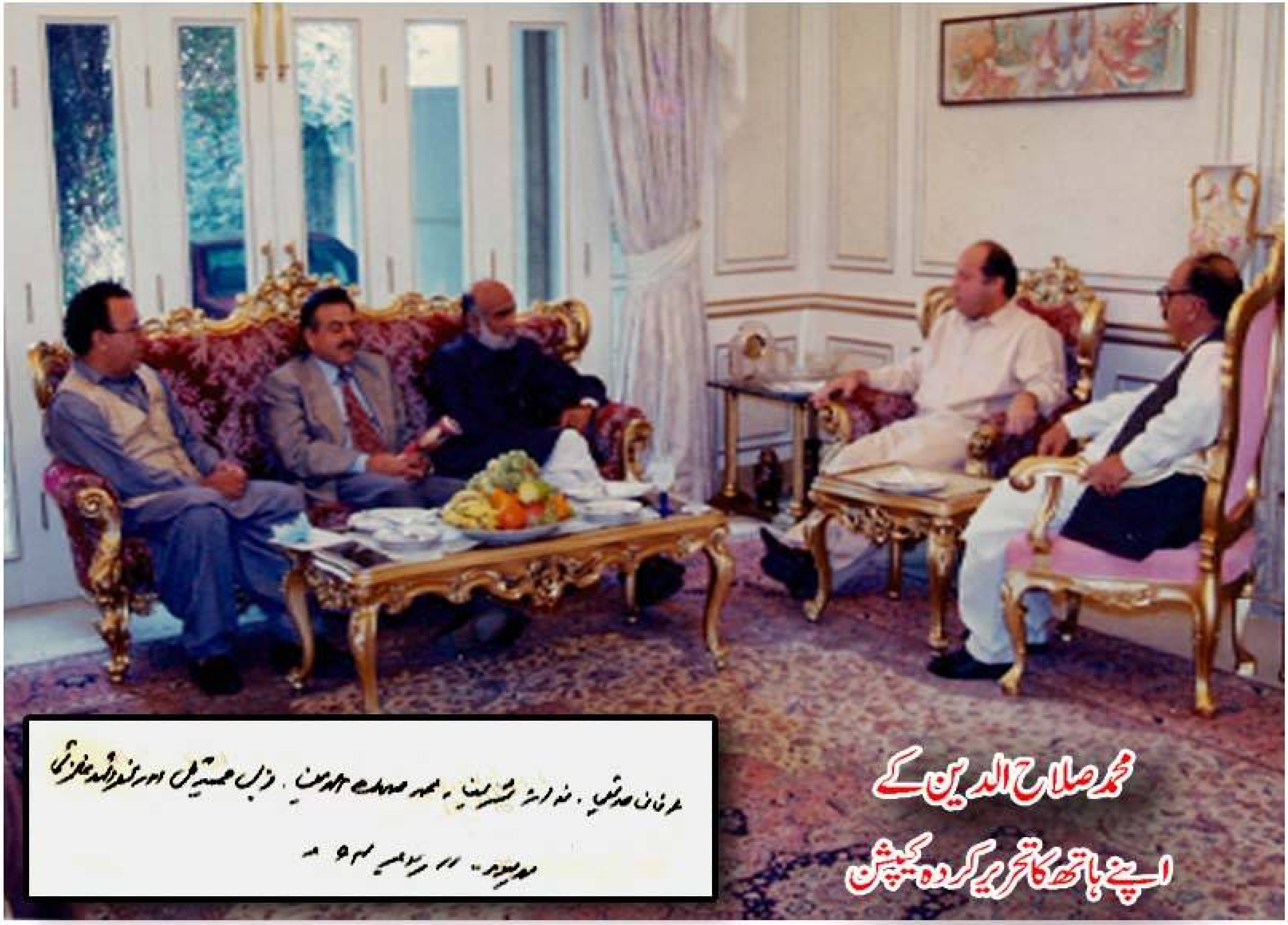

محمد صلاح الدین کے
اپنے ہاتھ کا تحریر کردہ کیپشن

''نواز شریف نے منصوبہ امن پیش کر دیا۔'' یہ مدیر تکبیر محمد صلاح الدین کی زندگی کی آخری سرخی تھی۔ ''میں تو جا رہا ہوں، آپ کب تک رکیں گے؟'' یہ محمد صلاح الدین کی پیشہ ورانہ زندگی کے آخری الفاظ تھے۔ ۷ بجکر ۴۵ منٹ پر وہ نا مکو سینٹر کے تھرڈ فلور تکبیر کے دفتر سے نکل کر سیڑھیاں اترتے ہوئے میزانائن کی طرف آئے۔ نا سکو سینٹر میں شام چھ بجے کے بعد دفتری اوقات کار کے خاتمہ کے ساتھ سناٹے اور خاموشی کا سا ماحول ہو جاتا ہے۔ اور پھر سردیوں کے ساڑھے سات بجے کا مطلب ہے کہ نہ صرف نا مکو سینٹر بلکہ کیمل اسٹریٹ اور اس کے اطراف میں بھی خاموشی اور سناٹے کا راج نظر آنے لگتا ہے۔ محمد صلاح الدین نے پولیس کانسٹیبل محمد عجائب خان کو پینتالیس منٹ پہلے یہ کہہ کر آرام باغ تھانے بھیج دیا تھا کہ تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ ''امجد تیار ہو'' محمد صلاح الدین نے حسب عادت ڈرائیور امجد کے برابر فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ امجد نے سر کے اشارے سے جواب دیا اور گاڑی پارکنگ کی ڈھلان سے پہلے گیئر میں اترنے لگی۔ بھاری تن و توش کے چوکیدار نے بیریئر کھولا روز کی طرح سلام کیا۔ گاڑی بیریئر سے باہر ہوئی۔ ''ارے بھی امجد ذرا برنس روڈ سے ہو کر جانا ہے۔۔۔'' ایک لمحے کو محمد صلاح الدین کے ذہن میں سعدیہ کی سالگرہ اور پھولوں کے گلدستہ کا خیال آیا۔ امجد لمحے بھر کے لیے ایکسلیٹر سے پاؤں ہٹا کر سوچنے لگا کہ دائیں مڑوں یا بائیں! بس یہی وہ لمحہ تھا جب ایک ہاتھ نے جس میں آتشیں اسلحہ تھا، امجد کے سر کو کرختگی سے دھکیلا اور گولیوں کی تڑتڑاہٹ شروع ہو گئی۔ فائر کرنے والا ہاتھ اتنا ماہر تجربہ کار و مشاق تھا کہ گولیاں ڈرائیور کی ناک، چہرے اور جسم کو چھوئے بغیر مطلوبہ ہدف یعنی محمد صلاح الدین کے پہلو میں اتر رہی

تھیں ۔ڈرائیور کے اوسان خطا ہو گئے ۔پاؤں بریکوں اور ایکسلیٹر پر اٹھتے چلے گئے ،گاڑی نیوٹرل تھی سامنے چائے کے کیبن سے ٹکرا گئی ۔محمد صلاح الدین کا زخمی جسم بائیں دروازے اور بند شیشے سے جاٹکرایا ،ان کا دماغ ابھی پوری طرح زندہ تھا ۔وہ باآواز بلند کلمہ پڑھنے لگے ۔امجد نے گاڑی ریورس کی کیبن بھی پیچھے کو آنے لگا ۔حملہ آور نامکو سینٹر کے بالمقابل زیر تعمیر عمارت کے سامنے کھمبے کے پاس کھڑی سبزی مائل موٹر سائیکل پر آبیٹھے اور فریئر روڈ کی طرف بھاگنے لگے ۔ادھر گاڑی ریورس ہو رہی تھی ۔اچانک ہی موٹر سائیکل کا دوسرا سوار اترا ،بھاگتا ہوا گاڑی کی طرف آیا اور محمد صلاح الدین کی جانب والی کھڑکی سے جس کا شیشہ فائرنگ سے پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا ۔ان کے سر پر نال لگا کر پھر یکے بعد دیگرے دو فائر کیے اور بھاگتا ہوا موٹر سائیکل پر بیٹھا اور پہلے سے اسٹارٹ شدہ موٹر سائیکل چند لمحوں میں فریئر روڈ کی تاریکی میں گم ہو گئی ۔گاڑی جو ریورس ہو چکی تھی ایم اے جناح روڈ کی طرف بھاگنے لگی ۔ڈرائیور کو خدشہ تھا کہ مارنے والے اب پھر پلٹیں گے اور اسے ماریں گے وہ گاڑی بھی بھگا رہا تھا اور بار بار عقبی شیشہ بھی دیکھتا جا رہا تھا ۔محمد صلاح الدین کے سر کنپٹی ،پہلو پیٹ اور دائیں ہاتھ پر لگنے والی درجن سے زائد گولیوں کی وجہ سے ان کے جسم سے خون بے تحاشہ بہہ رہا تھا ۔محمد صلاح الدین پر غنودگی طاری ہو رہی تھی ۔چار منٹ میں گاڑی سول اسپتال پہنچ گئی ۔انہیں اسٹریچر پر ڈالا گیا ۔یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے روح قفس عنصری پرواز کر گئی ہو ۔ایم ایل او سول اسپتال ڈاکٹر کیپٹن شوکت نے محمد صلاح الدین کا سینہ دبایا اور زور سے کلمہ پڑھا اور کہا ”صلاح الدین صاحب کلمہ پڑھ لیجئے ۔“ محمد صلاح الدین کی آہستہ سے دائیں آنکھ کھلی ،لب ہلے شاید زیر

محمد صلاح الدین شہید کا جسد خاکی پوسٹمارٹم کے لیے

لب کچھ پڑھ جارہا تھا اور پھر انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ کی امانت اللہ کے پاس جا چکی تھی ۔ محمد صلاح الدین کو رشید شاہد کے پاس سے گئے چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ تکبیر کا کارکن رضوان بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا ''صلاح الدین صاحب کی گاڑی پر فائرنگ ہو گئی گاڑی میں کوئی شدید زخمی ہے آپ فوراً رفیق صاحب کو فون کریں۔'' رشید شاہد نے فوراً موبائل پر رفیق افغان کو اس حادثہ کی اطلاع دی لیکن اس وقت تک کسی کے شدید زخمی ہونے یا مرنے کی مصدقہ اطلاع نہیں تھی ۔ جس کے باعث رفیق افغان کے بار بار پوچھنے پر رشید شاہد نے صرف اتنا ہی کہا۔ ''مجھے رضوان نے اتنی ہی اطلاع دی ہے اب میں خود نیچے جا کر صورتحال کا جائزہ لیتا ہوں بہرحال آپ فوراً پہنچیں۔'' رشید شاہد کے نیچے پہنچنے سے پہلے نوجوان مقامی صحافی جس کی چند منٹ پہلے محمد صلاح الدین سے آخری ملاقات ہوئی تھی۔ جائے واردات پر پہنچ چکا تھا۔ کیمل اسٹریٹ کے دوسری طرف شیشے بکھرے ہوئے تھے۔ خون پڑا ہوا تھا۔ صحافی نے وہاں موجود عمارت کے چوکیدار سے واردات کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا ''مولانا صاحب کی گاڑی جب نیچے پہنچی تو موٹر سائیکل پر سوار دو افراد ان کے پاس آئے اور ایک شخص نے اتر کر پستول نکالا اور ان پر فائرنگ کر دی۔ میں اندھیرے کی وجہ سے حملہ آوروں کو نہیں پہچان سکا اگرچہ ان کے چہروں پر نقاب نہیں تھا۔'' ایک عینی شاہد، کا بیان تھا کہ اس نے ۳۰، ۳۵ منٹ کے فاصلے سے قاتلوں کو دیکھا وہ تعداد میں دو تھے۔ ان کی موٹر سائیکل سبز رنگ کی تھی۔ جس کے ایک سوار نے سفید شرٹ پہن رکھی تھی جس پر سرخ دھاریاں تھیں ۔ دوسرا ایک طویل قامت بھاری جسم رکھنے والا شخص تھا۔ جس کے بال لمبے تھے۔ ڈرائیور امجد کا بھی کہنا تھا کہ

محمد صلاح الدین شہید کے جسد خاکی کا دیدار کرتے ہوئے

۱۔ محمد عارف خان روہیلہ ۲۔ پروفیسر غفور احمد

۳۔ پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ ۴۔ محبوب پیسٹر (تکبیر)

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے
(مولانا محمد علی جوہر)

ڈاکٹر نعش کے پاس میڈیکل رپورٹ تیار کر رہے ہیں

ڈرائیور قتل کی تفصیلات بتا رہا ہے

مرحوم محمد صلاح الدین کا ڈرائیور واقعے کے بعد سول اسپتال میں تفصیلات بتا رہا ہے۔

محمد صلاح الدین شہید کا ڈرائیور امجد قتل کی تفصیلات بتاتے ہوئے

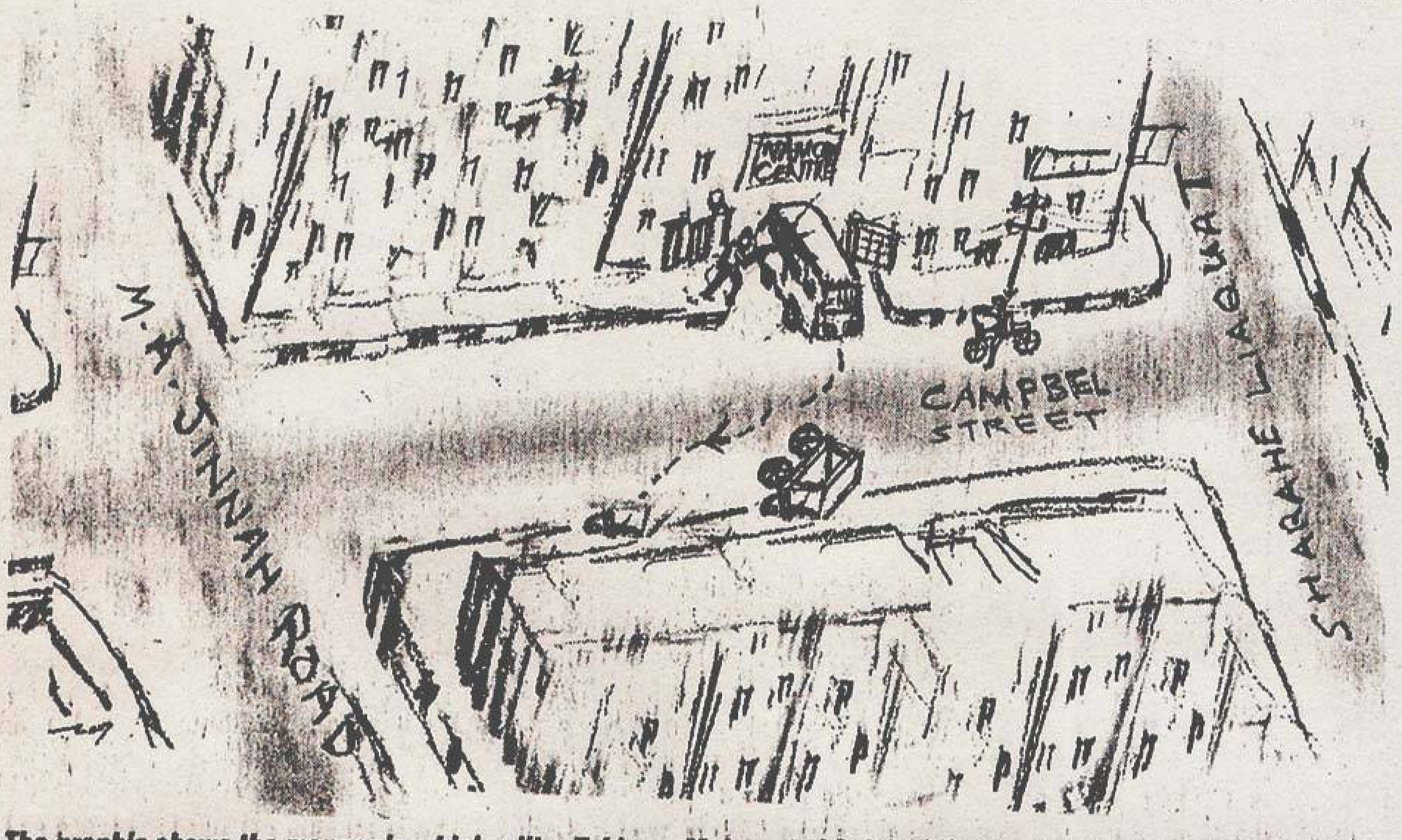

The graphic shows the manner in which editor Takbeer, Muhammad Salahuddin was gunned down by unknown as-sailaints.

محمد صلاح الدین (شہید) کی شہادت جائے وقوع کا منظر اسکیچ بہ شکریہ دی نیوز ۵ دسمبر ۱۹۹۴ء

تکبیر کا کارکن محمد رضوان، محمد صلاح الدین شہید کے کھانے کا ٹفن دکھا رہا ہے پس منظر میں دفتر کی گاڑی نظر آ رہی ہے جس پر فائرنگ کر کے مدیر اعلیٰ کو شہید کیا گیا

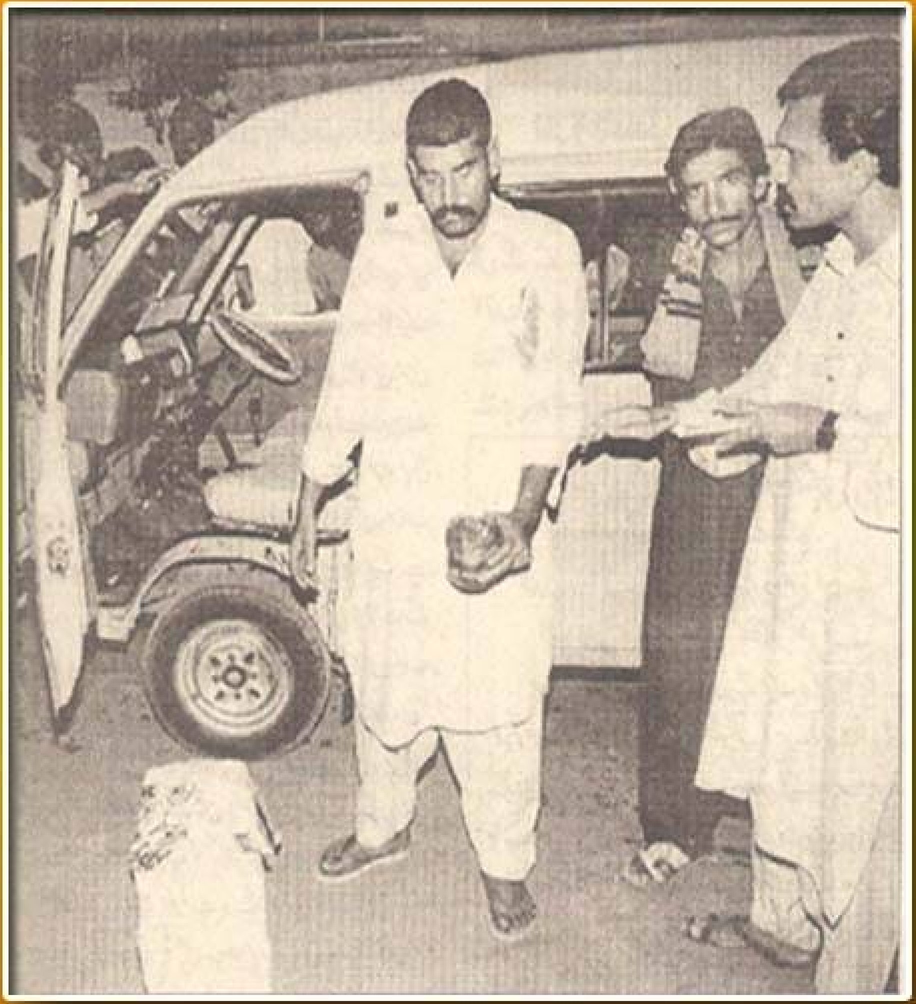

ہفت روزہ تکبیر کے مدیر اعلیٰ مولانا محمد صلاح الدین جنہیں دہشت گردوں نے گاڑی پر فائرنگ کر کے ہلاک کردیا (فوٹو آغاز)

ممتاز صحافی و دانشور محمد صلاح الدین کا جسد خاکی قبر میں اتارنے کے بعد ان کے داماد رفیق افغان آخری دیدار کر رہے ہیں

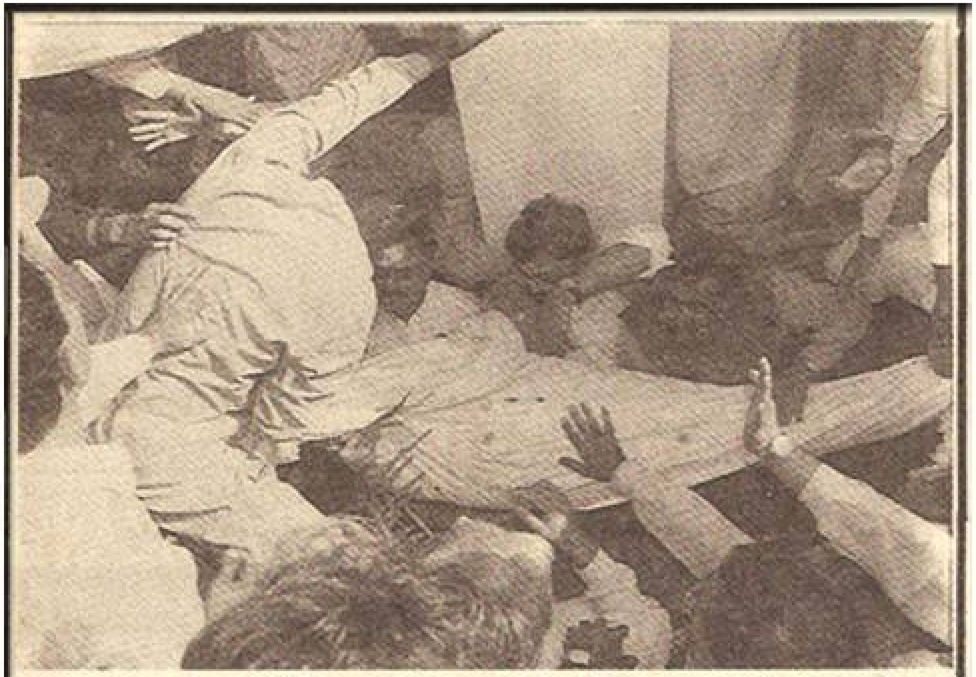

جنرل حمید گل، اشرف صراف اور رفیق افغان، محمد صلاح الدین کا جسد خاکی قبر میں اتار رہے ہیں

فائرنگ کرنے والا طویل قد کسرتی جسم کا پھرتیلا آدمی تھا۔ آٹھ بجے تک محمد صلاح الدین صاحب کے قتل کی خبر صحافتی حلقوں میں پھیل چکی تھی۔ محمد صلاح الدین کے گھر پر پونے آٹھ بجے سے ٹیلی فون کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ واقعہ کی اطلاع دینے کے بجائے محمد صلاح الدین کی خیر خیریت معلوم کی جا رہی تھی۔ آج سعدیہ انجم کا جنم دن تھا اس لئے بیگم صلاح الدین نے بیٹی کی آمد اور اس خوشی کے حوالے سے کھانا تیار کرنے میں مصروف تھیں۔ سعدیہ بھی امی کے ساتھ مل کر دو تین اضافی ڈش بنا رہی تھی۔ آج ابا جان کو اپنے ہاتھ سے بنی ہوئی ذائقہ دار چیزیں جو کھلانی تھیں۔ مگر آج کے دن کا سورج یہ کہہ کر طلوع ہوا تھا کہ آج ایک بیٹی کے جنم دن کو تقدیر باپ کے یوم وفات کا ایسا تحفہ دے گی کہ بیٹی جنم دن کی خوشی کو ہمیشہ کے لیے بھول جائے گی۔ محمد صلاح الدین کی اپنی زندگی میں بھی یہ سانحہ گزرا تھا۔ جس پر انہوں نے لکھا بھی تھا کہ جو تاریخ گذشتہ ۵۷ برس سے ان کی تاریخ پیدائش (یعنی ۵ جنوری) بن کر آئی اب آئندہ ان کی زندگی میں والد کی وفات کے سبب (یوم وفات شہاب الدین ۵ جنوری) یادگار بن گئی، یہی تاریخ محمد صلاح الدین کی اکلوتی بیٹی سعدیہ انجم کے ساتھ دہرائی گئی۔ رفیق افغان نے تکبیر کے ڈائریکٹر ثروت جمال اصمعی کو فون کیا ”اصمعی صاحب بچوں کو صلاح الدین صاحب کے گھر چھوڑتے ہوئے سول ہسپتال آجائیے۔ صلاح الدین صاحب پر فائرنگ ہوئی ہے اور وہ شہید ہو گئے ہیں۔“ یہ اطلاع سوا آٹھ بجے ثروت جمال اصمعی کو ملی وہ فوراً اسید فیض الرحمٰن کو لے کر سول اسپتال پہنچے واقعہ کی تفصیلات معلوم کیں۔ ضابطہ کی کاروائی جاری تھی۔ کچھ دیر بعد محمد صلاح الدین کا جسد خاکی ان کے حوالے کر دیا گیا۔ رات تقریباً دس بجے اسپتال کی

ایمبولینس چند پرائیوٹ گاڑیوں اور متعدد پولیس موبائلوں پر مشتمل یہ قافلہ صلاح الدین کے گھر پہنچا۔ سینکڑوں افراد معروف وغیر معروف شخصیات کا جم غفیر جمع تھا۔ تدفین کے لیے سوسائٹی کے اسی قبرستان کا انتخاب عمل میں آیا جس کے عین پڑوس میں وہ گلبہار کالونی میں ۸۰ گز پر واقع اپنے مکان کے سازوسامان سمیت جلادیئے جانے کے بعد تقریباً دو سال پہلے آباد ہوئے تھے۔ بیگم قمر محمد صلاح الدین اتنے بڑے حادثے کے لیے تیار نہ تھیں گو کہ محمد صلاح الدین نے سب گھر والوں کو ہر طرح کے حالات کے لیے ذہنی طور پر تیار کر رکھا تھا۔ ٹیلی فون پر جب انہیں یہ اطلاع ملی تو انہوں نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا خبر جھوٹی ہے۔ انہوں نے فوراً رفیق افغان کو فون کر کے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ درست ہے۔ صلاح الدین صاحب شہید ہو چکے ہیں اتنی گولیوں کی بوچھاڑ میں وہ کیسے بچ سکتے تھے۔" ۵ دسمبر ۹۴ء کی دوپہر بارہ بجے تک مسجد رحمانیہ کے اردگرد کا سارا علاقہ انسانوں سے بھر چکا تھا محمد صلاح الدین کی نماز جنازہ علامہ رفیع عثمانی نے پڑھائی۔ نماز ظہر کے بعد ہزاروں سوگواروں کے ساتھ محمد صلاح الدین کا جسد خاکی لحد میں اتارا گیا۔ جسے اتارنے میں حمید گل اور رفیق افغان نے مدد کی۔ ۶ دسمبر ۹۴ء کو مغرب کے بعد آرٹس کونسل میں محمد صلاح الدین کی یاد میں جلسے کا اہتمام کیا گیا۔ اس جلسے سے حمید گل، سعود ساحر، متین الرحمٰن مرتضیٰ اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔ آرٹس کونسل میں جب حمید گل اسٹیج پر خطاب کرنے آئے تو حاضرین جو پہلے ہی صلاح الدین کے مبینہ قاتلوں کے خلاف نعرے بازی کررہے تھے۔ اچانک ان میں سے چند یہ آوازیں اٹھیں۔ قاتل ہے، قاتل ہے، یہی قاتل ہیں۔" خلاف توقع سب نے مڑکر دیکھا۔ پرجوش حامیوں کو کچھ لوگوں

جنرل (ر) حمید گل سابق (ڈی جی آئی ایس آئی)

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن

جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے، وہ نظر کیا!

نے خاموش کرادیا۔حمید گل نے اپنے خطاب میں محمد صلاح الدین کے قاتلوں کے حوالے سے اشارے دیتے ہوئے کہا کہ محمد صلاح الدین کی یادگار گوادر میں بننی چاہیے۔انہوں نے اپنے قلم کے ذریعہ لازوال جہاد کیا'' محمد صلاح الدین کے قتل کے ساتھ ہی مشہور سماجی کارکن عبدالستار ایدھی پاکستان چھوڑ کر خاموشی سے لندن چلے گئے۔ جنگ امن ریلی میں محمد صلاح الدین اور عبدالستار ایدھی کی ملاقات ۵ دسمبر کو صبح دس بجے انٹرویو کے لیے وقت طے ہوا تھا۔۴ دسمبر کو محمد صلاح الدین کا قتل اور عبدالستار ایدھی کا ملک سے فرار ہو کر لندن بھاگ جانا ایک ہی زنجیر کی کڑیاں لگتی ہیں۔۹ دسمبر ۹۴ء کو جنگ میں چھپنے والے عبدالستار ایدھی کا وہ انٹرویو جو انہوں نے بی بی سی کو دیا۔اس اہم معاملے کی ایک اور اہم کڑی ہے۔اس انٹرویو میں عبدالستار ایدھی نے بی بی سی کے ایک انٹرویو میں جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ پاکستان چھوڑ کر برطانیہ کیوں آگئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا'' وقت کے تقاضے کو دیکھتے ہوئے اپنا نام وہاں کی تاریخ فساد میں لکھوانا نہیں چاہتا تھا اس وجہ سے میں صرف یہاں آکر بیٹھ گیا ہوں۔کچھ نہیں کروں گا۔آپ کو کیسے پتہ چلا جو آپ مجھ سے انٹرویو لینے پہنچ گئے ورنہ مجھے خاموش رہنا تھا۔اور میں خاموش رہوں گا، میرا آگے کوئی کام نہیں ہے۔اللہ سے دعا کرتا رہوں گا کہ اللہ اس ملک میں امن کر دے۔تیرا نظام اس ملک میں نافذ ہو اور انسانیت کو جینے کا حق دے۔جہاں تک میری کوشش ہوگی نماز پڑھ کر دعا کروں گا۔خمینی یا لنین نہیں بننا مجھے کوئی انقلاب نہیں لانا حالانکہ میں چاہوں تو ابھی قوم سے اپیل کروں کہ نکل آؤ اس ملک کو توڑنے کی سازش ہو رہی ہے۔میں نے اپنے بیوی بچوں کو بھی نہیں بتایا میرا دل اندر سے جل رہا ہے۔(ان سے سوال کیا گیا کہ آپ

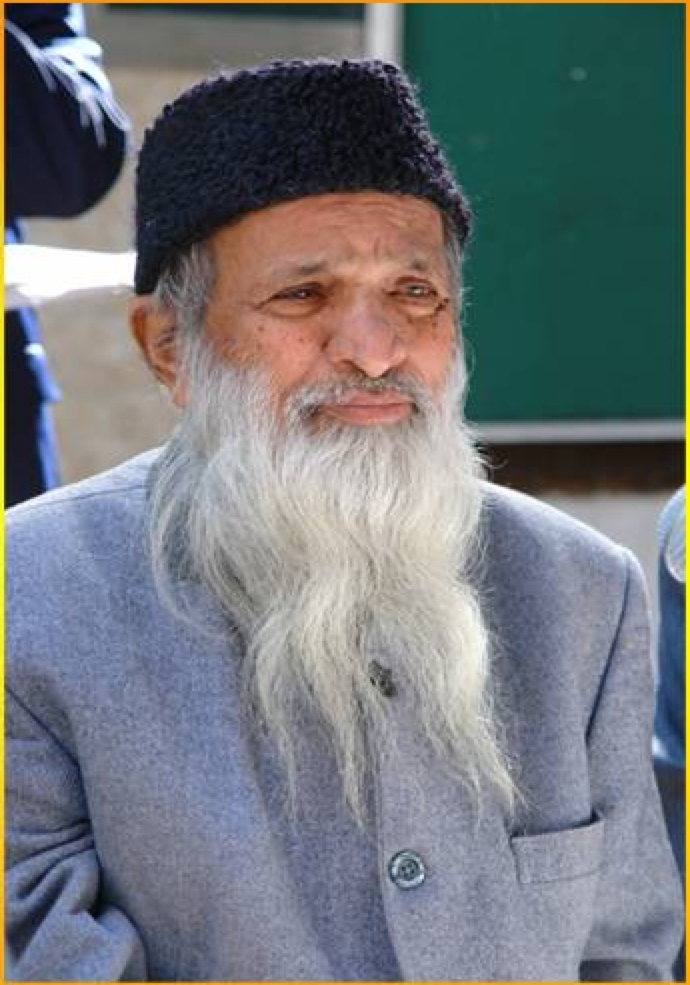

زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اٹھے گا گفتگو کا
مری خموشی نہیں ہے، گویا مزار ہے حرف آرزو کا

معروف سماجی رہنما عبدالستار ایدھی

کی جان کو کس سے خطرہ تھا) تو انہوں نے کہا ’’ مجھے کوئی لالچ نہیں ہے۔ میں زندہ رہ سکتا ہوں۔ زندہ رہ رہا ہوں جب میری ضرورت نہیں ہوگی تو میرے پاس پستول نہیں ہے لیکن کہیں سے لے لوں گا اور خود کا مار لوں گا میں کسی کے ہاتھ سے مرنا نہیں چاہتا کسی پر تہمت رکھنا نہیں چاہتا کسی کی سازش میں پھنسنا نہیں چاہتا۔ بس اللہ کے بھروسہ پر جینا ہے) اس سوال پہ کہ یہ فساد کیوں ہو رہا ہے اور اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے وہ کیا چاہتا ہے‘‘۔ مولانا ایدھی نے جواب دیا کہ بہت ہو چکا اقتدار کے لیے اللہ کے واسطے فساد مت اٹھاؤ مجھے کسی سے دلچسپی نہیں نہ بے نظیر سے نہ نواز شریف سے نہ دوسری کسی سیاسی جماعت سے میں اللہ کو حاضر ناظر سمجھ کر یہ بتا رہا ہوں کہ ملک کو آپ تباہی کی طرف لے جا رہے ہو۔ ہمارے ملک میں تین لوگ حکومت کر رہے ہیں۔ ایک تو موجودہ حکومت ایک اپوزیشن ہوتی ہے اور ایک ایجنسیاں۔ یہ تین عناصر حکومتیں کر رہے ہیں۔ کس کا کیا رول ہے؟ کیا نیت ہے یہ تو اخبار بتا رہے ہیں۔ کراچی کا ماحول اور وقت بتا رہا ہے۔ کہ کون صحیح ہے۔ مجھ سے ایک دوست نے پوچھا ایدھی صاحب آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ کی زندگی محفوظ ہے۔ میں نے کہا مجھے ماریں گے مار کر کہیں گے کہ ایم کیو ایم والوں نے مارا یا فرقہ پرستوں نے مار دیا اور میری قبر کو بہت بڑا بنائیں گے اس پر فاتحہ پڑھیں گے۔ دریں اثناء بی بی سی کے مطابق مولانا عبدالستار ایدھی کراچی کی بگڑی ہوئی صورتحال کے پیش نظر احتجاجاً ملک سے باہر چلے گئے ہیں۔ محمد صلاح الدین کے سفاکانہ قتل سے انہیں بہت صدمہ پہنچا تھا۔ ۱۱ دسمبر ۹۴ء روزنامہ جنگ میں وائس آف امریکہ کے حوالے سے عبدالستار ایدھی نے اپنے ایک بیان میں کہا ’’سندھ میں موجودہ تشدد کے واقعات میں فرقہ

ورانہ گروپ ملوث نہیں ہیں۔ ان واقعات میں کوئی اور ہاتھ کارفرما ہے۔ میں نے ریلی کے موقع پر ٹی وی والوں کو سب کچھ بتا دیا تھا مگر انہوں نے میرا ایک لفظ بھی ٹیلی کاسٹ نہیں کیا‘‘ ۔(۱۱ دسمبر ۹۴ء ہی کو نوائے وقت میں مولانا عبدالستار ایدھی کا بیان چھپا جس میں انہوں نے کہا ’’مجھے ایک سازش کے تحت ملک چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے کیونکہ گزشتہ ۴۵ ماہ سے ایک گروپ میرے خلاف مصروف عمل تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس گروپ میں بعض ایجنسیوں کے لوگ سماجی کارکن اور کچھ ریٹائرڈ فوجی افسر بھی ہیں۔) ۱۰ جنوری ۹۵ء کو روزنامہ جسارت کو دیے گئے انٹرویو میں عبدالستار ایدھی نے اپنے ملک سے فرار اور واپسی پر مزید تفصیل دیتے ہوئے کہا۔ ’’صلاح الدین مجھ سے طے شدہ ملاقات سے قبل ہی قتل کر دیے گئے۔ حمید گل کی پیشکش مسترد کر دی تھی لندن جانے سے قبل بھی ’’وردی پوش‘‘ مجھ سے ملتے رہے۔ عمران خان سے گفتگو بیان کر دوں تو فساد ہو جائے‘‘۔ ۳۱ جنوری ۹۵ء کو نوائے وقت میں عبدالستار ایدھی نے مزید تفصیلات جاری کیں۔ ’’ایجنسیوں نے مجھے سیاست میں آنے اور پاکستان کا صدر بنانے کی پیشکش کی تھی۔ اس بات کے ایک گواہ صلاح الدین کو قتل کر دیا گیا جبکہ دوسری گواہ ویڈیو کیسٹ غائب کر دی گئی۔ بعد میں مجھ پر الزامات لگائے گئے۔ عمران کو سیاست میں آنے سے منع کیا تو وہ اور جنرل حمید گل مجھ سے ناراض ہو گئے اور مجھے برا بھلا کہا۔ نیویارک میں این این آئی کو انٹرویو۔

مدیر اعلیٰ تکبیر محمد صلاح الدین کے قاتل کون ہیں؟ یہ ایک سوال کی صورت میں حکومت اپوزیشن اور ملک کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کا تعاقب کر رہا تھا۔ ۴ دسمبر کو ہی رات گئے آئی جی سندھ افضل علی شنگری نے اعلان کیا تھا کہ صلاح الدین کے قاتلوں کی

کی گرفتاری کے لیے ڈی آئی جی کراچی جاوید اقبال کی قیادت میں ایک خصوصی ٹیم قائم کر دی گئی ہے۔ جس میں ان کی معاونت ایس ایس پی ساؤتھ ظفر قریشی ڈی ایس پی آرام باغ فیاض احمد، ایس ایچ او کھارادر نور خان ایس ایچ او تھانہ فریئر فاروق اعوان، سب انسپکٹر قربان کھوکھر اور خفیہ ادارے کریں گے"۔ محمد صلاح الدین کے قتل کے فوری بعد عبدالستار ایدھی ملک سے فرار ہو کر لندن چلے گئے تھے۔ ادھر محمد صلاح الدین کے ہمدرد، بہی خواہ حمید گل امن مشن پر افغانستان روانہ ہو گئے۔ محمد صلاح الدین کے قتل کو ایک ماہ گزر گیا۔ لیکن عدالتی کمیشن مقرر کیا گیا نہ تفتیش شروع ہوئی۔ محمد صلاح الدین کی شہادت کے فوراً بعد ہی ان کی ذاتی لائبریری میں ان کے بریف کیس سے بیگم قمر صلاح الدین کے نام آخری خط ملا جو مرحوم نے ۲ جون ۹۴ء کو تحریر کیا تھا جو بعد از مرگ مطالعہ کے لیے تھا۔ یہ ذاتی احساسات وجذبات کے حوالے سے رفیقہ حیات کی حیثیت سے بیگم قمر جہاں کی خدمت ومحبت کا اعتراف تھا۔ محمد صلاح الدین نے ۱۲ جولائی ۸۸ء کو وصیت نامہ تحریر کیا تھا۔ جس میں درج ہے۔ اس وصیت نامے کے مکمل مندرجات (وصیت نامہ، میرے اثاثہ جات کی فہرست یہ ہے۔ (۱) پلاٹ ۲۴۰ گز، میرٹھ کوآپریٹو سوسائٹی۔ (۲) ذاتی بینک اکاؤنٹ نمبر ۳۲۸۱ یونائیٹڈ بنک کیمل اسٹریٹ کراچی۔ (۳) تکبیر کا بنک اکاؤنٹ نمبر ۳۲۸۰ یونائیٹڈ بنک کیمل اسٹریٹ کراچی۔ (۴) ذاتی بنک اکاؤنٹ نمبر ۵۔۰۷۷۔۶۰۷ حبیب بنک گولیمار برانچ کراچی۔ (۵) دفتر تکبیر میں موجود جملہ اثاثہ جات۔ (۶) گھر میں موجود ذاتی اشیاء بشمول لائبریری۔

میرے ورثاء کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) بیٹی سعدیہ انجم۔ (۲) بیوی قمر جہاں۔ (۳) والد محترم محمد شہاب الدین۔ (۴) دو بہنیں مومن

النساء اور راشدہ بانو۔ تقسیم وراثت کی صورت یہ ہوگی۔

۱۔ میرے پلاٹ، گھریلو سامان اور گولیمار و کیمل اسٹریٹ کے بنک اکاؤنٹ نیز کسی اور آمدنی کی مجموعی رقم میں سے ۳۳ فیصد رقم میری زیر کفالت دو یتیم بچیوں اسماء اور عائشہ (بنت محمد عثمان مرحوم) کی پرورش و تعلیم اور شادی بیاہ کے سلسلے میں علیحدہ نکال کر میری اہلیہ قمر جہاں اور ان کی عدم موجودگی میں ان بچیوں کی والدہ نصرت جہاں کے سپرد کی جائے گی۔

۲۔ میرے بقیہ اثاثہ جات کی تقسیم میرے ورثاء میں قانون شریعت کے مطابق ہوگی۔

۳۔ ادارہ تکبیر فی الحقیقت میری ذاتی ملکیت نہیں بلکہ اللہ کی امانت ہے جو اس نے اپنے فضل سے اپنے بے شمار بندوں کے تعاون سے مجھے بطور عطیہ عنایت فرمائی ہے۔ میرے بعد یہ ''ادارہ مطبوعات تکبیر'' کے نام سے ایک ٹرسٹ کی صورت میں تبدیل کر دی جائے گی اور اس کی مجلس اراکین (Board of Trust) حسب ذیل ارکان پر مشتمل ہوگی۔

(۱) جناب متین الرحمٰن مرتضیٰ چیئرمین شعبہ صحافت جامعہ کراچی۔

(۲) جناب ثروت جمال اصمعی مدیر منتظم ہفت روزہ تکبیر۔

(۳) جناب محمد نعیم خان عارفی نائب مدیر تکبیر۔

(۴) ڈاکٹر قمر جہاں اہلیہ محمد صلاح الدین، ناشر ہفت روزہ تکبیر ان کی نمائندگی شفیق احمد رکن ادارہ کریں گے۔

(۵) رفیق افغان داماد محمد صلاح الدین۔

(٦) سعدیہ انجم بنت محمد صلاح الدین ان کی نمائندگی رفیق افغان کریں گے۔

۴۔ مجھے جو آخری مشاہرہ ادا کیا گیا ہوگا وہ تین مساوی حصوں میں تقسیم ہو کر ڈاکٹر قمر جہاں، رفیق افغان اور سعدیہ انجم کو ادا کیا جائے گا جو بالترتیب ناشر اور مدیران معاون اپنی خدمات انجام دیں گے۔

۵۔ ڈاکٹر قمر جہاں کو بحیثیت ناشر ٹیلی فون اور ٹرانسپورٹ کی وہ سہولتیں حاصل رہیں گی جو اس وقت مجھے حاصل ہیں۔

٦۔ ڈاکٹر قمر جہاں کے بعد تکبیر کا ڈیکلیریشن سعدیہ انجم یا رفیق افغان کے نام پر حاصل کیا جائے گا اور یہ سب ''ادارہ مطبوعات تکبیر'' کے نمائندہ کی حیثیت سے اسے حاصل کریں گے۔

۷۔ جناب متین الرحمٰن مرتضٰی سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد ادارہ مطبوعات تکبیر کے باقاعدہ چیئرمین بنائے جائیں گے اور وہ میری جگہ مدیر اعلیٰ مقرر کیے جائیں گے۔

۸۔ اپنے مقررہ مشاہرے کے علاوہ امینان تکبیر مجموعی سالانہ منافع میں سے ۲۵ فیصد رقم مساوی حصے کی بنیاد پر حاصل کرنے کے مستحق ہوں گے۔ بقیہ ۷۵ فیصد رقم ادارہ کی ترقی و توسیع پر خرچ کی جائے گی۔

۹۔ جناب متین الرحمٰن مرتضٰی کی سرکاری ملازمت سے سبکدوشی تک جناب ثروت جمال اصمعی جملہ اداراتی اور انتظامی امور کے

بائیں سے محمد صلاح الدین شہید
اپنے داماد رفیق افغان کے ساتھ

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو !
پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو!

نگراں ہوں گے۔ بعد ازاں وہ باہمی مشورے اور مجلس امینان کی منظوری سے اپنے دائرہ عمل کا تعین کریں گے۔

۱۰۔ کسی تنازعہ یا الجھن کی صورت میں جناب خالد اسحٰق ایڈووکیٹ، جناب نظام احمد ایڈووکیٹ اور جناب راجہ حق نواز ایڈووکیٹ سے انفرادی طور پر یا ایک پینل کی صورت میں رجوع کیا جائے گا اور قانون شریعت کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ مالی امور میں جناب قوی احمد چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ کی خدمات حاصل کی جائیں گی۔ (محمد صلاح الدین۔۱۲ جولائی ۸۸ء)

مذکورہ بالا وصیت نامہ محمد صلاح الدین نے سعدیہ انجم ورفیق افغان کی شادی کے ۳ ماہ بعد تحریر کیا تھا۔ محمد صلاح الدین کے قتل تک حالات وواقعات کی بساط پر بڑی تبدیلیاں آچکی تھیں۔ نعیم عارفی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ محمد صلاح الدین کے والد کا انتقال ہوگیا۔ وہ گولیمار سے شفٹ ہوکر پہلے ڈیفنس رفیق افغان کے گھر میں (اس بات کی تصدیق ڈاکٹر قمر جہاں کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے جو مرحوم کی برسی پر تکبیر کے شمارہ نمبر ۹۹ء میں شائع ہوئی) بعد ازاں پی ای سی ایچ ایس میں شفٹ ہوئے۔ محمد صلاح الدین اور ان کے داماد رفیق افغان کے مابین پے در پے اختلافات اور بالآخر ان کے قتل سے ایک ماہ قبل رفیق افغان کی رخصتی (جس پر رفیق افغان کے دست راست محمد اکبر نے تکبیر کے دفتر میں کہا تھا کہ "رفیق افغان ضرور آئیں گے اور وہ ایسے آئیں گے کہ دنیا دیکھے گی نوٹ محمد اکبر کو 2003ء میں گولی مار کر شہید کیا گیا اس سے قبل بھی اس پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا) جسے معاملات میں اس "وصیت نامے" کی حیثیت وہ نہیں رہ جاتی جو ۱۲ جولائی ۸۸ء کے مناظرہ میں تھی۔ لیکن یہ وصیت نامہ بھی رفیق افغان نے تکبیر میں ان کی

صحافی کی نماز جنازہ

کراچی (اسٹاف رپورٹر) عیدگاہ کے علاقے میں دہشت گردوں کی فائرنگ سے ہلاک ہونے والے مقامی صحافی محمد اکبر کی نماز جنازہ آج صبح 10 بجے خالق دینا ہال میں ادا کی جائے گی دریں اثنا مقتول محمد اکبر کے قتل کا مقدمہ نمبر 75/2003 ان کے والد محمد زبیر کی مدعیت میں عیدگاہ پولیس نے نامعلوم افراد کے خلاف درج کرلیا۔

Daily UMMAT Karachi

روزنامہ امت کراچی

روزنامہ اساس کراچی

WEDNESDAY, 3 SEPTEMBER, 2003

بدھ 3 ستمبر 2003ء

کراچی میں دہشتگردوں کی فائرنگ متحدہ کے 2 کارکنوں سمیت 8 ہلاک اساس کے چیف رپورٹر کا بہیمانہ قتل

دہشت گردی کا نشانہ بننے والے ساتوں افراد آپس میں رشتہ دار تھے ہلاک ہونے والوں میں سے متحدہ کے ایک کارکن کی تدفین کے بعد اس کے گھر کے باہر فائرنگ سے مقتول کارکن کے بہنوئی اور دو بھائیوں سمیت 5 افراد کو قتل کردیا گیا

اساس کے چیف رپورٹر محمد اکبر صبح سندھ اسمبلی کے اجلاس کی رپورٹنگ کیلئے تیار ہورہے تھے کہ دہشت گردوں نے گھر سے باہر بلوا کر کنپٹی پر گولی ماردی

11 گھنٹے موت اور زندگی کی کشمکش کے بعد محمد اکبر رات گئے دم توڑ گئے اساس کے کارکن اور دیگر سیاسی وسماجی شخصیات اسپتال پہنچ گئیں

محمد اکبر کا چند روز سے تعاقب ہورہا تھا

وہ چند روز سے دفتری ساتھیوں کو تعاقب کے سلسلے میں بتار ہے تھے

پیر کی شام بھی دو مسلح ملزمان روزنامہ اساس کے دفتر کی سیڑھیوں کے قریب پہنچ گئے تھے

وقوع کے روز بھی مقتول KMC کلب سے سوئمنگ کرکے واپس آئے تھے

عیدگاہ میں مقامی اخبار کے رپورٹر کو گولی ماردی گئی

ملزمان نے اکبر کو گھر سے بلایا اور اسے فائرنگ کرکے ہلاک کردیا

کراچی (اسٹاف رپورٹ) عیدگاہ کے علاقے میں مقامی اردو روزنامہ کا رپورٹر ہلاک ہوگیا۔

باقی صفحہ 5 بقیہ نمبر 45

نوید مرتضیٰ اور آصف کے قتل پر الطاف حسین کا اظہار تعزیت

کراچی (پ ر) متحدہ قومی موومنٹ کے قائد

باقی صفحہ 5 بقیہ نمبر 54

آڈٹ بیورو آف سرکولیشن ABC سے تصدیق شدہ اشاعت

Daily IMROZ Karachi

روزنامہ امروز کراچی

بدھ 3 ستمبر 2003ء

تکبیر کے سابقہ کارکن اور رفیق افغان کے دست راست محمد اکبر کی ہلاکت پر شائع ہونے والی خبروں کا عکس

شہادت کے بعد شائع نہیں ہونے دیا کیونکہ اس وصیت نامے کی رو سے بھی ادارہ تکبیر ذاتی ملکیت نہیں ۔اللہ کی امانت ہے، میرے بعد یہ ادارہ مطبوعات تکبیر، ٹرسٹ کی صورت میں تبدیل کر دی جائے ۔اور یہ کہ تکبیر کے ادارتی وانتظامی معاملات متین الرحمٰن مرتضٰی سرکاری ملازمت سے سبکدوشی تک ثروت جمال اصمعی کے سپرد ہوں گے ۔جیسے واضح احکامات رفیق افغان کی خودمختارانہ تنہا پرواز میں حائل تھے ۔۱۰ دسمبر ۹۴ء کو محمد صلاح الدین کے بعد پہلی دفتری امور کی جنرل میٹنگ ہوئی جس میں متین الرحمٰن مرتضٰی، ثروت جمال اصمعی اور رفیق افغان نے شرکت کی ۔یہ میٹنگ درحقیقت اختیارات کی منتقلی کی ابتداء تھی ۔مدیر ثروت جمال اصمعی بنادیئے گئے ۔مدیر منتظم کا عہدہ بدستور رفیق افغان کے پاس رہا لیکن درحقیقت سارے ادارتی وانتظامی معاملات اب کلیتاً رفیق افغان کے ہاتھ میں تھے ۔محمد صلاح الدین کی شہادت کے چند ہفتے بعد ان کی ذاتی لائبریری میں (جس کی ذمہ داری مرحوم کی زندگی میں بھی شعبہ ادارت کی رکن ملکہ افروز روہیلہ کی تھی ان کے بعد بھی لائبریری میں ملکہ ہفتے میں ایک دن کام کرتی تھی) ۔ملکہ افروز روہیلہ کو محمد صلاح الدین کی ذاتی لیٹر ہیڈ کے صفحات کے درمیان میں سے ایک ایسا صفحہ ملا جس پر محمد صلاح الدین نے اپنی تحریر میں کچھ اشارے چند نام اور چند ادھورے پیغامات لکھ رکھے تھے ۔کاغذ پر درج تھا ۔" ملکہ، فیض، اصمعی، متین الرحمٰن، الماری، لفافہ، وصیت نامہ، میرے بعد سعد یہ سنبھالے گی، کچھ عرصہ سے اشارے مل رہے ہیں، ڈائری" ۔یہ کاغذ ملکہ نے فوراً ثروت جمال اصمعی کو دے دیا۔ ان کے ذریعہ رفیق افغان، متین الرحمٰن مرتضٰی، سعدیہ انجم تک پہنچ گیا ۔اس کاغذ کو بنیاد بنا کر رفیق افغان نے لائبریری کا کونہ کونہ

چھان مارا کہ الماری سے کوئی ایسا لفافہ یا ڈائری مل جائے جس سے قاتلوں تک پہنچنے میں آسانی ہو مگر ایسی کوئی چیز بظاہر سب کے سامنے برآمد نہیں ہو سکی۔ (اس کاغذ کی اصل کاپی راقم الحروف کو نہیں مل سکی لیکن چونکہ یہ اس کے اپنے ہاتھ سے نکل کر دوسرے ہاتھوں تک پہنچا تھا اس لیے اس نے اپنی ڈائری میں لکھ دیا تھا) مدیر اعلیٰ محمد صلاح الدین کے قتل کو تیسرا ہفتہ شروع ہوا تھا کہ ۲۴ دسمبر ۹۴ء کو مدیر تکبیر کے قاتلوں کے حوالے سے اخبارات میں ایک خبر شائع ہوئی جس میں بتایا گیا کہ ۱۴ دسمبر کو ایم کیو ایم کے مرکز نائن زیرو کے قریب نہ معلوم افراد کی فائرنگ سے زخمی ہونے والے ریحان کو گرفتار کر لیا گیا اور اس سے پوچھ گچھ شروع کر دی گئی۔ باخبر ذرائع کے مطابق ریحان کے زخمی ہونے کے تیسرے دن عباسی شہید اسپتال میں اس کی سخت نگرانی شروع کر دی گئی تھی اور ڈاکٹروں نے اس شخص کی زخمی ٹانگ کو لاعلاج قرار دے کر آپریشن کے ذریعہ کاٹ دیا تھا۔ جمعہ کی صبح آرام باغ پولیس نے ریحان کو محمد صلاح الدین کے قتل کے الزام میں حراست میں لے لیا۔ اور اسے نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ جوائنٹ اسپیشل انوسٹی گیشن ٹیم ریحان سے پوچھ گچھ کر رہی ہے۔ ملزم ریحان کی شناخت عینی شاہدین سے کرائی گئی جو صلاح الدین پر فائرنگ کے وقت موقع پر موجود تھے۔'' نوائے وقت کراچی نے ۲۵ دسمبر کی اشاعت میں بتایا کہ ''وقوعہ کے روز سعید عباسی اور اس کے ایک ساتھی کو حراست میں لے لیا گیا تھا اور ان دونوں کی نشاندہی پر ریحان کی گرفتاری عمل میں لائی گئی ہے۔'' ادھر پولیس کے ذرائع نے بتایا کہ ریحان ولد نذیر احمد خان کا علاج زیادہ بہتر طریقے سے کرایا جا رہا ہے اور اس کی حالت پہلے سے بہت بہتر ہے۔ پولیس

کے مطابق ریحان کا ایک اور بھائی عظیم احمد طارق قتل کیس کا بڑا ملزم ہے اور ان دنوں جیل میں ہے۔اس کے علاوہ اس فائرنگ میں جس میں ریحان کی ٹانگ زخمی ہوئی تھی۔ رانا مظفر نامی ایک نوجوان قتل ہوا ہے۔وہ بھی عظیم احمد طارق قتل کیس میں مفرور ملزم تھا"۔ دبئی سے شائع ہونے والے اخبار خلیج ٹائمز نے ۲۶ دسمبر کی اشاعت میں سندھ کے حوالے سے بتایا کہ ملزم ریحان صلاح الدین قتل کا بڑا ملزم ہے۔ جبکہ ۱۴ دسمبر کو اس کے ساتھ فائرنگ کے سبب عزیز آباد میں جو چار افراد ہلاک ہوئے تھے۔وہ سینٹر محسن صدیقی قتل کیس میں مطلوب تھے۔ملزم ریحان نے اب تک کیا انکشافات کیے ہیں اور محمد صلاح الدین قتل کیس کی تفتیش اس وقت کس مرحلے میں ہے پولیس کچھ بتانے سے گریز کر رہی ہے۔تاہم ذرائع کا کہنا ہے کہ اس ضمن میں جلد ہی اہم انکشافات متوقع ہیں۔(ہفت روزہ تکبیر ۵ جنوری ۹۵ء) لیکن ریحان کے حوالے سے مزید کوئی انکشافات تکبیر میں نہیں آئے بلکہ ریحان کا کیس بہت خاموشی سے وائنڈ اپ ہوگیا۔ریحان کی گرفتاری کے حوالے سے ایک انتہائی معتبر ذرائع نے پولیس ذرائع کے حوالے سے بتایا کہ ریحان کو عباسی شہید اسپتال سے حساس ادارے کی نگرانی میں سی ایم ایچ لے جایا گیا۔وہاں سے اسے ایک رات کے لئے تھانے بھیجا گیا اس ہدایت کے ساتھ کہ ریحان کو صلاح الدین قتل کیس میں ملوث کیا جائے۔(یاد رہے کہ مذکورہ بالا رپورٹ میں صرف نامعلوم مقام پر منتقلی کا ذکر ہے) جن تاریخوں میں ریحان کی گرفتاری وصلاح الدین قتل کیس کے حوالے سے اخبارات میں خبریں شائع ہوئیں اسی دن یعنی ۲۶ دسمبر ۹۴ء کو اس وقت کی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو نے محمد صلاح الدین کے گھر جا کر ان کی تعزیت کی اور

اپنے اس عزم کا اعادہ کیا کہ صلاح الدین کے قاتلوں کو معاف نہیں کیا جائے گا"۔

جنوری ۹۵ء سے جنوری ۹۹ء تک کے چار سال کا عرصہ نہ صرف ادارہ تکبیر کی زندگی کے عروج وزوال کی سمت ایک اہم اشارہ ہے بلکہ تکبیر سے وابستہ کارکنان ومالکان یعنی تکبیر کے بانی محمد صلاح الدین کی اکلوتی صاحبزادی سعدیہ انجم سے لے کر تکبیر کے مدیران ومعاونین کی اپنی زندگی کے حوالے سے بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ تکبیر کے شعبہ تحقیق وتصنیف کے ڈائریکٹر ثروت جمالی اصمعی بظاہر تکبیر کے مدیر بنادیئے گئے۔ لیکن انہیں عملاً شعبہ ادارت اور انتظامی امور سے علیحدہ رکھنے کی رفیق افغان کی بھرپور کوششیں کامیاب رہی۔ ثروت جمال اصمعی مزاجاً دھیمے، ٹھنڈے ذہن کے انسان تھے۔ وہ رفیق افغان کے حاکمانہ رویئے کے آگے زیادہ دیر کھڑے نہیں رہ سکے اور آہستہ آہستہ گوشہ نشین ہوتے چلے گئے عملی طور پر انہوں نے خود کو شعبہ تحقیق وتصنیف تک محدود کرلیا۔ رفیق افغان کے لئے اب تکبیر میں بظاہر کوئی مذاحمت کرنے والا نہ تھا۔ داماد کی حیثیت سے بھی انہیں جو مقام حاصل تھا اسے کوئی چیلنج نہیں کرسکتا تھا۔ تکبیر کے ملازمین سے لے کر تکبیر کے قارئین تک یہ پروپیگنڈہ ہوتا چلا گیا کہ محمد صلاح الدین کا اصل وارث ان کا داماد ہے اور تکبیر محمد صلاح الدین کی ذاتی ملکیت ہے۔ اس انداز فکر نے بھی ادارہ تکبیر کو ایک نیا موڑ دیا۔ جنوری ۹۵ء کے آخر میں شعبہ تحقیق وتصنیف کی رکن ملکہ افروز روہیلہ (راقم الحروف) کے لیے تکبیر کے شعبہ اشتہارات کے رکن حکیم سید نصیر الدین نے اپنے دوست دی اسکالر اسکول کے زہیر مصطفیٰ سید اور ان کی اہلیہ عنیزہ صدیقی کے ذریعہ رشتے کا پیغام بھیجا۔ یہ ایک لازمی امر تھا کہ ملکہ

کے گھر والے اس رشتے کے سلسلے میں سعدیہ انجم اور رفیق افغان سے رابطہ کرتے۔ سو ایسا ہی ہوا۔ رفیق افغان نے ملکہ ونصیر کا رشتہ کرانے میں بھرپور تعاون کیا، یہاں تک کہ جب ایک لمحے کے ملکہ افروز روہیلہ نے رفیق افغان سے نشست میں یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ''رفیق صاحب ایک دفتر میں کام کرنے کی وجہ سے مجھے اس رشتے میں یہی قباحت نظر آتی ہے کیونکہ میں اپنی عمر بھر کی عزت سادات کو یہ سن کر گنوانا نہیں چاہتی کہ یہ شادی کسی افیر کا نتیجہ ہے''۔ ''ایسا کوئی نہیں کہہ سکتا کسی میں اتنی جرات نہیں ہے کہ کوئی تمہاری طرف انگلی بھی اٹھائے حکیم نصیر کو میں کئی سالوں سے جانتا ہوں بہت شریف اور معقول لڑکا ہے۔ اور ان کے بڑے بھائی سید اصغر عباس بھی تکبیر کے رکن ہیں۔ یہ رشتہ تمہارے لیے ہر طرح سے موزوں ہے لیکن اگر پھر بھی تم مطمئن نہیں ہو تو استخارہ کر لو۔'' رفیق افغان کا یہ مشورہ اتنا معقول تھا کہ ملکہ افروز روہیلہ نے اس پر فوراً عمل کیا۔ سعدیہ انجم کی بھی یہی رائے تھی کہ استخارہ کر لیا جائے۔ ملکہ نے ماہ رمضان میں تین استخارے کیے اور تینوں میں اسے مثبت اشارہ ملا۔ ۷ اپریل ۹۵ء کو تکبیر شعبہ تحقیق وتصنیف کی رکن ملکہ افروز کی منگنی تکبیر کے ہی رکن حکیم سید نصیر الدین سے طے پا گئی۔ محمد صلاح الدین کی شہادت کے بعد رفیق افغان نے چارج سنبھالا تو تکبیر ادارے میں چند تبدیلیاں واضح نظر آنے لگیں۔ کارکنان تکبیر کی ذاتی ڈاک بھی سنسر کی جاتی۔ ٹیلی فون ٹیپ ہونے کے ساتھ ساتھ محمد صلاح الدین کے پرانے مخلص ساتھیوں سے رابطہ رکھنے میں ایسی سرد مہری رکھی جانے لگی کہ محمد صلاح الدین کے بہی خواہوں ودوستوں نے ادارے کا رخ کرنا چھوڑ دیا۔ محمد صلاح الدین جن کے پاس ضرورت مندوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ ملازمت، معاشی

مسائل، خاندانی جھگڑے، مقدمات ودیگر مسائل کے حل کے لیے محمد صلاح الدین اپنی صحافتی مصروفیات میں سے بھی وقت نکال کر اس جانب توجہ دیتے، لوگوں کے دکھ درد سنتے اور حتی الامکان انہیں حل کرنے کی کوشش کرتے۔ مگر اب صورت حال بالکل برعکس نظر آتی۔ تکبیر کے ماحول میں ایک نہ معلوم سا اسرار و خوف محسوس ہوتا۔ ۲۰ مئی ۹۵ ء کو دن میں بارہ بجے رفیق افغان نے انٹر کام پر شعبہ تحقیق و تصنیف کی خواتین کارکنان سے پوچھا ''کل آپ لوگ کتنے بجے دفتر سے گئے تھے؟'' ''تقریباً ساڑھے پانچ بجے تک''۔

رفیق افغان۔ ''آپ لوگوں نے کسی کو اصمعی صاحب کی طرف آتے یا میز پر خاکی لفافہ رکھتے تو نہیں دیکھا؟''

''دیکھا تو نہیں لیکن محسوس ہوا تھا کہ اصمعی صاحب کے جانے کے بعد کوئی اس طرف آیا ہے۔'' ملکہ اور ثریا بانو کے کمرے کے متصل ثروت جمال اصمعی کا کمرہ تھا جس کا ایک دروازہ ان کے کمرے میں بھی کھلتا تھا۔ دوسرے دن ملکہ نے ثروت جمال اصمعی سے لفافے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ لفافہ رفیق صاحب کے نام تھا اور اس میں خبردار کیا گیا تھا کہ پکنک پر نہ جائیں حملے کا خطرہ ہے۔'' ہفت روزہ تکبیر کے کارکنان پکنک پر جانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ جو اس نہ معلوم شخص کی طرف سے دھمکی آمیز خط کے بعد ملتوی ہو گیا۔ ملکہ ہفتے میں ایک دن محمد صلاح الدین کی ذاتی لائبریری میں جا کر کام کرتی جہاں اکثر سعدیہ انجم سے بھی ملاقات ہو جاتی۔ سعدیہ اپنے ابا جان کی شہادت کے بعد اپنی امی کی عدت کی وجہ سے زیادہ تر وقت یہاں گزارتی تھیں۔ سعدیہ کو کبھی کبھی احساس ہوتا کہ شوہر کے گھر و سسرال سے زیادہ دور رہنا مناسب نہیں ہے لیکن رفیق افغان یہ کہہ کر سعدیہ کو تسلی دے دیتے کہ

کہ ابھی تمہارا اپنی امی کے ساتھ رہنا زیادہ ضروری ہے۔ محمد صلاح الدین کے قتل کے بعد ان کے گھر پر شاہدہ نامی ایک لڑکی نے پہلے فون پر رابطہ کیا اور ایر ہوسٹس کے طور پر اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ وہ محمد صلاح الدین سے بہت متاثر تھی ان سے اکثر اس کی ملاقات اندرونی و بیرونی ملک پروازوں کے دوران ہوتی اور یہ کہ وہ ان کے گھر آنا چاہتی ہے۔ ان سے دوستانہ تعلقات کی خواہشمند ہے۔ بیگم صلاح الدین یا سعدیہ انجم کو اس پر کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ ابتداء میں شاہدہ سے سعدیہ کی فون پر رسمی گفتگو ہوتی رہی۔ پھر جب گھر پر شاہدہ نے آنا شروع کیا تو یہ رسمی دوستی مزید آگے بڑھنے لگی۔ ۲۵ ستمبر ۹۵ء کو ملکہ جب اپنے دفتری کام کے سلسلے میں سعدیہ کی خواہش پر محمد صلاح الدین کے گھر گئی تو سعدیہ نے اسے بتایا کہ آج شاہدہ دوپہر کے کھانے پر گھر آرہی ہے سعدیہ شاہدہ سے متعلق ابتدائی باتیں ملکہ کو پہلے ہی بتا چکی تھی۔ نہ معلوم کیوں سعدیہ کو ایئر ہوسٹس شاہدہ پر کسی قسم کا شبہ تھا کہ اس نے ملکہ سے کہا ”ملکہ تم اس سے مل کر مجھے رائے دینا کہ وہ کیسی لڑکی ہے وہ مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہے لیکن میرا دل نہ معلوم کیوں اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہے۔ حقیقت میں وہ کون ہے کیا ہے کیوں دوستی کرنا چاہتی ہے؟“ اس دن دوپہر کا کھانا سعدیہ، شاہدہ، ملکہ اور بیگم صلاح الدین نے ساتھ ہی کھایا۔ درمیانے قد کی اسمارٹ و پرکشش جسم، گندمی رنگت، حد درجہ ذہین و شارپ، تیز و چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ وہ محمد صلاح الدین کی تعریف کر رہی تھی۔ ساتھ ہی بیگم صلاح الدین و سعدیہ کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانوں کی تعریف بھی جاری تھی۔ کھانے کے بعد سعدیہ شاہدہ اور ملکہ کے درمیان نشست میں ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ شاہدہ، سعدیہ سے ان کی اور

رفیق افغان کی نجی زندگی بالخصوص ازدواجی تعلقات کے حوالے سے سوالات پوچھنے لگی۔ جن کے جواب سعدیہ انجم نے ٹال دیے۔ شاہدہ نے بتایا کہ اس کی شادی ہونے والی ہے اس وجہ سے وہ اس طرح کے سوالات کررہی ہے۔ پھر شاہدہ نے سعدیہ انجم ورفیق افغان کی شادی کی تصاویر والی البم منگوا کر دیکھی، سعدیہ، ملکہ کو پہلے ہی اشارے سے بتا چکی تھی کہ شاہدہ پر نظر رکھنا وہ کوئی تصویر پار نہ کر لے۔ شام ساڑھے چار پانچ کے درمیان شاہدہ چلی گئی تو ملکہ نے سعدیہ انجم سے کہا ''انجم شاہدہ وہ نہیں ہے جو نظر آرہی ہے۔ حقیقت کچھ اور ہے اس پر آپ زیادہ اعتماد مت کیجئے گا۔'' بظاہر بات ختم ہوگئی لیکن شاہدہ کا سعدیہ انجم سے مسلسل رابطہ رہا۔ ۲۴ اکتوبر ۹۵ء کو ملکہ کی سعدیہ سے محمد صلاح الدین کے گھر میں ملاقات ہوئی تو سعدیہ بہت پریشان اور مایوس دکھائی دے رہی تھی۔ رفیق افغان کے حوالے سے وہ اپنی ایک سہیلی کو پہلے ہی کھو چکی تھی اب ایک نئی لڑکی نئے طوفان کے ساتھ اس کی زندگی میں داخل ہوگئی تھی۔

شاہدہ جو پہلے تکبیر کی ایک قاری اور محمد صلاح الدین کے ایک فین کی حیثیت سے سعدیہ انجم سے متعارف ہوئی تھی۔ اب اس نے سعدیہ کو بتایا کہ وہ رفیق افغان کو سلیم کی حیثیت سے برسوں سے جانتی ہے اور ان کے درمیان خصوصی جسمانی تعلقات قائم ہیں۔ رفیق اسے کئی بار اپنے گھر بھی لے جاچکے ہیں وہ کئی راتیں رفیق افغان کے گھر میں سعدیہ اور رفیق کے مشترکہ بیڈروم میں گزار چکی ہے۔ شاہدہ نے سعدیہ کو ان کے گھر کمرے کے بارے میں ایک ایک نشانی اتنی تفصیل سے بتائی کہ سعدیہ کو یقین ہوگیا کہ شاہدہ ضرور رفیق کے گھر جاچکی ہے۔ یہی نہیں بلکہ شاہدہ نے سعدیہ کو یہ بھی بتایا کہ اس کے اپنے بیڈروم میں سائڈ ٹیبل کی دراز میں سعدیہ انجم کی

گولڈ کی چوریاں پڑی رہتی ہیں۔ واش روم میں کس رنگ کی نائٹی ہینگر پر لٹکی ہے۔ یہ ایسی چھوٹی مگر نجی باتوں کی تفصیل تھی جسے صرف وہی بیان کر سکتا ہے جو اس ماحول میں وقت گزار کر گیا ہو یا بیڈ روم کی تفصیلات رفیق افغان نے شاہدہ کو بتائی ہوں۔ پر دونوں صورتوں میں یہ بات تو یقینی ہو گئی تھی کہ شاہدہ اور رفیق افغان کے درمیان ایسے تعلقات ضرور ہیں کہ میاں بیوی (سعدیہ و رفیق) کے نجی تعلقات بھی ان کے درمیان زیر بحث آتے ہیں۔ شاہدہ نے رفیق افغان کے متعلق سعدیہ کو بتایا کہ رفیق نے اسے ڈیفنس میں گھر یا فلیٹ کرائے پر لے کر دیا۔ وہ وہاں بھی میاں بیوی کی حیثیت سے رہ چکے ہیں۔ وہ یعنی شاہدہ رفیق افغان کو سلیم کے نام سے جانتی تھی مگر محمد صلاح الدین کی شہادت کے وقت جب ان کے داماد کی حیثیت سے اور رفیق افغان کے نام سے شناخت ہوئی تو وہ رفیق افغان سے بہت لڑی اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ صلاح الدین کے گھر والوں کو رفیق افغان کی اصل حقیقت بتا کر رہے گی''۔ اس لیے اس نے سعدیہ انجم سے رابطہ کیا اور گھر تک آ پہنچی۔ مگر اس دوران رفیق افغان سے بھی اس کے تعلقات قائم رہے۔

شاہدہ کی زبانی یہ حالات و واقعات سن کر سعدیہ انجم کو یوں لگا جیسے طوفان میں پھر سے اس کی ہستی ڈولنے لگی ہو۔ رفیق افغان بحیثیت شوہر کے سعدیہ انجم کا اعتبار تو پہلے ہی کھو چکے تھے۔ اب جو نئی حقیقت سامنے آئی اس نے ماں بیٹی (بیگم صلاح الدین و سعدیہ انجم) دونوں کو ہلا کے رکھ دیا۔ سعدیہ انجم کو خیال آیا کہ ابا جان کی شہادت کے بعد رفیق افغان اسے اپنے ساتھ گھر لے جانے کے معاملے میں ہمیشہ کیوں انکار کر دیتے حالانکہ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ سعدیہ انجم نے کہا'' رفیق تمہاری امی یعنی میری ساس کو اعتراض

ہوسکتا ہے کہ میں امی ابا جان کے گھر اتنا زیادہ کیوں رہتی ہوں۔'' ''یار تم ان کی فکر مت کرو میں انہیں سنبھال لوں گا۔ یہاں امی کو تمہاری زیادہ ضرورت ہے''۔ شاہدہ نے سعدیہ انجم کو یہ بھی بتایا کہ رفیق افغان کی ماں سے اس کے اپنے گھر میں مل چکی ہوں وہ اپنے بیٹے کے کرتوتوں سے خوب واقف ہے۔ شاہدہ نے سعدیہ انجم سے فون پر مسلسل رابطہ رکھا ہوا تھا۔ اب شاہدہ نے آہستہ آہستہ سعدیہ کو یہ باور کرانا شروع کردیا تھا کہ محمد صلاح الدین کے قتل کیس میں رفیق افغان بھی ملوث ہے اس کے اپنے پاس چند ایسی شہادتیں ہیں جو رفیق افغان کو مجرم ثابت کرسکتی ہیں۔ ۱۰ جنوری ۱۹۹۶ء بروز بدھ کو بیگم صلاح الدین نے مدیر اعلیٰ تکبیر ثروت جمال اصمعی اور ان کی بیگم کو اپنے گھر بلایا۔ یہ سعدیہ انجم کی شاہدہ کیس کے سلسلے میں ثروت جمال اصمعی سے پہلی میٹنگ تھی۔

اس ملاقات میں ثروت جمال اصمعی نے سعدیہ انجم و بیگم صلاح الدین کو بتایا کہ دفتر میں رفیق افغان کا رویہ بہت پراسرار ہوتا ہے۔ دفتر میں دوران میٹنگ رفیق کے پاس مسلسل کسی خاتون کا فون آتا رہتا ہے۔ دفتر میں آنے والی ڈاک پر خصوصی نظر رکھی جاتی ہے۔ محمد صلاح الدین کی شہادت کے فوراً بعد ہی رفیق افغان نے تمام اختیارات اپنے پاس لیتے ہی دفتر میں یعنی اپنے کمرے میں مانیٹرنگ کیمرہ لگالیا۔ اس نئی معلومات نے سعدیہ انجم کے دل میں مزید شک وشبہات پیدا کردیے۔ رفیق افغان کا رویہ ہمیشہ گھر میں ایک ایسے شخص کی طرح ہوتا جو اپنے دفتری یا باہر کے معاملات پر گھر میں کوئی بات کرنا پسند نہیں کرتا۔ شادی کی ابتداء سے سعدیہ رفیق افغان کے اس رویے کو ان کا مزاج سمجھ کر نظر انداز کرتی چلی آرہی تھی۔ لیکن محمد صلاح الدین کے انتقال کے

بعد دفتر تکبیر کے حوالے سے بھی رفیق افغان نے وہ پالیسی اپنائی، بورڈ آف ڈائریکٹر کی میٹنگ تو دور کی بات ہے وہ دفتری معاملات کی خبر بھی ادارے کے دیگر ذمہ داران، بیگم صلاح الدین، سعدیہ انجم ثروت جمال اصمعی اور متین الرحمٰن مرتضٰی کو لگنے نہ دیتے۔ گھر میں ٹیلی فون پر اس طرح گفتگو کی جاتی کہ سعدیہ انجم برابر میں بیٹھنے کے باوجود یہ اندازہ نہیں لگا پاتی کہ مسئلہ یا معاملہ کیا ہے؟ یا دوسری طرف کون ہے؟ سعدیہ انجم کو ٹیلی فون ریسیو کرنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ یہ اور اس جیسے بے شمار معاملات نے رفیق افغان کا کردار مزید مشکوک بنا دیا تھا۔ دفتر تکبیر میں محمد صلاح الدین کی شہادت کے بعد رفیق افغان نے اپنے مصاحبین کی تعداد میں اضافہ کر لیا تھا۔ بلکہ ایک ایسا گروپ تشکیل دے دیا تھا جو رفیق کے قانونی و غیر قانونی کاموں کا نہ صرف نگراں ہوتا بلکہ بوقت ضرورت تھنڈر اسکواڈ کا بھی کام انجام دیتا۔ تکبیر کے شعبہ اشتہارات میں واصف رانا نامی لڑکے پر رفیق افغان نے ہنٹر سے تشدد کرایا۔ تشدد کرنے والوں میں یا نگرانی کرنے والوں میں رفیق افغان کے دست راست محمد اکبر، مبشر فاروق محمد عامر، حیدر، یہ چاروں لڑکے رفیق افغان کے اشارہ چشم پر سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار رہتے۔ جون ۹۵ء میں ایم کیو ایم کا ۲۹ سالہ محمد تقی کو پولیس نے گرفتار کر کے جب اسلام آباد کے پی آئی ڈی آڈیٹوریم میں پیش کیا گیا تو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ محمد تقی کا یہ اعترافی بیان جو اخبارات کے ساتھ ٹی وی خبرنامہ کی زینت بھی بنا اس میں محمد تقی نے جو لائنز ایریا کا رہنے والا تھا اس نے انکشاف کیا کہ تکبیر کے مدیر اعلیٰ محمد صلاح الدین، ایم کیو ایم کے چیئرمین عظیم احمد طارق اور پولیس کے سب انسپکٹر بہادر علی کو ایم کیو

ایم نے قتل کرایا تھا۔ اس نے بتایا کہ ہم الطاف حسین کے بالواسطہ احکامات کو بجالانے کے لیے ہر جرم کر گزرتے ہیں۔ تقی نے بتایا کہ تکبیر کے مدیر اعلیٰ محمد صلاح الدین کو ایم کیو ایم کے عامر، رانو اور اظہر نے الطاف حسین کے ذاتی گارڈ بالی کے ذریعہ احکامات دے کر قتل کرایا۔ محمد صلاح الدین کے تینوں قاتلوں کو حال ہی میں کراچی میں قتل کرایا جاچکا ہے۔ (بحوالہ ہفت روزہ تکبیر ۶ جولائی ۱۹۹۵ء) محمد صلاح الدین کے قتل کیس کے سلسلے میں ریحان کی گرفتاری کے بعد یہ دوسری پیش رفت تھی جسے پولیس، حکومت نے بڑے فخریہ انداز میں ایم کیو ایم کے کھاتے میں یہ قتل ڈالتے ہوئے اس بات کو بھی واضح کر دیا کہ مدیر تکبیر کے قتل میں حصہ لینے والے تینوں افراد عامر، رانو اور اظہر مارے جاچکے ہیں۔ اور اس کیس کے سلسلے میں مزید کاروائی یا تفتیش کا سلسلہ بظاہر یہیں رک سا گیا۔ اس معاملے میں نہ تکبیر نے کوئی آواز اٹھائی نہ ہی حکومت نے مزید اس کو آگے بڑھایا۔ البتہ تکبیر میں ہر ہفتے ایک چوکھٹے میں محمد صلاح الدین کی تصویر اس کیپشن کے ساتھ ضرور لگتی رہی کہ ۳۵۶ دن گزر گئے حکومت اب تک قاتلوں کو گرفتار نہیں کر سکی۔

دسمبر ۹۵ء کو محمد صلاح الدین کی شہادت کو ایک سال گزر گیا۔ قارئین تکبیر اور دیگر حلقوں سے یہ سوال بار بار اٹھایا جانے لگا کہ محمد صلاح الدین کو کس نے قتل کیا ہے؟ تکبیر جو تحقیقی اور تفتیشی رپورٹنگ کے میدان میں منفرد شناخت رکھتا ہے وہ اس واقعہ کے بارے میں خاموش کیوں ہے اور اپنے قارئین کو کچھ بتاتا کیوں نہیں کہ قاتل کون ہیں؟ ان ہی باتوں کو بنیاد بنا کر دسمبر ۹۵ء کے پرچے میں رفیق افغان نے ایک مضمون لکھا بعنوان ''انہیں اپنی شہادت کا علم تھا''۔ اس مضمون میں رفیق افغان نے مستقل قریب میں محمد صلاح

الدین قتل کیس کے سلسلے میں آنے والی اپنی پرائیوٹ رپورٹ کے بارے میں گراؤنڈ تیار کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس میں انہوں نے لکھا ''ہم جانتے ہیں کہ اس سانحہ کے حوالے سے سرکاری تفتیشی اداروں کے مقابلے میں تکبیر کی تیار کردہ رپورٹ زیادہ معتبر سمجھی جائے گی۔ اور اس کے مندرجات پر یہ سوچ کر یقین کیا جائے گا کہ اس کی تیاری میں پوری احتیاط اور چھان پھٹک کی گئی ہے اور یہ کسی قسم کے دباؤ، دھونس دھمکی یا لالچ کے سبب تبدیل یا ترمیم شدہ حالت میں جاری نہیں کی گئی۔ چنانچہ صلاح الدین صاحب سے ذاتی، قلبی، اور ذہنی تعلق کے باوجود معروضی اور غیر جانبدارانہ تفتیش کا تقاضہ ہے کہ محض وقت بچانے کے لئے نتائج اخذ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا جائے اور پورے شرح صدر سے حقائق کی چھان بین کی جائے۔ ہمیں یہ بتانے میں کوئی تامل نہیں کہ سرکاری حلقوں سمیت کئی گروہوں اداروں اور افراد کی جانب سے ہماری تفتیش پر بلواسطہ یا بلاواسطہ اثر انداز ہونے کی کوشش کی گئی اور ہمیں گمراہ کرنے کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کیے گئے لیکن اللہ کے فضل سے یہ ساری کوششیں ناکامی سے دوچار ہوئی ہیں۔ یہ بھی بتادیں کہ ہم یہ سانحہ بھولے ہیں نہ بھولیں گے۔ جب بھی وقت آیا اس بہیمانہ واردات کے تمام مرتکبین نہ صرف بے نقاب ہوں گے بلکہ کیفر کردار کو بھی پہنچیں گے۔ ہم تفتیش کے درمیانی مراحل سے گزر رہے ہیں۔ جونہی ہم نے تفتیش مکمل کی ایسے بلا کم وکاست قارئین کے سامنے پیش کردینگے۔ تکبیر کے اسی پرچے میں محمد صلاح الدین کے قتل کیس کے سلسلے میں ''سرکاری تحقیقات نے کیس بگاڑ دیا کہ عنوان سے فاروق عادل کا مضمون شائع ہوجو پروگرام اب تک ہونے والی سرکاری تفتیش پر تنقید وگرفت پر مبنی تھا۔

۵ دسمبر ۹۵ء کو کراچی کے مقامی ہوٹل میں ادارہ تکبیر کی جانب سے ایک مذاکرے کا اہتمام کیا گیا جسے محمد صلاح الدین شہید یادگار تقریب مذاکرہ کا نام دیا گیا۔ اس پروگرام میں پروفیسر غفور احمد، سرادر شیر باز مزاری، ڈاکٹر جمیل جالبی، محمود ہارون حکیم محمد سعید اور حمید گل مدعو کیے گئے۔ جبکہ ادارے کی طرف سے متین الرحمٰن مرتضیٰ، ثروت جمال اصمعی اور رفیق افغان نے خطاب کیا۔ اسی طرح کے دیگر پروگرام لاہور و اسلام آباد میں بھی منعقد ہوئے۔ مہاجر رابطہ کونسل کے نصرت مرزا نے اپنی رہائش گاہ پر مدیر تکبیر کی یاد میں سیمینار کا اہتمام کیا۔

دسمبر ۹۵ء کو محمد صلاح الدین کے یوم شہادت کے موقع پر ہی ثروت جمال اصمعی کے ذاتی ملازم و ڈرائیور ابو الکلام کی گرفتاری عمل میں آئی اور یہ انکشاف ہوا کہ اس مرتبہ ثروت جمال اصمعی کو قتل کرنے کے لئے ان کے ذاتی ملازم و ڈرائیور ابو الکلام کو ذریعہ بنایا گیا تھا۔ مگر کسی ذریعہ سے سازش بے نقاب ہوگئی اور عین موقع واردات سے قبل ہی ابو الکلام کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس سازش میں ثروت جمال اصمعی کے پڑوس میں رہنے والے ایم کیو ایم کے لڑکے ملوث ہیں''۔ ان تمام باتوں کا علم رفیق افغان نے اپنے ذرائع سے حاصل کیا اور ابو الکلام کو بھی انہوں نے ہی گرفتار کرواکر تکبیر کے نئے ایڈیٹر کو حادثے سے بچالیا۔ تکبیر و ادارہ تکبیر کے کارکنان و مالکان سمیت سب رفیق افغان کے سامنے بے دست و پا تھے۔ ۱۸ جنوری ۹۶ء کو صبح ملکہ افروز روہیلہ کو بیگم صلاح الدین اور سعدیہ انجم کا پیغام ملا کہ وہ آج دفتر جانے کے بجائے ان کے گھر طارق روڈ آجائیں۔ ملکہ جب صبح دس بجے بیگم صلاح الدین کے گھر گئی تو بیگم صلاح

الدین اور سعدیہ انجم بہت پریشانی کی حالت میں تھیں ۔ سعدیہ انجم نے اپنی امی ڈاکٹر قمر جہاں کے لیٹر پیڈ پر خط لکھا کہ ''میں سعدیہ انجم بنت محمد صلاح الدین زوجہ رفیق افغان یہ بات اطلاع میں لانا چاہتی ہوں ۔ مجھے میری والدہ اور ہمارے ادارے تکبیر کو میرے شوہر افغان کی جانب سے جانی اور مالی نقصان کا شدید خدشہ ہے ۔ اگر مجھے میری والدہ یا ہمارے ادارے کے کسی فرد کو آئندہ دنوں میں کوئی نقصان پہنچا تو اس کی براہ راست ذمہ داری میرے شوہر رفیق افغان پر ہوگی ۔ میں اپنے والد کے قتل کے سلسلے میں اس کے مشکوک کردار سے واقف ہو چکی ہوں ۔ اسی بناء پر یہ بیان لکھ رہی ہوں کہ وہ مجھے بھی راستے سے ہٹانے کی کوشش کر سکتا ہے ۔ لہٰذا آئندہ دنوں میں اگر میری موت حادثاتی نہ بھی ہو تو میرا پوسٹ مارٹم کرایا جائے اور میرے قتل میں فوری طور پر میرے شوہر کو حراست میں لیا جائے ۔ آجکل وہ شاہدہ نامی ایک عورت کو مسلسل پریشان کر رہا ہے ۔ اور اسے نشانہ بنانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے اور میں قوی شبہات کی بناء پر یہ خیال کرتی ہوں کہ وہ اسے ہلاک کر کے میرے والد کے قتل کے معاملے میں یا تو کسی اہم شہادت کو ضائع کرنا چاہتا ہے یا کم از کم اپنے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے ۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ ہر طرف سے گھر جانے کے بعد خود بھی خودکشی کر لے یا دانستہ طور پر کسی حادثے کا شکار ہونے کی کوشش کرے ۔ یا پھر اس ملک سے فرار ہونے کی بھی کوشش کر سکتا ہے ۔ اور وہ اس بات کا تذکرہ بھی کر چکا ہے کہ وہ افغانستان جانا چاہتا ہے ۔ لہٰذا فوری طور پر اس کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں شامل کیا جائے اور افغانستان جانے والے راستوں کی ناکہ بندی کی جائے ۔ میرے اس

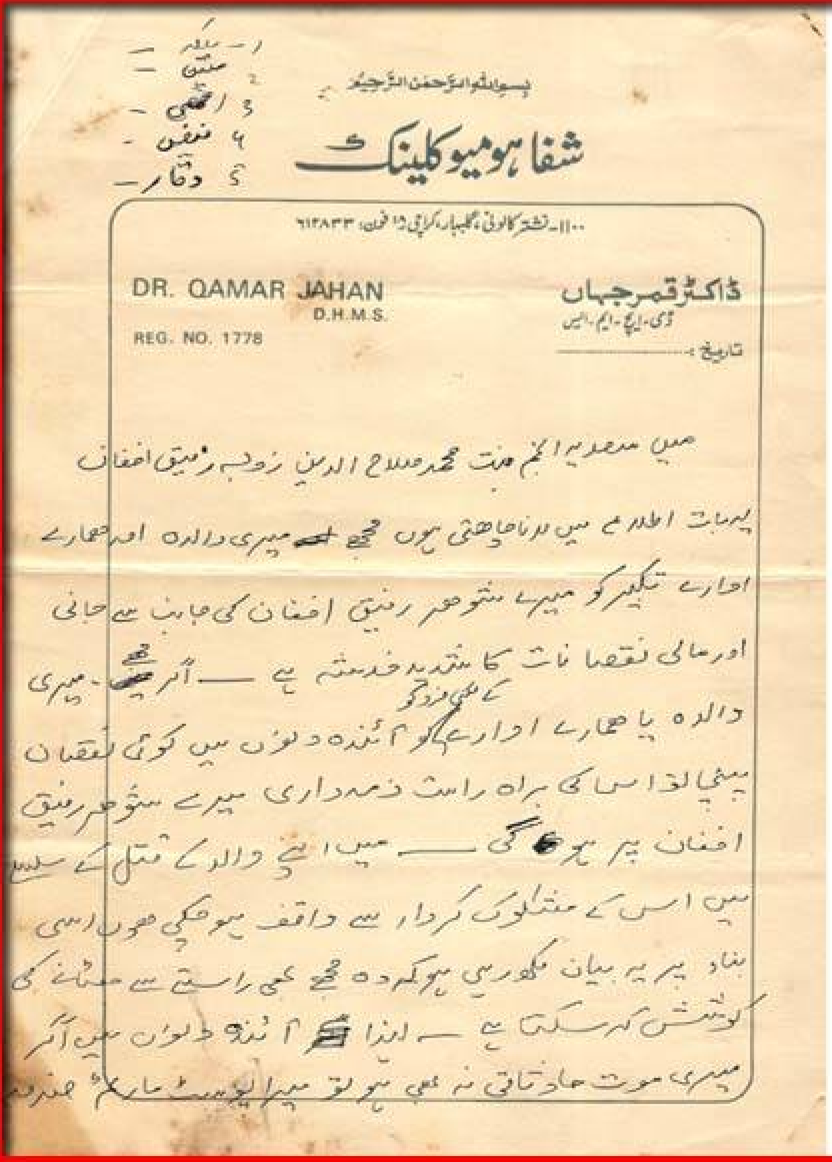

۱- ...
۲- متین
۳- ...
۴- منیف
۵- وقار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شفا ہومیو کلینک

۱۱۰۰۔ نشتر کالونی، گلبہار، کراچی ۱۸ فون: ۶۱۲۸۳۳

DR. QAMAR JAHAN
D.H.M.S.
REG. NO. 1778

ڈاکٹر قمر جہاں
ڈی۔ایچ۔ایم۔ایس

تاریخ:

میں سعدیہ انجم بنت محمد صلاح الدین زوجہ رفیق افغان
یہ بات اطلاع میں دینا چاہتی ہوں مجھے میری والدہ اور ہمارے
ادارے تکبیر کو میرے شوہر رفیق افغان کی جانب سے جانی
اور مالی نقصانات کا شدید خدشہ ہے ۔ اگر مجھے، میری
والدہ یا ہمارے ادارے کے کسی فرد کو آئندہ دنوں میں کوئی نقصان
پہنچا تو اس کی براہ راست ذمہ داری میرے شوہر رفیق
افغان پر ہوگی ۔ میں اپنے والد کے قتل کے سلسلے
میں اس کے مشکوک کردار سے واقف ہو چکی ہوں اسی
بنا پر یہ بیان لکھ رہی ہوں کہ وہ مجھے بھی راستے سے ہٹانے کی
کوشش کر سکتا ہے ۔ لہذا مجھے آئندہ دنوں میں اگر
میری موت حادثاتی نہ بھی ہو تو میرا پوسٹ مارٹم ضرور

سعدیہ انجم کا تحریر کردہ وہ خط
جو انھوں نے اپنی والدہ
ڈاکٹر قمر جہاں کے لیٹر پیڈ پر
تحریر کیا اس کا عکس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شفا ہومیو کلینک

۱۱۰۰۔ نشتر کالونی، گلبہار، کراچی ۱۸ فون: ۶۱۲۸۳۳

DR. QAMAR JAHAN
D.H.M.S.
REG. NO. 1778

ڈاکٹر قمر جہاں
ڈی۔ایچ۔ایم۔ایس

تاریخ ....

کرایا جائے۔ اور میرے قتل میں فوری طور پر میرے شوہر کو حراست میں لیا جائے — [illegible]

آجکل وہ شاہدہ نامی ایک عورت کو مسلسل پریشان کر رہا ہے اور اسے نشانہ بنانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے اور میں قوی مشتبہات کی بناء پر یہ خیال کرتی ہوں کہ وہ اسے ہلاک کر کے میرے والد کے قتل کے معاملے میں یا کسی اہم شہادت کو ضائع کرنا چاہتا ہے یا کم از کم اپنے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے — اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ ہر طرف سے گھر جانے کے بعد خود بھی خودکشی کر لے یا دانستہ طور پر کسی حادثے کا شکار ہونے کی کوشش کرے — یا پھر اس ملک سے فرار ہونے کی بھی کوشش کر سکتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شفا ہومیو کلینک

۱۱۰۰۔ نشتر کالونی، گلبہار، کراچی ۱۸ فون: ۶۱۲۸۳۳

DR. QAMAR JAHAN
D.H.M.S.
REG. NO. 1778

ڈاکٹر قمر جہاں
ڈی۔ایچ۔ایم۔ایس

تاریخ ....

اور وہ اس بات کا تذکرہ بھی کر چکا ہے کہ وہ افغانستان جانا چاہتا ہے — لہٰذا فوری طور پر اس کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں شامل کیا جائے اور افغانستان جانے والے راستوں کی ناکہ بندی کی جائے — میرے اس بیان کو میری جانب سے رفیق افغان کی شکایت کے تحت F.I.R فوری درج کیا جائے —

مسعودہ انجم

ادارہ معاون ہفت روزہ تکبیر کراچی

بنت محمد صلاح الدین بانی مدیر تکبیر

بیان کو میری جانب سے رفیق افغان کے خلاف FIR تصور کیا جائے۔

سعدیہ انجم   مدیرہ معاون ہفت روزہ تکبیر   بنت محمد صلاح الدین بانی مدیر تکبیر

سعدیہ انجم نے یہ خط پھر تکبیر کے لیٹر پیڈ پر ثروت جمال اصمعی کے نام نقل کیا اور ملکہ افروز کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ خط یا لفافہ اصمعی صاحب کو دفتر میں دے دینا مگر اس طرح کہ کسی اور کو خبر نہ لگے"۔ ساتھ ہی سعدیہ انجم نے ایک واکی ٹاکی یا وائرلیس سیٹ بھی دیا کہ اسے اپنے پاس رکھو یہ اہم شہادت ہے"۔ واکی ٹاکی سیٹ خریدنے سے متعلق ایک دستاویزی ثبوت اور ڈیفنس میں ایک کرائے سے متعلق اسٹیٹ ایجنسی کے ایڈریس کا پرچہ بھی سعدیہ انجم نے ملکہ کے پاس رکھوا دیا۔ سعدیہ انجم نے روتے ہوئے بتایا کہ "رفیق نے اسٹیل مل کی طرف کوئی مکان لے رکھا ہے جسے اس نے ٹارچر سیل بنایا ہے۔ رفیق اب تک کئی لڑکوں کو اٹھوا کر وہاں لے جا چکا ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ ابا جان کی شہادت کے سلسلے میں تفتیش کر رہا ہے مگر میں اب یہ سمجھتی ہوں کہ یہ تفتیش نہیں تھی اس نے ضرور ابا جان کے قتل کے سلسلے میں شہادتیں ضائع کی ہیں۔ شاید اس نے وہاں کوئی قتل بھی کیا ہو۔ اکبر اس کے کاموں میں برابر کا شریک ہے"۔ سعدیہ انجم اور بیگم صلاح الدین کا غم سے برا حال تھا۔ وہ اس وقت خود کو انتہائی بے بس اور تنہا محسوس کر رہی تھیں۔ بیگم صلاح الدین نے ملکہ سے کہا کہ وہ دفتر میں فیض الرحمٰن کو پیغام دیں کہ وہ فوری طور پر ان سے رابطہ کریں"۔

ملکہ افروز ڈھائی تین بجے کے قریب دفتر پہنچی تو ثروت جمال اصمعی رفیق افغان کے ساتھ میٹنگ میں مصروف تھے۔ یہ ایک اتفاق تھا

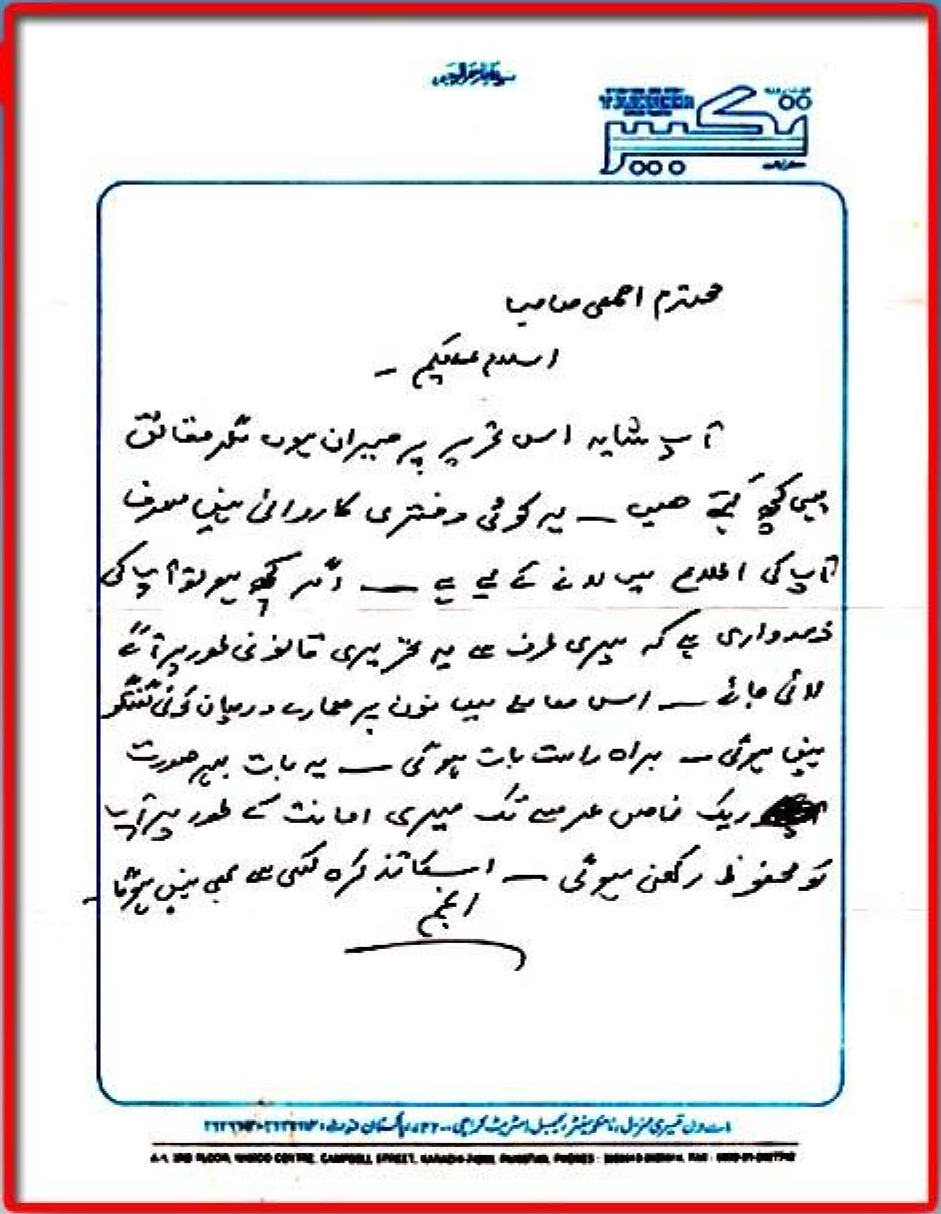

محترم اصمعی صاحب

السلام علیکم ۔

آپ شاید اس تحریر پر حیران ہوں مگر معاف
ہی کچھ ایسا ہے ۔ یہ کوئی دفتری کارروائی نہیں صرف
آپ کی اطلاع میں لانے کے لیے ہے ۔ اگر کچھ ہو تو آپ کی
ذمہ داری ہے کہ میری طرف سے یہ تحریری قانونی طور پر آگے
لائی جائے ۔ اس معاملے میں ہونے پر ہمارے درمیان کوئی گفتگو
نہیں ہوگی ۔ براہ راست بات ہوگی ۔ یہ بات بہر صورت
ایک خاص عرصے تک میری امانت کے طور پر آپ
کو محفوظ رکھنی ہوگی ۔ اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہیں ہوگا

انجم

سعدیہ انجم نے یہ خط پہلے تکبیر کے لیٹر پیڈ پر ثروت جمال اصمعی
کے نام نقل کیا اور ملکہ افروز کو دیتے ہوئے کہا کہ یہ خط یا لفافہ
اصمعی صاحب کو دفتر میں دے دینا مگر اس طرح کہ کسی اور کو
خبر نہ لگے“۔ ساتھ ہی سعدیہ انجم نے ایک وائی ٹی یا وارنیس
بیٹ بھی دیا کہ اسے اپنے پاس رکھو یہ اہم شہادت ہے“۔

ہفت روزہ تکبیر

بسم اللہ

میں سعدیہ انجم بنت محمد صلاح الدین زوجہ رفیق افغان یہ بات
اعلانیہ میں بتانا چاہتی ہوں کہ مجھے، میری والدہ اور ہمارے ادارے ہفت
روزہ تکبیر کو میرے شوہر رفیق افغان کی جانب سے جانی اور مالی نقصانات
کا شدید اندیشہ ہے۔ اگر مجھے، میری والدہ یا ہمارے ادارے کے کسی فرد
کو آئندہ دنوں میں کوئی نقصان پہنچا تو اس کی براہ راست ذمہ داری
میرے شوہر رفیق افغان پر ہوگی۔ میں اپنے والد کے قتل کے سلسلے میں
اس کے مشکوک کردار سے واقف ہو چکی ہوں اسی بناء پر یہ بیان لکھ
رہی ہوں کہ وہ مجھے بھی راستے سے ہٹانے کی کوشش کر سکتا ہے لہٰذا
آئندہ دنوں میں اگر میری موت حادثاتی نہ بھی ہو تو میرا، میری
والدہ یا تکبیر کے کسی بھی فرد کا پوسٹ مارٹم ضرور کرایا جائے اور
اس کے قتل میں فوری طور پر میرے شوہر کو حراست میں لیا جائے۔
آجکل وہ شاہدہ نامی ایک عورت کو مسلسل پریشان کر رہا جس
نے رفیق افغان کے خلاف درخشاں پولیس اسٹیشن میں رپورٹ
بھی درج کرائی ہے۔ میں قوی شبہات کی بناء پر یہ خیال کرتی

ہفت روزہ تکبیر

ہوں کہ وہ شاہدہ نامی عورت کو ہلاک کر کے میرے والد کے قتل
کے معاملے میں یا تو کسی اہم شہادت کو ضائع کرنا چاہتا ہے یا
کم از کم اپنے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک کا خاتمہ کرنا چاہتا
ہے۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ ہر طرف سے گھر جانے کے
بعد خود بھی خودکشی کرے یا دانستہ طور پر کسی حادثے کا شکار
ہونے کی کوشش کرے ـــ وہ اس ملک سے فرار ہونے کی بھی
کوشش کر سکتا ہے ـــ وہ اسباب کا تذکرہ کر چکا ہے
کہ وہ افغانستان جانا چاہتا ہے۔ لہٰذا فوری طور پر اس کا نام
ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں شامل کیا جائے اور افغانستان جانے
والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کی جائے اور میرے اس
بیان کو میری جانب سے رفیق افغان کے خلاف ایف آئی آر
تصور کیا جائے ـ

سعدیہ انجم بنت محمد صلاح الدین شہید
مدیرہ معاون ہفت روزہ تکبیر۔

رہائش P.E.C.H.S ـ 2 ـ بلاک ـ 115 ـ D
18 فروری ـ 1996 ـ وقت دوپہر 2-20

سعدیہ انجم

سعدیہ انجم کے تحریر کردہ خط کا عکس

کہ ملکہ کی کولیگ ثریا بانو آج دفتر سے غیر حاضر تھی۔ ملکہ نے اپنے منگیتر سید نصیر الدین کو اپنے کیبن میں بلا کر مختصر لفظوں میں یہ کہانی بریف کی۔۔ وائرلیس سیٹ لے کر ملکہ کا اپنے گھر ماڈل کالونی جانا بھی ممکن نہ تھا۔ وہ اس شہادت کو دفتر میں بھی نہیں چھپا سکتی تھی۔ کیونکہ رفیق افغان نے محمد صلاح الدین کی شہادت کے بعد دفتر میں پراسرار ماحول پیدا کر دیا تھا۔ یہاں ہر چیز سنسر ہونے لگی تھی۔ خط، فون، درازیں، ٹیبل، کیبنٹ وغیرہ۔ ملکہ نے حکیم سید نصیر الدین سے کہا کہ وہ اس سلسلے میں ان کی مدد چاہتی ہے۔ پانچ بجے تک بھی ثروت جمال اصمعی کو وہ تنہائی میسر نہ آسکی تھی کہ ملکہ سعدیہ کا دیا ہوا لفافہ انہیں دے سکتی۔ مجبوراً ملکہ نے لفافہ اپنے پاس رکھا۔ دفتری اوقات کے ختم ہوتے ہی ملکہ نے حکیم سید نصیر الدین کے بتائے ہوئے ایڈریس یعنی زہیر مصطفیٰ سید دی اسکالر اسکول کے پرنسپل کے گھر پہنچ گئی۔ حکیم سید نصیر الدین بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ زہیر مصطفیٰ سید، حکیم نصیر الدین کے دوست بھی تھے اور ملکہ سے رشتہ طے کرانے میں ان کی اہلیہ عنیزہ صدیقی اور انہوں نے بہت بڑا کردار ادا کیا تھا مگر ان سب سے ہٹ کر اہم بات یہ تھی کہ زہیر مصطفیٰ سید کا خیال بھی محمد صلاح الدین کے قتل والے دن سے یہ تھا کہ اس قتل میں سو فیصد رفیق افغان ملوث ہے۔ اس بات کا اظہار وہ کئی بار نصیر الدین سے کر چکے تھے۔ آج ملکہ کے سامنے بھی انہوں نے اس بات کی تصدیق کی مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ سعدیہ انجم رفیق افغان کے آگے ٹھہر نہیں سکتی۔ ملکہ نے وہ وائرلیس سیٹ اور لفافہ امانتاً یہاں رکھوایا، زہیر مصطفیٰ سید کے گھر سے ملکہ نے سعدیہ انجم کے گھر فون کیا تو معلوم ہوا کہ متین الرحمٰن مرتضیٰ گھر پہنچے ہوئے ہیں اور میٹنگ ہو رہی ہے۔

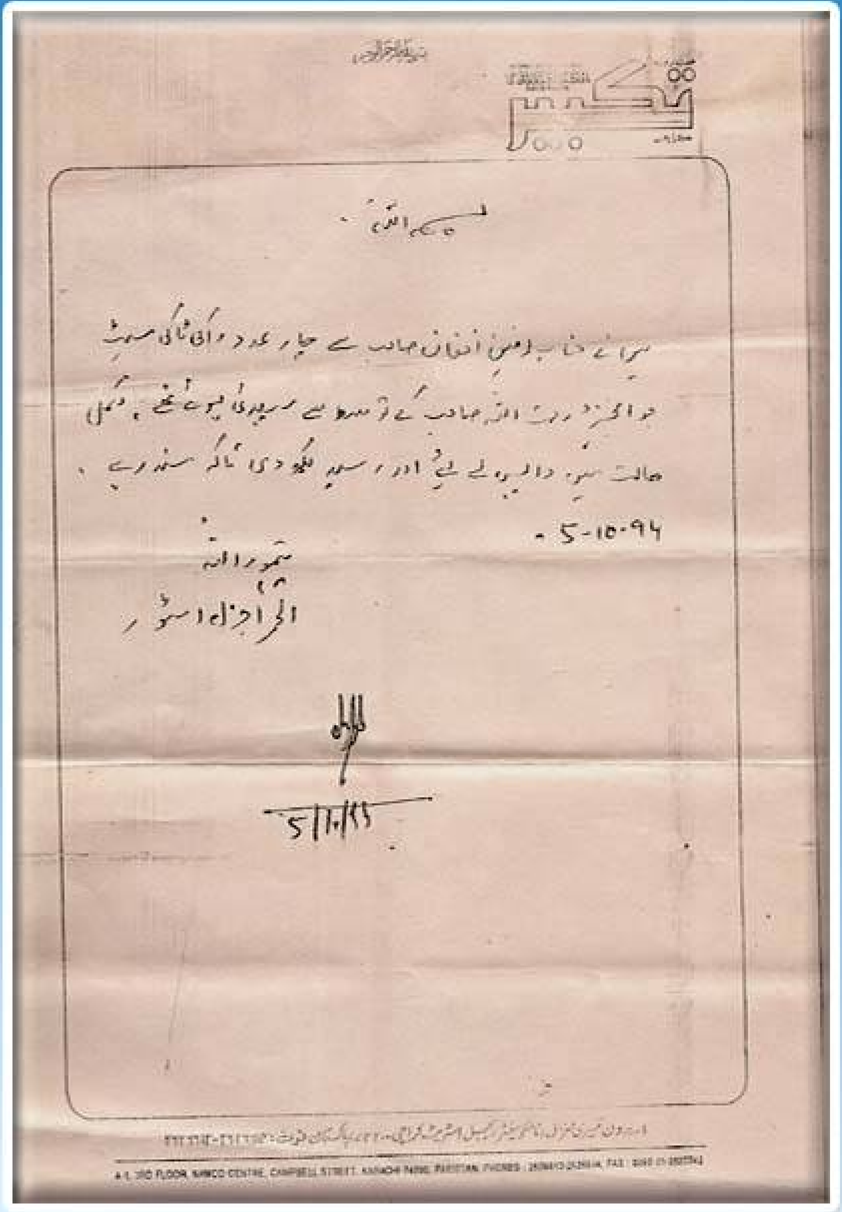
- 5-10-96

5/10/96

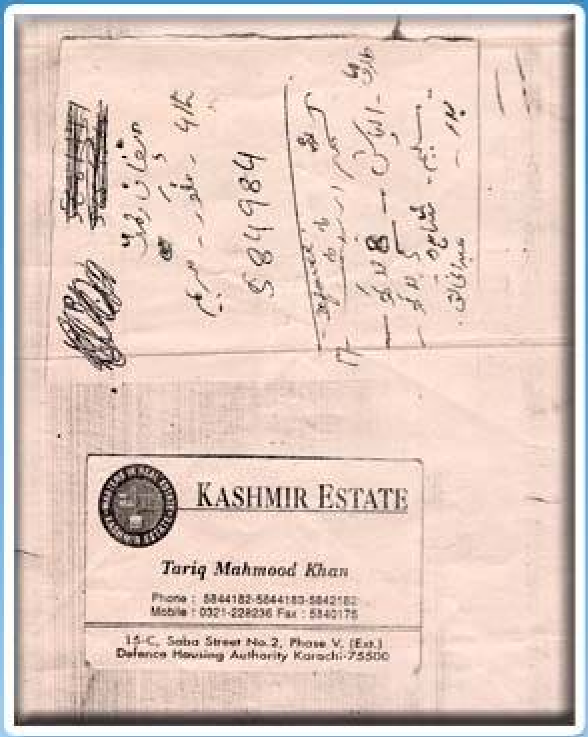
584984

KASHMIR ESTATE

Tariq Mahmood Khan

Phone : 5844182-5844183-5842182
Mobile : 0321-228236 Fax : 5840176

15-C, Saba Street No.2, Phase V, (Ext.)
Defence Housing Authority Karachi-75500

واکی ٹاکی کے ساتھ دی جانے والی رسید اور وزٹینگ کارڈ
کا عکس جس کی زبیر مصطفےٰ سید نے تصدیق کی

۱۹ جنوری ۹۶ ء کو سعدیہ انجم نے ملکہ کے گھر فون کیا کہ ''معاملہ ابھی کچھ سنبھل گیا ہے تم وہ سیٹ اور لفافہ اپنے پاس رکھو ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے''۔ ۲۰ جنوری ۹۶ ء کو ملکہ افروز دفتر جانے سے قبل کراچی یونیورسٹی میں پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ سے ملنے گئی کہ اصل صورتحال کا پتہ لگایا جا سکے۔ متین الرحمٰن مرتضیٰ نے ملکہ کو بتایا کہ انہیں ابھی چند دن پہلے ایک خاتون کا فون آیا۔ جسے وہ آرمی انٹیلیجنس کے حوالے سے جانتے ہیں۔ (متین صاحب کا اشارہ '' کتاب سلمہ کا مقدمہ'' کی مصنفہ نسرین پرویز کی طرف تھا جس کی شہرت ایجنسیوں کے حوالے سے ہے) اس نے رفیق افغان سے متعلق کچھ باتیں کہیں پھر یہ کہنے لگی کہ اسلام آباد کے کسی اخبار میں اس اس طرح کی خبر لگی ہے کہ صلاح الدین قتل کیس میں رفیق افغان کا نام بھی ہے؟'' متین الرحمٰن مرتضیٰ نے کہا کہ اس کی تردید ہونی چاہیے تھی۔ یہ بات غلط ہے ممکن ہے اخبار رفیق کی نظر سے نہ گزرا ہو ورنہ وہ ضرور تردید کرتے۔'' ملکہ نے محسوس کیا کہ متین الرحمٰن مرتضیٰ کا رویہ رفیق افغان کے بارے میں آج بہت بدلا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگے ''میرے خیال میں سعدیہ انجم کا خیال درست نہیں ہے بلکہ یہ سب ڈرامہ ہے کوئی بڑی طاقت جو ایجنسی، آرمی یا حکومت سمیت کسی کی بھی ہو سکتی ہے اور اس کا مقصد تکبیر کو نقصان پہنچانا ہے۔ رفیق افغان ظاہر ہے کہ تکبیر سے وابستہ ہیں اس لیے پہلے ان کے گھر اور خانگی زندگی پر ضرب لگانا پھر تکبیر کو ختم کرنا اور وہ ایر ہوسٹس یقیناً اکیلی نہیں ہے اس کے پیچھے ضرور کوئی نہ کوئی ہے اس لیے ہمیں اشتعال یا غصے اور غلط فہمی میں مبتلا ہونے کے بجائے آنکھیں کھلی رکھ کر حالات کو دیکھنا چاہیے۔ متین الرحمٰن مرتضیٰ نے بتایا کہ انہوں نے سعدیہ انجم کو

دفتر آنے سے بھی منع کیا ہے اور کسی بھی قسم کی انکوائری کرانے سے بھی روکا ہے۔'' ان کے خیال میں تکبیر چونکہ جو آرمی افسران پکڑے گئے ہیں ان کی حمایت میں کمپین شروع کرنے والا ہے اور رفیق کو کور کمانڈر کی طرف سے دھمکیاں بھی ملی ہیں لہٰذا یہ سب کو ٹریپ کرنے کی سازش ہوسکتی ہے۔'' متین الرحمٰن مرتضیٰ کی گفتگو میں بظاہر ایسی کوئی بات نہیں تھی مگر نجانے کیوں ملکہ نے یہ محسوس کیا کہ پروفیسر صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں اس میں حقیقت وسچائی کے بجائے مصلحت ومصالحت کا رنگ زیادہ غالب ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں پریشر میں لیا گیا ہو۔ لیکن یہ گمان بھی ہوسکتا ہے اس نے سوچا! ملکہ یونیورسٹی سے دفتر آ گئی۔ ان دنوں ثریا بانو کی والدہ بیماری کے سبب اسپتال میں داخل تھیں اس لئے ثریا اکثر دفتر سے چھٹی پر ہوتیں۔ ۲۲ جنوری ۹۶ء کو ثریا بانو کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ ۲۵ جنوری ۹۶ء کو ملکہ محمد صلاح الدین کے گھر گئی تو وہاں سعدیہ انجم سے ملاقات ہوئی۔ سعدیہ کے رویئے میں ملکہ نے بہت فرق محسوس کیا۔ یوں محسوس ہورہا تھا جیسے سعدیہ اور رفیق افغان کے مابین تجدید تعلق ہوگیا ہو گو کہ سعدیہ کا دل پوری طرح ابھی اس شبہ اور خیال کو رد نہیں کرپایا تھا مگر متین الرحمٰن مرتضیٰ، ثروت جمال اصمعی جیسے اصحاب نے ان کے خیالات کو بہت حد تک بدل دیا ہو، اسی دن سعدیہ ملکہ کے ساتھ ثریا بانو کے گھر ان کی والدہ کی تعزیت کو گئی۔ ۲۸ جنوری ۹۶ء کو ملکہ نے اپنے منگیتر نصیر الدین سے وائرلیس سیٹ اور لفافہ منگوا کر وائرلیس سیٹ بیگم صلاح الدین کے گھر سعدیہ کو دے دیا

دسمبر ۹۵ء میں محمد صلاح الدین کی پہلی برسی کے موقع پر ثروت جمال اصمعی کے مبینہ قتل کی سازش کے انکشاف اور ان کے ڈرائیور ابو

الکلام کی گرفتاری کے بعد رفیق افغان نے ثروت جمال اصمعی پر دباؤ ڈالا کہ وہ جتنی جلد ہوسکے اپنے عزیز آباد والے گھر کو چھوڑ کر کہیں اور شفٹ ہوجائیں۔ فوری طور پر گھر کی فروخت نئے گھر کا خریدنا جگہ کا تعین وغیرہ کئی مسائل تھے مگر رفیق افغان کی خواہش اور کوشش تھی کہ ثروت جمال اصمعی جتنی جلد ہوسکے عزیز آباد سے نکل جائیں۔ ثروت جمال اصمعی کے گھر پر اکبر، مبشر اور عامران تینوں کو بطور گارڈ تعینات کردیا۔ اور جلد ہی ثروت جمال اصمعی کو عزیز آباد سے نکال کر گلشن اقبال میں D-4 کے علاقہ میں کسی احباب کے خالی گھر میں شفٹ کرادیا۔ ۲۰ فروری ۹۶ء کو انتیسویں رمضان المبارک کی شب ملکہ نے خواب دیکھا کہ دفتر تکبیر میں کام ہورہا ہے لیکن دفتر کی تین لائیٹیں آف ہیں۔ فروری میں ہی ایک رات ساڑھے تین بجے ملکہ کو کسی خاتون کی پراسرار ٹیلی فون کال موصول ہوئی۔ ملکہ کے لیے یہ اندازہ کرنا قطعی دشوار نہ تھا کہ یہ پراسرار خاتون کون ہے۔ جنوری میں بھی آدھی رات میں یہ خاتون فون کرکے حراسمینٹ پیدا کرنے کی کوشش کرچکی تھی۔ یہ خاتون ایرہوسٹس شاہدہ کے علاوہ اور کوئی نہ تھی۔ ۶ مارچ ۱۹۹۶ء کو ہفت روزہ تکبیر کا شمارہ نمبر ۱۱ یعنی ۱۴ مارچ ۹۶ء مارکیٹ میں آیا جس کے ٹائٹل پر مدیر تکبیر کے قاتل بے نقاب کی سنسنی خیز اسٹوری چھپی تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ محمد صلاح الدین کو الطاف حسین کے حکم پر قتل کیا گیا۔ عمران فاروق نے پاکستان چوک پر عدنان مینشن کے فلیٹ نمبر ایک میں بیٹھ کر آپریشن کی نگرانی کی۔ حملہ آور ٹیم ایم کیو ایم اور اے پی ایم ایس او کے ۱۶ کارکنان پر مشتمل تھی۔ یہ رپورٹ تکبیر کی چار رکنی خصوصی تحقیقاتی ٹیم نے ۱۴ ماہ کی انتھک محنت کے بعد تیار کی تھی۔ لیکن یہ چار رکنی خصوصی ٹیم کن افراد پر مشتمل

تھی اس کے نام رپورٹ پر درج نہ تھے۔ مگر دفتر تکبیر میں یہ بات اڑنے لگی کہ ہو نہ ہو یہ چار رپورٹ محمد اکبر، مبشر فاروق، عامر اور حیدر پر مشتمل ہیں۔ کیونکہ محمد صلاح الدین کے قتل کے بعد رفیق افغان کے دست راست اور تمام قانونی وغیر قانونی کاموں میں ان ہی چاروں افراد کا ہاتھ بظاہر دکھائی دیتا تھا۔ اس رپورٹ کی اشاعت کا مقصد یہ بھی تھا کہ تکبیر پر لگنے والا یہ الزام دھو دیا جائے کہ تکبیر کو مدیر تکبیر کے قاتلوں کی خبر نہ لگ سکی جبکہ وہ شہر میں ہونے والے دیگر جرائم قتل و ڈکیتیوں سے متعلق مجرموں کو بے نقاب کرتا ہے۔ اس رپورٹ میں یہ بھی لکھا گیا کہ 'تکبیر' کی ٹیم کو قتل کے تین روز بعد ہی ان باتوں کا علم ہو چکا تھا۔ لیکن مکمل تفتیش کے لیے ۱۴ ماہ کا عرصہ لیا گیا۔ تکبیر کی اس رپورٹ کو بڑے اہتمام کے ساتھ سرکاری ٹیلی وژن سے نشر کیا گیا۔ تکبیر نے بھی ۲۱ مارچ ۹۶ء کو اپنے اداریے میں لکھا کہ ''ڈاکٹر عمران فاروق کو بلا تاخیر گرفتار کیا جائے''۔ یہ وہ زمانہ تھا جب تکبیر رفیق افغان کی شاہ خرچیوں کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا۔ محمد صلاح الدین کے قتل کے بعد تکبیر کے بزنس و سرکولیشن پر خاصا اثر پڑا تھا۔ تکبیر کی ساکھ کو بڑھانے بچانے کے بجائے رفیق افغان کی مشکوک سرگرمیوں کی خبر اب گھر و دفتر سے باہر بھی گردش کرنے لگی تھیں۔ تکبیر کے اجراء کے وقت محمد صلاح الدین، متین الرحمٰن مرتضیٰ اور ثروت جمال اصمعی بالترتیب پانچ ہزار، چار ہزار اور تین ہزار کی اس اضافی رقم پر دستخط کرتے جو تکبیر کے اس فنڈ میں جمع ہو جاتی۔ جسے ادارے کو فروغ دینے کے لیے استعمال میں لایا جاتا۔ یہ رقم ایک فنڈ کی صورت میں بھی ادارے میں جمع ہو رہی تھی۔ جس وقت محمد صلاح الدین کا قتل ہوا اس فنڈ میں ۱۴ لاکھ روپے جمع تھے اور یہ فنڈ بیگم صلاح الدین کے پاس این آئی

ٹی یونٹ کی صورت میں جمع تھا۔ رفیق افغان نے محمد صلاح الدین کے قتل کے فوری بعد ہی یہ کوشش شروع کردی کہ ۱۴ لاکھ کی رقم کو استعمال میں لایا جائے۔ بقول رفیق افغان کے این آئی ٹی کی قیمت دن بدن گر رہی ہے۔ لہٰذا اس رقم سے پراپرٹی کا کام کیا جائے۔ اس موقع پر متین الرحمٰن مرتضیٰ اور ثروت جمال اصمعی نے اس خیال کی مخالفت کی کیونکہ ان دونوں اصحاب کا خیال تھا کہ وہ اس کام کا کوئی تجربہ نہیں رکھتے اس لیے وہ ادارے تکبیر کی رقم کو پراپرٹی کے بزنس میں نہیں لگا سکتے۔ جس پر رفیق افغان نے ادھر ادھر کہنا شروع کردیا کہ یہ بڈھے اُسے کام نہیں کرنے دیتے۔ پھر رفیق افغان نے ایک سال کے اندر ہی محمد صلاح الدین کے دیرینہ خواب روزنامے کے اجراء کی سمت اپنی کوششیں شروع کردیں۔ روزنامہ امت کا ڈیکلریشن محمد صلاح الدین نے اپنی زندگی میں لے رکھا تھا جو ان کے مرنے کے بعد بیگم قمر جہاں کو منتقل ہو چکا تھا۔ گھر اور دفتر میں غیر یقینی حالات معاملات میں خرابی اور دیگر مسائل کے باوجود ۲۸ مارچ ۲۶ء کے پرچے تکبیر میں پہلی بار روزنامہ امت کراچی کے اجراء سے متعلق اشتہار شائع ہوا سعدیہ انجم اور بیگم صلاح الدین بھی قطعی طور پر اس اخبار کے فوری اجراء کے حق میں نہ تھیں۔ کیونکہ وہ جن حالات سے گزر رہی تھیں ان میں شک وشبہ و بدگمانی کے بادل ابھی پوری طرح صاف نہ ہوئے تھے مگر رفیق افغان کے سامنے ان دونوں خواتین کی مزاحمت کوئی معنی نہ رکھتی تھی۔ متین الرحمٰن مرتضیٰ اور ثروت جمال اصمعی کو وہ پہلے ہی امت کے لیے راضی کر چکے تھے۔ اس ضمن میں متین الرحمٰن مرتضیٰ کا کہنا ہے کہ ”صلاح الدین صاحب کے سامنے ہی ایک ایسی صورتحال پیدا ہوگئی تھی کہ رفیق ایک ڈیڑھ مہینے پہلے دفتر چھوڑ کر چلے گئے تھے

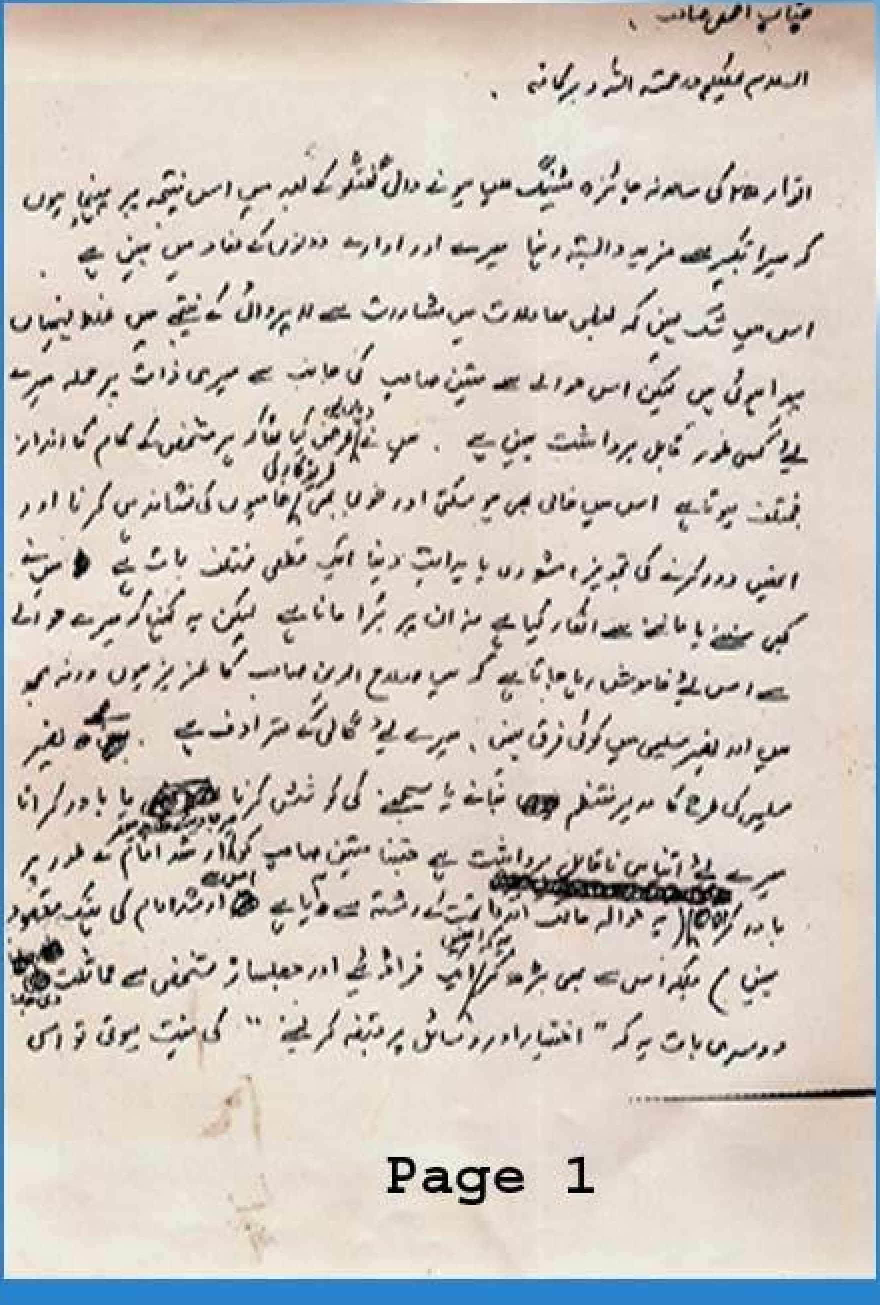

جناب اصمعی صاحب،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اتوار ۲۰ مئی کی صبح اور جائزہ میٹنگ میں ہونے والی گفتگو کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں
کہ میرا تکبیر سے مزید وابستہ رہنا میرے اور ادارے دونوں کے مفاد میں نہیں ہے۔
اس میں شک نہیں کہ لطیف معاملات میں مشاورت سے لاپرواہی کے نتیجے میں غلط فہمیاں
پیدا ہوئی ہیں لیکن اس حوالے سے متین صاحب کی جانب سے میری ذات پر حملہ میرے
لئے کسی طور قابل برداشت نہیں ہے۔ میں نے [illegible] کیا تھا کہ ہر شخص کے کام کا انداز
مختلف ہوتا ہے اس میں خامی بھی ہو سکتی اور خوبیاں بھی۔ خامیوں کی نشاندہی کرنا اور
انہیں دور کرنے کی تجویز، مشورہ یا ہدایت دینا ایک قطعی مختلف بات ہے [illegible] میں نے
کبھی سننے یا ماننے سے انکار کیا ہے نہ ان پر برا مانا ہے لیکن یہ کہنا کہ میرے حوالے
سے اس لئے خاموش رہا جاتا ہے کہ میں صلاح الدین صاحب کا عزیز ہوں ورنہ مجھ
میں اور لطیف سیٹھی میں کوئی فرق نہیں، میرے لئے گالی کے مترادف ہے۔ [illegible] لطیف
سیٹھی کی طرح کا مدیر منتظم [illegible] خیانت ٹھیکے کی کوشش کرنا [illegible] یا باور کرانا
میرے لئے انتہائی ناقابل برداشت ہے جتنا متین صاحب کو [illegible] ارشد امام کے طور پر
باور کرانا [illegible] یہ حوالہ [illegible] رشتے سے [illegible] کیا ہے [illegible] ارشد امام کی حیثیت مقصود
نہیں) مگر اس سے بھی بڑھ کر [illegible] فرمائیے اور [illegible] شخص سے ماتحت
دوسری بات یہ کہ "اختیارات اور وسائل پر قبضہ کر لیجئے" کی نسبت ہوئی تو اس

Page 1

۲۵ مئی ۱۹۹۷ء ثروت جمال اصمعی کے نام رفیق افغان
کے اُس خط کا عکس جس میں متین الرحمن
مرتضٰی سے اختلافات کے سبب تکبیر سے علیحدگی کا فیصلہ!

۲

صرف اس لیے کہ لکھنے کے لیے درکار وقت اور یکسوئی کے حصول کی خاطر یہ ذمہ داریاں
ہم پر ڈالی یا وقت کی کمی کی نذر نہ ہو جاتیں یوں میں نے خود اپنی ایک عمدہ دست [illegible]
اشاعتی مفاد کو ترجیح دی لیکن اس کا یہ مطلب کہاں سے ہو گیا
اس کی خلاف ورزی کی ہے
کہ مشتاق صاحب اسے مجھ پر کوئی استحقاق یا ادارتی بالادستی سمجھ کر مجھ پر
الزام تراشی شروع کر دیں۔ اس کھلے خط سے پیشتر بھی میری کئی ایسی تحریریں
شائع ہو چکی ہیں جن پر ایک بڑا حلقہ متوجہ ہوا ہے کیا مشتاق صاحب کو اُن پر بھی
اعتراض ہے؟ یا یہ کہ میں نے براہ راست نواز شریف صاحب کو مخاطب کیا ہے؟
ان کو یہ خط پہنچایا اور ان کی رائے سازی میں مدد دی؟ آخر کس چیز پر اعتراض ہے؟
میں کوئی نوآموز لکھنے والا ہوں؟ تحریر اور پالیسی کی نزاکتوں کو نہیں سمجھتا۔ مفہوم
بیان کرنے سے عاری ہوں یا یہ کہ اس کا اختیار یا حق نہیں رکھتا کہ کھلا خط لکھ
سکوں؟ براہ کرم اُن سے کہیں کہ اپنے اعتراض کی وضاحت کر دیں تاکہ معاملہ
صاف ہو جائے۔ میری تحریر کے حسن و قبح پر اعتراض کیا جاتا تو سر آنکھوں پر سنتا
اور غور کرتا، لیکن تحریر کی خوبی یا خامی زیر بحث لانے کے بجائے اسے
ذاتی حوالے سے دیکھنا کسی سمجھدار آدمی کا کام تو نہیں ہو سکتا۔

میں نے اس خط کے آغاز میں یہ عرض کیا تھا کہ میں اپنی افتاد طبع اور ایک مخصوص ذہنی سانچے
کے سبب کام کرنے کا ایک اپنا طریقہ کار رکھتا ہوں، اس طریقہ کار سے اختلاف بھی
کیا جا سکتا ہے اس کی درستی اور بہتری پر بات بھی ہو سکتی ہے لیکن اسے
میرے مخصوص مزاج کو "نا سمجھنا" یا قرار دینا یا باور کرانا میرے لیے کسی طور
قابل برداشت نہیں۔ مجھے اپنے مزاج کی شدت کا اندازہ
ہے لیکن آٹھ دس سال میدان جنگ میں گزارنے کے بعد میری شخصیت جس
سانچے میں ڈھل چکی ہے اسے توڑنا میرے بس کی بات نہیں۔ اچھی نصیحت اور
مشورے یا ہدایت کے لیے ہر وقت گوش بر آواز رہنے کی کوشش کرتا ہوں

Page 2

۳/

اس لیے یہ تاثر کوئی بہتر دور نگاہ پہنچے اور یہ بھی کہ
کہ اور سبب سے روایتی اور طریقے چلے ہوئے تھے کہ میں پہلے دن سے متواتر یہ بات آپ سے
اور بعد میں مشتاق صاحب سے بھی کہتا رہا ہوں کہ میں اس ادارے سے الگ ہونا چاہتا ہوں
اقتدار الدین صاحب کی وصیت کے مطابق اسے حنیف کی ذمہ داری آپ کی مشتاق صاحب کی
اور حنیف صاحب کی ہے جس میں مشتاق صاحب بھرپور شامل ہو سکتے ہیں کہ میری نہیں
میں نے ایک بحران دور میں کچھ ذمہ داریاں سنبھالی تھیں اللہ کا شکر ہے کہ بغیر کسی بحران
کا شکار ہوئے نہیں ہوا باقی کمی بیشی تو چلتی رہتی ہے لیکن اُن ذمہ داریوں کی ادائیگی
نیک نیتی کی قیمت پر کسی صورت نہیں کر سکتا۔ الحمدللہ عمر میں اس سے قبل
بھی میرے وسائل اور اختیارات کافی زیادہ تھے اور اللہ نے مجھے ہر نعمت سے نوازا ہے
اور اب بھی اللہ کے فضل خاص سے اُن میں کوئی کمی نہیں آئی
اگر مشتاق صاحب کے یا کسی ادارے کے ذہن میں یہ غلط فہمی ہے کہ بغیر میری مجبوری یا
ضرورت ہے تو براہ کرم اسے دور کرا دیں۔ اللہ کا فضل ہے کہ میں [illegible] اور
ہر طرح سے آسودہ ہوں۔ اختیارات اور وسائل مجھے اپنی ذاتی حیثیت میں پہلے بھی بہت
حاصل تھے اب بھی بہت ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس کی طلب سے بے نیاز رکھا
ہے۔ مشتاق صاحب آئیں اور وسائل اور اختیارات کو اپنی مرضی کے مطابق
استعمال کریں چشم ما روشن... میں پورے اخلاص اور صدق دل کے ساتھ ان کے لیے
دعا کروں گا میرے لیے تو یہ خوشی کا مقام ہوگا کہ جس کرسی پر بیٹھ کر یہ
خط لکھ رہا ہوں وہ اس کے اصل حقدار کو مل جائے۔ میرے پاس یہ امانت ہے
اور مشتاق صاحب جب چاہیں صرف آدھے گھنٹے کے نوٹس پر اسے لے سکتے ہیں کیونکہ
میں نے پہلے دن سے یہ بات ذہن میں رکھی ہے اور احتیاط کی ہے کہ آدھے گھنٹے
میں کمرہ خالی کر دوں۔ جہاں تک مشتاق صاحب کو یہ بات بھی بری لگی ہے کہ میں نے
نواز شریف کے نام کھلا خط کیوں لکھا اُن کے نزدیک میں نے اپنی [illegible] کیا ہے
مجھے مشتاق صاحب جیسے ثقہ، پختہ اور سمجھدار [illegible] کے منہ سے یہ توقع نہ

Page3

سطحی اور بچگانہ بات سن کر تعجب بھی ہوا اور افسوس بھی ۔ بجائے اس کے کہ وہ ہمیں
شاباش دیتے ایک اہم معرکہ سر کرنے پر اظہار محبت کرتے ، مزید حوصلہ دیتے انہیں یہ
تشویش لاحق ہو گئی کہ اس سے میری امیج بلڈنگ کا کام لیا گیا ہے ۔ [illegible] صاحب
آپ کو اچھی طرح علم ہے کہ منصور الحق کے خلاف یہ جنگ کس طرح لڑی گئی ہے ۔ میرا
اس میں کیا رول رہا ہے اور اس کے لیے ہم نے کن کن خطرات اور کیسے کیسے دباؤ کا
مقابلہ کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے اور ہمیں مزید استقامت دے ۔ اس کام
کے بدلے میں اپنے رب کے سوا کسی سے صلے کا خواستگار نہیں ۔ رہا یہ کہنا کہ دراصل
یہ میں نے اپنے قد کی بلندی کے لیے لکھا تھا تو متین صاحب کو سوچنا چاہیے کہ تکبیر میں
اس سے پہلے بھی میری تحریریں چھپتی رہی ہیں یہ مشترکہ تحریریں قلمی نام سے یا کسی
[illegible]
دوسرے نام سے بھی چھپی ہیں ۔ تکبیر کے مدیر منتظم کی حیثیت سے اگر خط لکھا میرا
حق تھا اس پر آپ کو تعجب ہوتا چہ معنی دارد ۔ [illegible] مکمل ذمہ داریاں
اور اپنے نام سے لکھا خط [illegible] کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے ؟ شاید یہ متین
صاحب کو علم نہیں کہ الحمدللہ جہاد افغانستان کے حوالے سے اتنے اور ایسے لوگ
میرے نام سے واقف ہیں کہ اس کے لیے خط [illegible] کی بستی کا اعلان
میں دیانت داری سے سمجھتا ہوں کہ متین صاحب کی یہ رائے
بے بنیاد تنگ نظری ہے یا ان کے ذہن میں مدیر منتظم
[illegible] ہے جس کا قلم کاغذ سے کوئی واسطہ نہ ہو محض انتظامی ذمہ داریوں
کو اولیت دینے کا مطلب یہ کہاں سے ہو گیا کہ میں لکھنے پڑھنے یا
کسی حکمران یا صاحب اقتدار یا کسی اور شخص کے نام کوئی تحریر لکھنے سے معذور ہو گیا
[illegible] مدیر منتظم بنتے وقت مجھ پر کوئی ایسی شرط عائد کی گئی تھی ؟
[illegible] تکبیر کے انتظامی امور نمٹانے کے لیے خود میں نے اپنا لکھنا پڑھنا کم کر دیا ہے

Page 4

لیکن ذاتی توہین کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ میں تکبیر کی [illegible] ذمہ داری اس کے خلاف زبان
کر سکتا ہوں کیونکہ [illegible] اس معاملے میں فریق بنا ہوا ہوں ۔ متین صاحب ہمارے
بڑے ہیں بزرگ ہیں ، انہیں چاہیے تھا کہ درمیان میں حائل فاصلے دور کرنے کے لیے
ایک بزرگ کے طور پر پہل کرتے ہمیں بلاتے ، ہم سے ملتے ، سمجھاتے ، دریافت کرتے ، ڈانٹتے ،
حوصلہ دیتے ، تھپکی یا شاباش دیتے نہ کہ بچوں کی طرح ہم سے روٹھ جاتے ۔ دل ہی دل
میں عجیب عجیب باتیں سوچتے ، سنی سنائی پر رائے بناتے اور ہمیں مورد الزام ٹھہراتے
مجھے اپنے قصور ، کمزوریوں ، کوتاہیوں اور لغزشوں کا سب سے زیادہ اعتراف ہے
میں سب سے زیادہ خطا کار ہوں اور اپنے رب سے اس کی معافی طلب کرتا رہتا ہوں
تکبیر کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں بھی مجھ سے سب سے زیادہ کوتاہیاں ہوئی ہیں
لیکن ان کوتاہیوں کو عمداً بدنیتی قرار دینا اور یہ الزام لگانا کہ میں اخبار کے
وسائل پر قبضہ کر کے بیٹھ گیا ہوں مجھے کسی طور منظور نہیں ۔ اس لیے آپ کو
بحیثیت مدیر اعلیٰ یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ ۲۵ جون ۱۹۹۷ سے مجھے
ان ذمہ داریوں سے سبکدوش سمجھا جائے ۔ میں اس کے بعد ادارے کو دستیاب
نہیں ہوں گا ۔ آپ چاہیں تو نوٹس پیریڈ میں مزید کام کر سکتے ہیں ۔

والسلام ،

آپ کا بھائی

[illegible]

اتوار ۲۵ مئی ۔

Page 5

اس جھگڑے کی بنیاد بھی میں تھا لہٰذا میں نے سوچا کہ اب تو صلاح الدین بھی نہیں ہیں بار بار ان سے تکرار ہو سکتی ہے لہٰذا ان سے کہا گیا کہ آپ اخبار نکالنا چاہ رہے ہیں تو نکال لیں''۔ رفیق افغان نے ۱۴ لاکھ بیگم صلاح الدین سے ادارے کا وہ فنڈ لیا اور مزید ۱۰ لاکھ روپے ادارے تکبیر سے قرضہ لیا اور ۵ لاکھ کے قریب اپنی طرف سے رقم لگا کر اخبار کی فزیبلیٹی تیار کر لی کہ ۳۰ لاکھ میں سب ہو جائے گا۔

۲۶ اپریل ۱۹۹۶ء کو تکبیر کے شعبہ تحقیق و تصنیف کی رکن ملکہ افروز روہیلہ کی شادی ادارے تکبیر کے رکن حکیم سید نصیر الدین سے انجام پا گئی۔ سعدیہ انجم اور رفیق افغان نے اس شادی میں خصوصی طور پر شرکت کی۔ درحقیقت اس شادی کا کریڈیٹ رفیق افغان کو جاتا تھا۔ جنہوں نے یہ رشتہ کرانے میں خصوصی دلچسپی لی۔ ملکہ افروز نے ایک ماہ کے لئے دفتر سے چھٹی لے لی مگر سعدیہ انجم سے فون پر رابطہ رہنے کے ساتھ ساتھ بیگم صلاح الدین کے گھر پر بھی ملکہ کا آنا جانا رہا۔ سعدیہ اپنے اور رفیق کے مابین نرم گرم تعلقات سے متعلق ملکہ کو خبر دیتی رہتی۔ اپریل ۹۶ء کا مہینہ ایک طرف ملکہ کی زندگی کا اہم سال اور مہینہ ثابت ہوا تو دوسری طرف ملکہ کی سہیلی سعدیہ انجم کے لئے بھی اپریل ۹۶ء کا مہینہ اور سال زندگی کا ایک ایسا اہم موڑ بن گیا جب سعدیہ اور رفیق افغان کی شادی کے آٹھ سال بعد قدرت نے ان کی خالی گود میں اولاد جیسی پر مسرت خوشی کی نوید دی۔ سعدیہ انجم نے ملکہ کو جون ۹۶ء میں ننھے منے مہمان کے آنے کی خوشخبری سنائی۔ یہ اتنی بڑی خوشخبری تھی کہ خود سعدیہ کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت اس پر لگائے جانے

والے بانجھ کے الزام کو دھونے کی نوید دے رہا ہے جب کہ حالات کتنے بدل چکے ہیں۔ رفیق اور سعدیہ کے درمیان میں میاں بیوی کے تعلق کے شیشے میں بال آچکا ہے۔ سعدیہ کی خود اپنی صحت بھی تیزی سے گر رہی تھی۔ سعدیہ کو شوگر جیسا مہلک مرض لگ چکا تھا۔

جون سے امت کی ڈمی جانا شروع ہوگئی تھی۔ رفیق افغان کی مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ ان کے پاس سعدیہ انجم کے لیے وقت تھا نہ اس خوشخبری کو انجوائے کرنے کے لئے بلکہ حیرت اور دکھ کی بات یہ تھی کہ رفیق افغان نے سعدیہ انجم کے حاملہ ہونے پر کسی خاص ردعمل یا خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ ابتدائی تین مہینے تو وہ یہی سمجھتے رہے کہ مسئلہ تاریخوں کے اپ ڈاؤن کا ہے۔ ڈاکٹری رپورٹ کو بھی انہوں نے کوئی اہمیت نہ دی مگر قدرت نے تو سعدیہ انجم کو ماں کا درجہ دینے اور رفیق افغان کو باپ کا روپ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

محمد صلاح الدین کے قتل کے بعد سعدیہ انجم کے لیے ماں بننے کی خوشخبری ہی میں زندگی تھی۔ سعدیہ انجم کو جب ایر ہوسٹس شاہدہ نے یہ بتایا کہ وہ ایک دو مرتبہ پریگیننٹ بھی ہوئی مگر رفیق نے اس کا ابارشن کرا دیا تو سعدیہ کا دل لرز کر رہ گیا تھا کہ رفیق افغان اتنا سنگدل بھی ہو سکتا ہے۔ اس نے سوچا تھا مگر اب جب وہ خود ماں بننے جا رہی تھی تو رفیق افغان کی بے رخی و عدم توجہ کا شکار تھی۔ شاہدہ ۱۸ جنوری ۹۶ء کے بعد ہی ملک سے باہر چلی گئی تھی۔ یوں بظاہر رفیق اور سعدیہ کے درمیان کسی کے نہ ہوتے ہوئے بھی یوں لگتا تھا جیسے ان کے درمیان میلوں کی مسافت اور برسوں کے فاصلے ہوں۔ سعدیہ کبھی رفیق افغان سے دکھ درد کی شکایت کرتی تو رفیق افغان کا جواب یہ ہوتا کہ ”یہ مصیبت تمہاری اپنی خواہش اور تمنا ہے مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں“۔ یہ جواب اتنا سخت اور سنگدلانہ ہوتا کہ

سعدیہ انجم تنہائی میں گھنٹوں رفیق کے اس رویے کو یاد کر کے آنسو بہاتی ۔ وہ اپنے اس غم کا اظہار اپنی سہیلی ملکہ کے سامنے کر کے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی ۔ ہفت روزہ تکبیر کے شمارہ نمبر ۲۴، یعنی ۱۳ جون ۹۶ ء کے پرچے میں ''ایم کیو ایم حکومت ساز باز محمد صلاح الدین کا قاتل رہا کر دیا گیا'' ۔ تکبیر کی نشاندہی پر گرفتار ہونے والے دہشت گرد محمد سلیم نے اقبال جرم کر لیا تھا۔ محمد صلاح الدین قتل کیس کے سلسلے کی یہ اسٹوری ٹائٹل اسٹوری لگائی گئی ۔ جس میں یہ انکشاف کیا گیا کہ محمد سلیم کو سوا تین مہینے تک حراست میں رکھنے کے باوجود مقدمہ درج نہیں کیا گیا ۔ جبکہ مارچ ۱۹۹۶ء میں اس رپورٹ کی اشاعت سے قبل ہی ملزم محمد سلیم کو جسے سولہ ملزمان میں آپریشن انچارج لکھا گیا تھا۔ فروری ۹۶ ء میں ڈکیتی کے کیس میں حراست میں لیا جا چکا تھا۔ جس کا پتہ سعدیہ انجم کے اس خط سے بھی چلتا ہے جو جنوری ۹۹ ء میں شائع ہوا ہے محمد سلیم کو پہلی گرفتاری کے بعد صلاح الدین قتل کیس کی تفتیش میں کلیر کر دیا گیا تھا اور اسے ''تکبیر کے ڈرائیور یعنی شاہد امجد پرویز نے بھی شناخت نہیں کیا تھا۔ مگر اس اسٹوری کے ذریعہ جو ۱۳ جون ۹۶ ء کے تکبیر ٹائٹل کی زینت بنی خوب فائدے اٹھائے گئے ۔ پرچے کی سرکولیشن سے لے کر ذاتی مفادات تک اسی رپورٹ میں کامل عرف گپی کی گرفتاری کی خبر بھی دی گئی جو بقول تکبیر رپورٹنگ کے مدیر تکبیر کے لیے کی جانے والی اس میٹنگ میں بھی شریک تھا جو لاکھم بلڈنگ کی چھت پر ہوئی تھی۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ محمد صلاح الدین قتل کیس کے سلسلے میں تکبیر میں شائع ہونے والی تمام رپورٹ ۹۹ ء تک بغیر نام و شناخت کے شائع کی گئیں۔ صرف رپورٹ پر تکبیر ٹیم رپورٹ لکھا گیا۔ روزنامہ امت کے اجراء کے لئے جون کا مہینہ منتخب ہوا تھا۔ لیکن بعض

انتظامی معاملات کی وجہ سے رفیق افغان روزنامہ کی اشاعت جون سے شروع نہ کر سکے۔ ۲۷ جون ۹۶ء کے تکبیر میں محمد صلاح الدین قتل کیس کے سلسلے کی ایک نئی اسٹوری لگائی گئی جس میں بتایا گیا کہ ''مکافات عمل کا آغاز ہو چکا ہے۔ صلاح الدین کا ایک قاتل حراست میں ہلاک دوسرے پر فالج کا حملہ''۔ جس قاتل کے ہلاک ہونے کی خبر دی گئی وہ محمد کامل عرف گپی تھا۔ جس کی گرفتاری کی خبر دو ہفتے قبل دی گئی تھی۔ اس رپورٹ میں یہ بتایا گیا کہ محمد کامل عرف گپی کے بے تحاشہ دیسی شراب پینے کے سبب اس کے پھیپڑے ناکارہ ہو چکے تھے۔ اس لیے وہ پولیس ریمانڈ میں طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اس اسپتال میں داخل کیا گیا اور وہ پولیس کو اپنا آخری بیان لکھوا کر فوت ہو گیا کامل عرف گپی کے اس آخری بیان میں یہ اعتراف شامل تھا کہ میں نے صلاح الدین پر تین فائر کیے'' محمد سلیم سے متعلق بھی اس رپورٹ میں یہ خبر دی گئی کہ ''ایک اطلاع کے مطابق محمد صلاح الدین کے اہم قاتل محمد سلیم پر فالج کا حملہ ہوا ہے''۔ ۵ جولائی ۹۶ء کو تکبیر کے شعبہ تحقیق و تصنیف کی رکن ملکہ افروزا اپنے شوہر نصیر الدین کے ہمراہ ثروت جمال اصمعی کے گھر گلشن اقبال D-4 میں گئے۔ جہاں ان کی ثروت جمال اصمعی اور بیگم اصمعی سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ ثروت جمال اصمعی نے اپنے ذاتی ملازم و ڈرائیور ابو الکلام کی گرفتاری، خود پر قاتلانہ حملہ ہونے کی سازش، دفتری معاملات، رفیق افغان کی مالی و اخلاقی بدعنوانیوں کے باوجود بھی رفیق افغان کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہوئے انہیں صلاح الدین قتل کیس میں ملوث کرنے پر قطعی تیار نہ تھے۔ اس کے برعکس بیگم رومیصاء اصمعی نے جب اپنے عزیز آباد والے گھر سے بے دخلی اپنے ذاتی ملازم ابو الکلام سے متعلق

گفتگو کی تو ملکہ نے محسوس کیا کہ یہاں تو کہانی ہی مختلف ہے۔ کیونکہ بقول بیگم رومیصاء اصمعی کے ان کا ذاتی ملازم ابوالکلام انتہائی شریف، سادہ معصوم لڑکا ہے جس کا تعلق بنگلہ دیش سے ہے اور وہ بچپن سے ان کے گھر رہ رہا ہے۔ لہٰذا وہ کسی بھی صورت میں اس پر شک وشبہ نہیں کر سکتیں۔ انہوں نے اسے اپنے بچے کی طرح پالا ہے ابوالکلام بھی ان سے ایسی ہی محبت وعقیدت رکھتا ہے مگر اب مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے رفیق افغان نے جانتے بوجھتے اسے اپنی سازش کے لیے مہرہ بنایا کیونکہ رفیق نے تو اس سازش کی تفتیش کا آغاز ہی اس نکتے سے کیا تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ثروت جمال اصمعی کی بیگم کے اس لڑکے سے کوئی تعلقات ہوں اور وہ انہیں حادثے کا شکار کرانا چاہتی ہوں۔ یعنی ہماری ازدواجی زندگی میں زہر گھولنے کی رفیق افغان نے پوری پلاننگ کر لی تھی چونکہ میں ایک غریب اور یتیم لڑکے کو بے گناہ اس سازش کا شکار ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس لئے میں نے اصمعی صاحب سے کہہ دیا تھا کہ آپ نے اور رفیق نے ہر صورت میں ابوالکلام کو آزاد کرانا ہوگا۔ اگر اس لڑکے کو کچھ ہوگیا تو میں آپ دونوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی“۔

بیگم رومیصاء اصمعی کا خیال تھا کہ اصمعی صاحب پر قاتلانہ حملہ کی سازش کا انکشاف رفیق افغان کے شاطرانہ دماغ کی ایک چال ہے۔ اس نے پہلے ہمیں ہمارے پرانے گھر محلے سے دور کیا اپنے تینوں شیطان اکبر، مبشر اور عامر کا ہمارے گھر پر مستقل پہرہ بٹھا دیا۔ ہماری ہر سرگرمی کی اطلاع رفیق افغان تک ہو جاتی ہے۔ ہمیں مالی طور پر بھی اپنا احسان مند کرنے اور زیردست کرنے کی یہ سازش ہو سکتی ہے“۔

بیگم رومیصاء اصمعی نے بتایا کہ رفیق افغان کے دست راست اکبر اور عامر نے دن رات ہمارے گھر پر قیام کیا ہوا ہے اور یہ لڑکے اکیلے میں آپس میں جس طرح گھٹیا، گندی اور فحش گفتگو و مذاق کرتے ہیں تو میں سوچتی ہوں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایک نظریاتی اسلامی جریدے سے وابستہ ہیں کیا اتنا غلیظ اور گھٹیا ان کا انداز گفتگو ہے ایک بار میں نے غلطی سے چھپ کر ان کی گفتگو سن لی تھی۔ اگر میں اپنے گھر اور بچوں کے معاملے میں کڑی نظر نہ رکھوں تو کچھ بعید نہیں کہ یہ لوگ میرے ہنستے مسکراتے گھر میں برائیوں کا زہر پھیلا دیں''۔ چند ہفتوں بعد ثروت جمال اصمعی کی بیگم نے فون پر ملکہ کو بتایا کہ ابوالکلام کو آزاد کر دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اور اصمعی صاحب نے رینجرز و آرمی کے اعلیٰ افسران سے رابطہ کر کے اسے قید سے رہائی دلائی ہے۔ ابوالکلام نے گرفتاری سے رہائی کے بعد خود پر گزرنے والے عام حالات و واقعات سے متعلق سختی کے ساتھ اپنی زبان بند رکھی۔ رومیصاء اصمعی نے بہت کوشش کی کہ وہ خود پر گزرنے والی بپتا کا حال بتائے مگر ابوالکلام کے پاس سوائے آنسوؤں کے اور کوئی جواب نہ تھا۔ اس واقعہ کے بعد ابوالکلام نے ثروت جمال اصمعی کا گھر چھوڑ کر دوسری جگہ رہائش اختیار کر لی۔ ۱۴ اگست ۹۶ء سے روزنامہ امت نے اپنی اشاعت کا آغاز کر دیا۔ ثروت جمال اصمعی کا نام روزنامہ امت کے ایڈیٹر کی حیثیت سے رکھا گیا۔ پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ نے روزنامہ امت کے لیے اداریہ نویسی شروع کر دی۔ روزنامہ امت کی ہفت روزہ تکبیر کے ذریعہ بھرپور پبلسٹی کی گئی اور محمد صلاح الدین شہید کی تربیت کردہ نڈر اور تجربہ کار صحافیوں کی ٹیم کی حیثیت سے روزنامہ امت کی مارکیٹ بنانے کی کوشش کی جانے لگی۔ ملکہ افروز روہیلہ نے شادی کے

کارروائی اجلاس ارکان ادارت روزنامہ "امت" کراچی

منعقدہ سنیچر ۲۷ اپریل ۱۹۹۶ء زیر صدارت جناب ثروت جمال اصمعی

شرکائے اجلاس۔۔ جناب ثروت جمال اصمعی' جناب رفیق افغان' جناب ہارون رشید' جناب معین کمالی' جناب محمود احمد خان' جناب فاروق عادل اور عبدالسلام سلامی

کارروائی۔۔۔

○ ۔۔ ثروت جمال اصمعی نے ابتدائی کلمات کہے۔
○ ۔۔ رفیق افغان نے روزنامہ امت کی اشاعت کے سلسلہ میں اب تک کے اقدامات کے بارے میں بتایا:
- دفتر ناظم آباد سینٹر میں پہلی منزل پر تیار ہوچکا ہے۔
- عملے کی تقرری کا سلسلہ جاری ہے۔ حسب ایڈیٹر' ۲ رپورٹرز' ۲ پروف ریڈر ۳ کمپوزر رکھے جائیں گے۔
- اسلام آباد میں مسعود ساحر (خبریں) اور عرفان صدیقی (ادارتی صفحہ و میگزین) کا تقرر عمل میں آیا ہے۔
- لاہور میں نصراللہ ملک کا تقرر کیا گیا ہے ان کے ساتھ ان کے ساتھی بھی کام کریں گے۔
- سندھ کے اضلاع کے لئے نمائندگان کی فہرست اور درخواستیں فیض صاحب کے پاس ہیں کمالی صاحب اور سلامی صاحب یہ فائل لے کر اس پر کارروائی شروع کرسکتے ہیں۔
- ادارتی صفحہ کے لئے درج ذیل لکھنے والوں سے رابطہ کیا گیا ہے:
- لاہور ۔۔۔ مجیب الرحمن شامی' پروفیسر منور مرزا' یونس بٹ' انتظار حسین' پروفیسر غلام مصطفےٰ ملک' اشفاق حسین' بانو قدسیہ' اکرم ذکی' میجر عامر' حمید گل' مولانا حنیف' الطاف گوہر
○ ۔ درج ذیل لوگوں سے رابطہ کیا جائے گا مصطفےٰ ہادی (آزاد کشمیر)' ایوب کھوسو (الحاق) خالد صابر (دہلی)
کراچی۔۔ کرم بخش فلاحی' جمیل جالبی' جسٹس عزیز الرحمن' مولانا تقی عثمانی' مولانا رفیع عثمانی' مولانا محمد حسین نعیمی' جسٹس عبادت یار خان' حسن عسکری فاطمی' ظاہر مسعود۔
○ ۔۔ قطعہ کے لئے ۔۔۔ پروفیسر عنایت علی خان (حیدرآباد) (دراستہ کراچی)
○ ۔۔ اخبار ۸ صفحے کا ہوگا پہلے اور آخری صفحے پر خبریں ہوں گی صفحہ ۲ پر ادارتی صفحہ ہوگا صفحہ ۳ کا بالائی نصف میگزین اور زیریں نصف بقیہ جات کے لئے ہوگا۔
○ ۔۔ خبروں کو اہمیت دی جائے گی پریس ریلیز اور بیانات کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔
○ ۔۔ خبروں کے صفحہ پر تصاویر اور ادارتی صفحہ پر اسکیچ شائع ہوں گے۔
○ ۔۔ کارٹون کے لئے اوریس بختیار کے توسط سے فیکا سے رابطہ کیا جائے گا۔
○ ۔۔ ہر رپورٹر ہفتہ میں ایک تحقیقی نوعیت کی خبر دے گا اس طرح ہر روز ایک تحقیقی رپورٹ شائع ہوسکے گی۔
○ ۔۔ لاہور اور اسلام آباد کے نمائندے ۔۔ ہفتہ میں دو تحقیقی رپورٹ بھیجیں گے۔
○ ۔۔ خبروں کے ذرائع میں مقامی خبر رساں ایجنسیوں کے علاوہ خبروں کے لئے رائٹرز اور تصاویر کے لئے APP کی سروس لینے کا منصوبہ ہے۔
○ ۔۔ پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کی تیار کردہ ریڈیو مانیٹرنگ رپورٹ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔
○ ۔۔ امریکی محکمہ اطلاعات سے FBIS کی مانیٹرنگ رپورٹ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔
○ ۔۔ تمام غیر ملکی سفارتخانوں کو خطوط لکھے جائیں گے تاکہ ان کی مطبوعات اور ملکی معلومات حاصل کی جاسکیں۔
○ ۔۔ تمام نمائندوں کو لکھا جائے کہ وہ اپنے ضلع کی اہم سیاسی' سماجی' عسکری' تجارتی و کاروباری شخصیات کی تصاویر ان کے ذاتی کوائف ارسال کریں تاکہ وقت ضرورت لائبریری میں دستیاب ہوں' یہ ریکارڈ وجیسہ مرتب کریں گے (اسی طرح ہر شہر' قصبے کا نقشہ اور اس کے بارے میں بنیادی معلومات کا ریکارڈ بھی مرتب کیا جاسکتا ہے)
○ ۔۔۔ ۵ مئی سے دفتر میں کام شروع کردیا جائے گا اور ۱۵ مئی سے ڈمی تیار ہوگی ۔ ۔ ۔ دنوں سے اخبار بازار میں دستیاب ہوگا۔

روزنامہ امت کے اجراء کے وقت ارکان ادارت کی کارروائی اجلاس ۲۷ اپریل ۱۹۹۶ء زیر صدارت ثروت جمال اصمعی

کہیں گڑ بڑ ضرور ہے۔ ثریا کا دیر تک دفتر میں رکنا۔ ملکہ کی غیر موجودگی میں ثریا کے چیمبر میں رفیق افغان کا آنا جانا۔ لیکن یہ سلسلہ تمام اخلاقی شرعی حدود پھلانگ چکا ہوگا۔ یہ وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ ۷ مارچ ۹۷ء کو ثریا دفتر نہیں آئیں۔ ملکہ دفتر سے واپسی پر نصیر الدین کے ساتھ ثروت جمال اصمعی کے گھر پر گئی۔ تب انہوں نے اس تعلق کی صداقت پر اللہ کو حاضر وناظر جان کر سید نصیر الدین کو آنکھوں دیکھا شرمناک حال بتایا۔ کوئی بھی یہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ رفیق افغان محمد صلاح الدین شہید کا داماد اخلاق وکردار کی اس پستی وذلت تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ مگر سچ یہی تھا۔ ۸ مارچ ۹۷ء کو ملکہ نے دفتر تکبیر سے شام ۵ بجے شاہدہ کو رفیق افغان کے چیمبر میں جاتے ہوئے دیکھا۔ ۱۳ مارچ ۹۷ء کو رفیق افغان کسی کام سے اسلام آباد چلے گئے۔ ۱۹، مارچ ۹۷ء کی صبح کو بیگم صلاح الدین کے گھر پر ملکہ کی سعدیہ انجم سے ملاقات ہوئی جس میں ثریا کا معاملہ زیر بحث آیا۔ سعدیہ ایک مرتبہ پھر جذباتی صدمے سے دوچار تھی۔ سعدیہ نے کہا کہ وہ فوری طور پر ثروت جمال اصمعی سے ملنا چاہتی ہے لیکن یہاں اپنے گھر پر یا دفتر میں نہیں کہیں اور۔ تب سید نصیر الدین نے ۱۹ مارچ ۹۷ء کی رات میں اپنے فلیٹ پر سعدیہ انجم اور ثروت جمال اصمعی اور ان کی اہلیہ کے مابین ملاقات کا اہتمام کیا حالانکہ یہ بہت خطرناک کام تھا۔ رفیق افغان کے علم میں آنے کا مطلب تھا کہ یہ فلیٹ اور اس کے مکین ہٹ لسٹ پر آجائیں۔ مگر ملکہ اور سعدیہ کی دوستی اور محبت ان تمام اندیشوں پر بھاری تھی۔ لیکن اس میٹنگ میں سید نصیر الدین موجود نہیں تھے۔ سعدیہ نے اس ملاقات میں باقاعدہ روتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ فریاد کی کہ کون ہے جو اس وقت میرا ساتھ دے میں صلاح الدین کی بیٹی آج تنہا ہوں اور

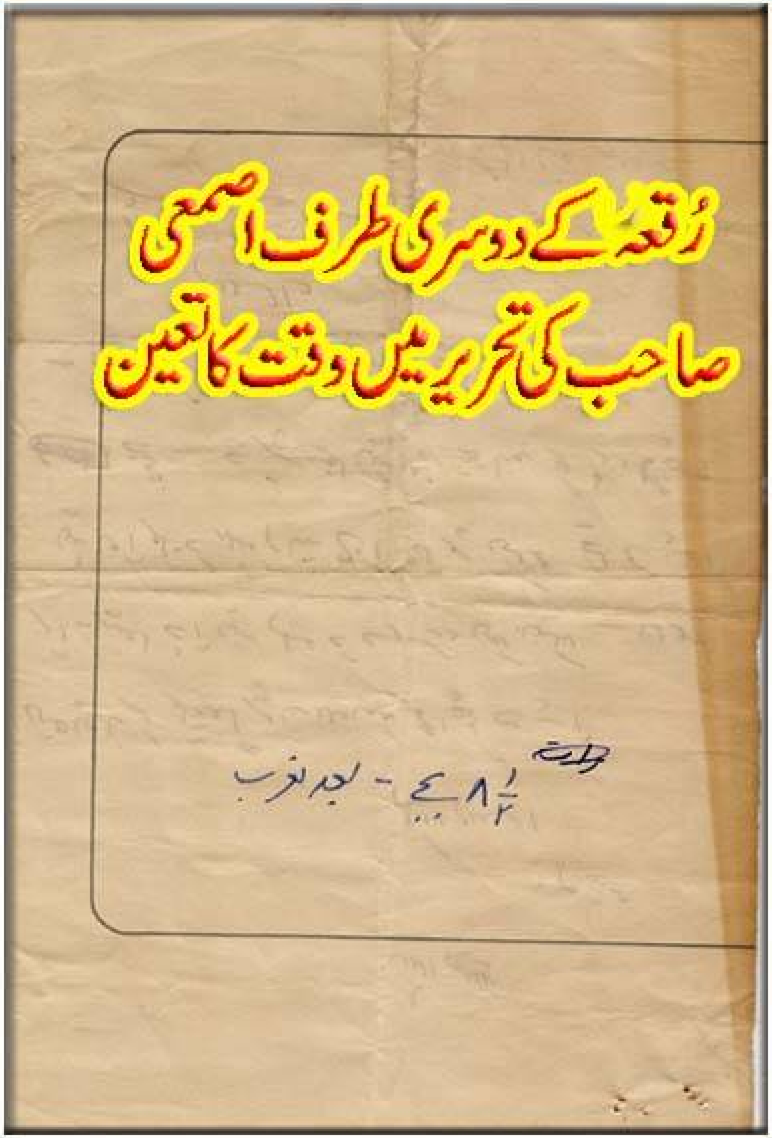

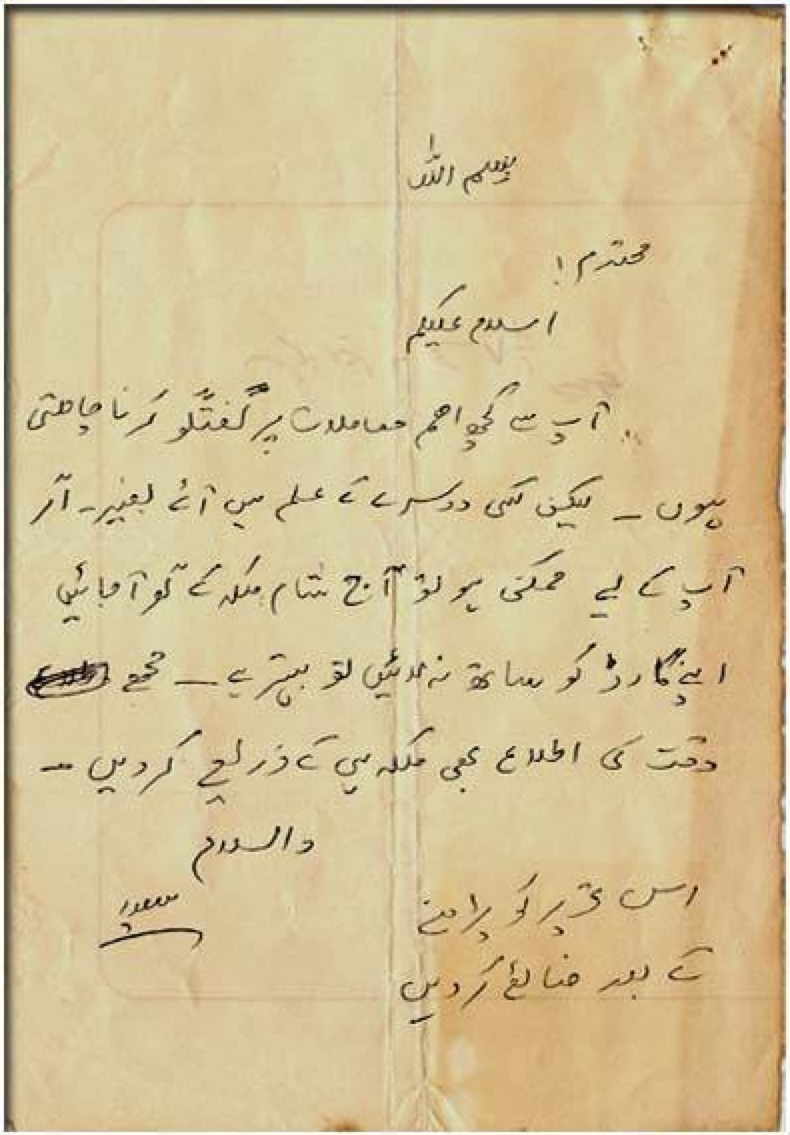
بسم اللہ

محترم!

السلام علیکم

آپ سے کچھ اہم معاملات پر گفتگو کرنا چاہتی
ہوں ۔ لیکن کسی دوسرے کے علم میں آئے بغیر ۔ اگر
آپ کے لیے ممکن ہو تو آج شام ملکہ کے گھر آجائیے
اپنے گارڈ کو ساتھ نہ لائیں تو بہتر ہے ۔ مجھے
وقت کی اطلاع بھی ملکہ ہی کے ذریعے کر دیں ۔

والسلام

سعدیہ

اس تحریر کو پڑھنے
کے بعد ضائع کر دیں

اس رُقعہ کا عکس جو سعدیہ انجم نے ثروت جمال اصمعی کے نام مختصر تحریر کیا جس میں انہیں ملکہ کے گھر بلایا

ایک ظالم بدکردار شخص کے رحم و کرم پر۔ ثروت جمال اصمعی نے کہا کہ ادارے کے سب لوگ آپ کا ساتھ دیں گے اور جلد ہی اس سلسلے میں اقدامات کیے جائیں گے۔'' ۴ جون ۹۷ء سے ثریا بانو نے دفتر آنا بند کر دیا۔ ۱۰ جون ۹۷ء کو ثروت جمال اصمعی نے رفیق افغان کے نام خط لکھا۔ جس میں انہوں نے لکھا کہ ''برادر رفیق افغان صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ ہمارے درمیان گذشتہ دس بارہ سال سے صرف حق سربلندی کے مشن کی خاطر سراسر جذبہ اخلاص پر مبنی برادرانہ روابط قائم ہیں۔ میں اس بات کا انتہائی معترف اور اس پر آپ کا انتہائی احسان مند ہوں کہ آپ نے شدید آزمائش کے دنوں میں سگے بھائیوں سے بڑھ کر ہونے کا ثبوت دیا اور میرے ہر مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھ کر حل کیا اگر مجھے آپ کا یہ تعاون نہ ملتا تو بے گھر ہونے کے بعد میرے لیے سر چھپانے کا دوسرا ٹھکانہ فراہم ہونے کی بظاہر کوئی اور صورت نہ تھی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حالات خواہ کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو جاتے ہمارا سابقہ محلے سے منتقل ہونا ہی ممکن نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ بھی اس عرصہ میں آپ نے انتہائی حسن سلوک سے کام لیا۔ ادرے کے معاملات کی ذمہ داری بھی آپ نے اس طرح سنبھالی کہ مجھے کبھی کسی خاص فکرمندی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ آپ کی بھرپور توجہ اور تعاون سے تمام امور بحسن وخوبی انجام پاتے رہے۔ آپ کے احسانات مجھ پر اس قدر ہیں کہ میرے لیے ان کا بدلہ چکانا ممکن نہیں میں آپ کے لیے دنیا اور آخرت میں بہترین کامیابیوں کی دعا ہی کر سکتا ہوں اور کرتا ہوں۔ اور اپنے رب سے ان دعاؤں کی قبولیت کی پوری امید بھی رکھتا ہوں۔ آپ کے لئے میرے دل میں خیر خواہی اور اخوت کے سوا کوئی جذبہ نہیں میں سمجھتا

ہوں کہ آپ بھی اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔اسی جذبہ خیر خواہی کے تحت میں اس وقت آپ کے کرداری عمل کے بعض ایسے پہلوؤں پر آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں جن کا سب سے زیادہ نقصان خود آپ کو پہنچ رہا ہے۔ان باتوں کے منظر عام پر آجانے کے نتیجے میں ایسا طوفان اٹھ سکتا ہے جو اس کشتی سمیت جس میں ہم سب سوار ہیں سب کچھ بہالے جائے۔یہ سطریں لکھنے سے پہلے میں نے نہ جانے کتنی راتیں جاگتے گزاری ہیں اور اپنے رب سے معاملات درست ہوجانے کی مسلسل دعائیں کی ہیں ان امور کی نشاندہی میرے لیے انتہائی تکلیف دہ ہے تاہم آپ کو اور ادارے کو تباہی سے بچانے کے لئے اب ایسا کرنا بالکل ناگزیر ہوگیا ہے۔ لہٰذا اپنے فرض منصبی کی تکمیل کے لئے یہ قدم اٹھا رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے اسے بہتر نتائج کا ذریعہ بنائے۔گذشتہ کچھ عرصہ کے دوران میں نے محسوس کیا کہ بعض معاملات میں آپ کی راہ درست نہیں ہے اس کے باوجود میں نے حتی الامکان خوش گمانی قائم رکھنے کی کوشش کی لیکن جب ہولناک حقائق خود ہی سامنے آتے چلے گئے تو یہ گنجائش بھی اپنے آپ ختم ہوگئی۔

اس کے بعد کچھ تحقیق میں نے بھی کی جس سے حقائق کی مزید توثیق ہوگئی اور اب ذیل میں جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ براہ راست میرے علم میں ہے۔اسے آپ غلط کہنا چاہیں، تردید کرنا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے لیکن جو کچھ میں خود جانتا ہوں اس کی تردید پر یقین کیسے کرسکتا ہوں اس لیے خالصتاً آپ کی خیر خواہی کی خاطر میری آپ سے درخواست ہے کہ اگر میری باتیں درست ہیں تو آپ تردید کی فکر میں پڑنے کے بجائے درست راستے کو اختیار کرنے کا عزم کرلیجیے۔اللہ تعالیٰ بڑی سے بڑی غلطی کو معاف کرنے والا ہے۔اور دنیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم رفیق افغان صاحب ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ ہمارے درمیان گزشتہ دس بارہ سال سے معروف کلمۂ حق کی سربلندی کی کوشش کی خاطر [illegible] جذبۂ اخلاص پر مبنی برادرانہ روابط قائم ہیں۔ میں اس بات کا انتہائی معترف اور اس پر آپ کا انتہائی احسان مند ہوں کہ آپ نے شدید آزمائش کے دور میں [illegible] ثبوت دیا اور میرے ہر مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھ کر حل کیا۔ اگر مجھے آپ کا یہ تعاون حاصل نہ ہوتا تو [illegible] میرے لیے سر چھپانے کا دوسرا ٹھکانہ فراہم ہونے کی بنا پر کوئی اور صورت نہ تھی۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حالات [illegible] کیوں نہ ہو جاتے، ہمارا سابقہ [illegible] سے منتقل ہونا ہی ممکن نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ بھی اسی طرح ہی آپ نے [illegible] سے کام لیا۔ ادارے کے معاملات کی ذمہ داری بھی آپ نے اس طرح سنبھالی کہ مجھے کبھی کسی [illegible] فکرمندی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ آپ کی بھرپور توجہ اور تعاون سے تمام امور بحسن و خوبی انجام پاتے رہے۔ آپ کے احسانات جو [illegible] ان کا بدلہ چکانا ممکن نہیں۔ میں آپ کے لیے دنیا اور آخرت میں بہترین کامیابیوں کی دعا ہی کر سکتا ہوں اور [illegible] ان دعاؤں کی قبولیت کی پوری امید بھی رکھتا ہوں۔

آپ کے لیے میرے دل میں خیرخواہی اور اخوت کے سوا کوئی جذبہ نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ بھی اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ اسی جذبۂ خیرخواہی کے تحت میں اس وقت آپ کے کردار و عمل کے بعض ایسے پہلوؤں پر آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں جن کا سب سے زیادہ نقصان خود آپ کو پہنچ رہا ہے۔ ان باتوں کے منظر عام پر آ جانے کے نتیجے میں ایسا طوفان اٹھ سکتا ہے جو اس کشتی سمیت جس میں ہم سب سوار ہیں سب کچھ بہا لے جائے۔ یہ سطریں لکھنے سے پہلے میں نے کتنی راتیں جاگتے گزاری ہیں اور اپنے رب سے معاملات کے درست ہو جانے کی مسلسل دعائیں کی ہیں۔ ان امور کی نشاندہی میرے لیے انتہائی تکلیف دہ ہے تاہم آپ کو اور ادارے کو تباہی سے بچانے کے لیے اب ایسا کرنا بالکل ناگزیر ہو گیا ہے لہٰذا اپنے فرض منصبی کی تکمیل کے لیے یہ قدم اٹھا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے اسے بہتر نتائج کا ذریعہ بنائے۔

گزشتہ کچھ عرصے کے دوران میں نے محسوس کیا کہ بعض معاملات میں آپ کی راہ درست نہیں ہے۔ اس کے باوجود میں نے حتی الامکان خوش گمانی قائم رکھنے کی کوشش کی لیکن جب ہولناک حقائق خود ہی سامنے آتے چلے گئے تو یہ گنجائش بھی اپنے آپ ختم ہو گئی۔ اس کے بعد کچھ تحقیق میں نے بھی کی جس سے حقائق کی مزید توثیق ہو گئی۔ اور اب ذیل میں جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ براہ راست میرے علم میں ہے۔ اسے آپ غلط کہنا چاہیں، تردید کرنا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے لیکن جو کچھ میں خود جانتا ہوں، اس کی تردید پر یقین کیسے کر سکتا ہوں۔ اس لیے خالصتاً آپ کی خیرخواہی کی خاطر میری آپ سے درخواست ہے کہ اگر میری باتیں درست ہیں تو آپ تردید کی فکر میں پڑنے کے بجائے درست راستے کو اختیار کر لیجیے۔ اللہ تعالیٰ بڑی سے بڑی غلطی کو معاف کرنے والا ہے اور دنیا و آخرت کی رسوائی سے توبہ اور اصلاح کے ذریعے ہی بچا جا سکتا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی خطاؤں سے پاک نہیں لیکن اپنے قصوروں پر [illegible] اصلاح کی جدوجہد میں لگ جانا ہی نجات کی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ [illegible] نشاندہی سے پہلے اس لیے لکھ رہا ہوں کہ اگر آپ ابتدا ہی میں [illegible] کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اپنی اصلاح کے لیے تیار ہوں گے تو ان شاء اللہ آپ کے لیے [illegible] راہیں کھل جائیں گی۔ بہرحال اب میں ان معاملات کی نشاندہی کا آغاز کرتا ہوں جو میرے لیے آپ کی اور پورے ادارے کی نیک نامی اور ساکھ کے حوالے سے شدید فکرمندی کا سبب بنے ہوئے ہیں:

Page 1

۲۔

۱- پہلا معاملہ شاہدہ نامی اُن خاتون کا ہے جو پی آئی اے میں ایئر ہوسٹس ہیں اور ۱۹۹۲ء کے ابتدائی دور میں [illegible] دفتر تکبیر میں آمد پر انتہائی ناخوشگوار صورتحال پیدا ہو گئی تھی جب کہ بعد آپ نے [illegible] اکبر جیسے [illegible] کے ساتھ اُن کی [illegible] مرتکب کی تھی۔ ان خاتون نے اس معاملے کی رپورٹ [illegible] پولیس اسٹیشن میں بھی درج کرا دی تھی۔ [illegible] کو بھی اس صورتحال کا علم ہو گیا تھا اور اُن کی طرف سے شدید ردعمل کا اظہار ہوا تھا۔ شروع میں اس واقعہ کو مجھ سے چھپانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن دوسرے دن ان خاتون نے براہ راست مجھے فون کر کے تفصیلات سے آگاہ کر دیا تھا۔ ان کا فون مجھے دیئے جانے پر اکبر نے آپریٹر کو ڈانٹ ڈپٹ بھی کی تھی جس پر میں نے اکبر کو تنبیہ کی تھی کہ معاملات سے آگاہ رہنا میری ذمہ داری ہے۔ پھر آپ کے دفتر آمد پر میں نے آپ سے کسی تمہید کے بغیر اس بارے میں سوال کیا تھا اور آپ نے مجھے اس واقعہ کو ایک سازش اور آزمائش قرار دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی۔ بہرحال [illegible] آپ کسی طرح رفع دفع کرانے میں کامیاب رہے۔ اس واقعے کے چند روز بعد یہ صاحبہ پھر دفتر آئیں اور آپ سے ملنے پر مصر رہیں۔ اس کے بعد آپ میرے کمرے میں میری موجودگی میں ان سے ملے، اُن کو حتی الامکان آپ سے دور رکھنے کی کوشش [illegible] اور بالآخر یہ طے پایا کہ معاملہ جو کچھ بھی تھا، بہرحال اب ختم ہو جانا چاہیے۔

میرا خیال تھا کہ اس بات چیت کے بعد ان خاتون سے آپ کے روابط ختم ہو گئے ہوں گے لیکن بعد میں بھی وقتاً فوقتاً ان کی دفتر آنے کی اطلاع ملتی رہی۔ بعض مرتبہ خود میں نے بھی انھیں آپ کے کمرے میں آتے جاتے دیکھا۔ پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ بعض حساس معاملات کی رپورٹنگ میں آپ اُن سے کام لے رہے ہیں۔ یہ بات اگرچہ مجھے کھٹکی ضرور لیکن آپ پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے اس کا زیادہ نوٹس نہیں لیا۔

تاہم ابھی چند ماہ پہلے غالباً گزشتہ دسمبر میں جب آپ پہلی بار ادارے کی طرف سے سرکاری دورے پر اسلام آباد گئے ہوئے تھے، مجھے ڈاک میں دو خطوط ملے جن میں سے ایک پی آئی اے کے لفافے میں تھا۔ دونوں خطوط انگریزی میں لکھے ہوئے تھے اور خصوصی تعلقات کی نہایت فحش تفصیلات پر مبنی تھے۔ دونوں لفافوں پر بھیجنے والے کا نام مختلف تھا۔ مکتوب الیہ کی حیثیت سے آپ کا نام لکھا ہوا تھا لیکن اندر تخاطب [illegible] ڈیئر سلیم سے کیا گیا تھا۔ ان خطوط کو پڑھ لینے اور معاملے کی سنگینی کا علم ہو جانے کے باوجود میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ میں آپ جیسے بھائی کی کسی غلط روی کا کوئی ثبوت اپنے پاس محفوظ رکھوں یا کسی کو دکھا کر آپ کی رسوائی کا سامان کروں اس لیے خطوط پر اپنے دستخط کر کے میں نے آپ کی میز پر دوسری ڈاک کے ساتھ رکھ دیئے۔ مجھے کسی حد تک یہ توقع تھی کہ اس طرح آپ کو اپنی اصلاح کی ضرورت کا احساس ہو جائے۔

اسلام آباد سے واپسی پر آپ کے رویّے سے واضح ہوا کہ ان خطوں کے مجھ تک پہنچ جانے پر آپ خاصے پریشان ہیں۔ دفتر کے ساتھیوں سے معلوم ہوا کہ آپ نے تمام ڈاک اپنے لیے محفوظ نہ رکھے جانے پر شدید ناراضگی کا اظہار کیا اور اس کے بعد جب دوبارہ اسلام آباد گئے تو خصوصی طور پر ہدایت کر گئے کہ ڈاک کسی کو بھی نہ کھولنے دی جائے اور ایک [illegible] لفافے میں بند کر کے ہر روز آپ کے لیے رکھی جاتی رہے۔ تاہم میں نے یہ پابندی برقرار نہیں رہنے دی اور آپ کی غیر موجودگی [illegible] کے سبب چند خطوط سمیت ساری ڈاک کھول کر خود دیکھی کیونکہ اس میں کوئی بھی [illegible] ہو سکتی تھی اور بعض فوری شائع ہونے والی [illegible] وغیرہ اس میں سے ملیں۔ تاہم آپ کی طرف سے ڈاک کو خفیہ رکھنے کی یہ ہدایت بہت سے [illegible]

Page 2

رفیق افغان کے نام ثروت جمال اصمعی کا ۱۰ جون ۱۹۹۷ء کے خط کا عکس

وآخرت کی رسوائی سے توبہ اور اصلاح کا طریقہ اختیار کر کے ہی بچا جا سکتا ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی خطاؤں سے پاک نہیں اور اپنے قصوروں پر سچی ندامت کے ساتھ از سر نو اصلاح کی جدوجہد میں لگ جانا ہی نجات کی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ بات میں نے معاملات کی نشاندہی سے پہلے اس لیے لکھ دی ہے کہ اگر آپ ابتداء ہی میں یہ نیت کر لیں کہ جن باتوں کو آپ حقیقت کے مطابق پائیں گے ان میں کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اپنی اصلاح کے لئے تیار ہوں گے تو انشا اللہ آپ کے لئے رب العزت کی جانب سے توفیق کی راہیں کھل جائیں گی۔ بہر حال اب میں ان معاملات کی نشاندہی کا آغاز کرتا ہوں جو میرے لیے آپ کی اور پورے ادارے کی نیک نامی اور ساکھ کے حوالے سے شدید فکرمندی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔

پہلا معاملہ ''شاہدہ'' نامی خاتون کا ہے جو پی آئی اے میں ایر ہوسٹس ہیں اور ۱۹۹۶ء کے ابتدائی دنوں میں جن کی دفتر تکبیر میں آمد پر انتہائی ناخوشگوار صورتحال پیدا ہو گئی تھی۔ جس کے بعد آپ نے انہیں اپنے کمرے میں لے جا کر اکبر، مبشر، عامر اور حیدر وغیرہ کے ساتھ ان کی خاصی مرمت کی تھی۔ ان خاتون نے اس معاملے کی رپورٹ ویمن پولیس اسٹیشن میں بھی درج کرائی تھی۔ بھابھی (ڈاکٹر قمر جہاں) اور سعدیہ کو بھی اس صورتحال کا علم ہو گیا تھا اور ان کی طرف سے شدید ردعمل کا اظہار ہوا تھا۔ شروع میں اس واقعہ کو مجھ سے چھپانے کی کوشش کی گئی تھی لیکن دوسرے دن ان خاتون نے براہ راست مجھے فون کر کے تفصیلات سے آگاہ کر دیا تھا ان کا فون مجھے دیے جانے پر اکبر نے آپریٹر کو ڈانٹ ڈپٹ بھی کی تھی جس پر میں نے اکبر کو تنبیہ کی تھی کہ معاملات سے

Page 3

بہرحال ان مذکورہ انگریزی خطوط کے بارے میں آپ نے مجھے یہ بتا دیا کہ گویا وسیم نامی کسی شخص کے نام لکھے گئے خط
ہیں جن سے آپ کا کوئی تعلق نہیں۔ پھر آپ نے یہ موقف بھی اختیار کیا کہ یہ کوئی منظم سازش ہے اور آپ نے تفتیش کرکے
اصل مجرم کا سراغ لگا لیا ہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ اس طرح کے خطوط کا چیف صاحب اور [illegible] بھیجے جانے کا اور گھر
کے پتے پر بھیجے جانے کا بھی پروگرام ہے۔ لیکن نہ صرف یہ کہ الحمدللہ ایسا کوئی خط ہمارے گھروں پر نہیں بھیجا بلکہ مجھے نہایت
قابل اعتماد ذرائع سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ اپنے بعض معاملات میں اپنے لیے سلیم کا نام بھی استعمال کرتے ہیں۔
اس طرح اس بارے میں آپ کی وضاحت کا غلط ہونا خود ہی ثابت ہو گیا۔ پھر مجھ پر یہ بات بھی کھلی کہ [illegible]
کی بنیاد [illegible] کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس معاملے میں آپ کے موقف کو درست [illegible]
میرے لیے قطعی ممکن نہ رہا۔

بعد میں ان خاتون کی دفتر میں آمد کی اطلاعات مجھے برابر ملتی رہیں۔ ایک بار عتیق صاحب نے بھی انہیں
آپ سے ملاقات کے انتظار میں باقی کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا اور ایک بار ایسا بھی ہوا کہ رات کے وقت دفتر آکر ہم
آپ سے ملنے کے لیے انہوں نے آپ کی طرف جانا چاہا تو باقی نے انتہائی معذرت کرتے ہوئے انہیں روک دیا کہ صاحب کے
پاس اس وقت مہمان ہیں لہٰذا صاحب کسی سے نہیں مل سکتے۔ بعد میں پتہ چل گیا کہ یہ مہمان کون تھے۔ یہی صورت محمود
احمد خان کے ساتھ دوبارہ پیش آئی اور باقی نے ہاتھ جوڑ جوڑ کر انہیں [illegible] کرنے کے لیے اندر جانے سے روکا۔ محمود
نے ایک بار آپ سے اس بارے میں شکایت بھی کی تھی۔

ان خاتون سے آپ کا رابطہ اب بھی مسلسل برقرار ہے۔ اکثر دفتری میٹنگوں خصوصاً [illegible] کی تیاری کے دوران
میں محسوس کرتا ہوں کہ اُن کے فون آتے ہیں۔ بالعموم دوسری طرف سے ضد کا مظاہرہ ہوتا ہے اور آپ معاملے کو ٹالنے
یا نمٹانے کی کوشش کرتے معلوم ہوتے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق آپ کی برادری کی مصروفیات اور آئندہ [illegible] کا
پورا علم ان خاتون کو ہوتا ہے۔ وہ آپ کی منکوحہ ہونے کی دعویدار ہیں۔ دفتر میں ان کی آمد و رفت کو بیشتر کارکن آپ
کے تعلق سے ایک مشتبہ معاملہ سمجھتے ہیں۔ ان سے آپ کے موجودہ روابط آپ کی نیک نامی کے لیے سخت نقصان دہ ہیں۔
اگر یہ واقعی آپ کی منکوحہ ہیں تو بہتر ہے کہ آپ بلاتاخیر اس کا اعلان کر دیں۔ [illegible]
بات ہوتی ہے۔ موجودہ صورت حال کے مطابق وہ آپ کی جانب سے ان خاتون کو باقاعدہ نکاح کے اعلان [illegible]
اٹھائے جانے کو [illegible]
تکمیل کے لیے وہ آپ سے وابستہ نہیں ہوئی ہیں۔ تاہم یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ خاتون کسی [illegible]
معاملے میں بار بار اسی طرف جاتا ہے اور آپ کے [illegible] اسی بارے میں [illegible] کر سکتے ہیں۔ میرا اندازہ یہی ہے
کے سبب آپ ان کے ہاتھوں بلیک میل ہو رہے ہیں اور اُن سے چھٹکارے کی خواہش کے باوجود ایسا نہیں کر سکتے۔ آپ کے خیرخواہ بھی اسی انداز میں سوچتے ہیں کہ شاید کسی [illegible]
محسوس ہوتا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھ سمیت آپ کے سارے خیرخواہ اس معاملے میں آپ سے
ہر ممکن تعاون کو تیار ہیں۔ آپ جیسی کسی ذہنی خلفشار کے بغیر تمام حقائق سے آگاہ کر کے نجات کی راہ تلاش
کر سکتے ہیں کیونکہ معاملے کے کھل جانے کا خوف ہی بلیک میل ہونے کا سبب بنتا ہے۔ اگر جرأت سے کام لے کر
حقائق خود ہی کھول دیئے جائیں تو بلیک میلنگ کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر آپ ایسی کسی [illegible]
تو ہم سب آپ سے بھرپور تعاون کے لیے تیار ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ آپ جلد از جلد اس دلدل سے نکل آئیں۔
ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔

Page 4

میرے بھائی! دوسرا معاملہ ثریا نور کے حوالے سے ہے۔ کچھ عرصہ پہلے میں نے اور دفتر کے متعدد دوسرے لوگوں نے
نوٹ کیا کہ ثریا کے تنہا ہونے کی صورت میں آپ اکثر کمرے میں جا کر دروازہ اندر سے بند کر لیتے ہیں اور خاصا وقت
وہاں گزارتے ہیں۔ اس دوران کئی اوقات آپ کی تلاش ہوتی، لوگ میرے پاس آتے اور یہ جاننے کے باوجود کہ آپ
برابر والے کمرے میں ہیں اس طرف جاتے ہوئے ہچکچاتے۔ حتیٰ کہ ٹیلی فون آپریٹر بھی اس دوران آپ کو ہر جگہ
تلاش کرنے کے باوجود اس کمرے کا نمبر نہیں ملاتا تھا۔ ثریا کا بظاہر کسی کام کے بغیر دفتر میں دیر تک رکنا بھی
دفتر کے ساتھیوں نے نوٹ کیا۔ بعض اوقات بجلی فیل ہونے کے باوجود بھی محض اُن کا اور آپ کا دفتر میں
موجود ہونا نوٹ کیا گیا۔ ثریا کی تمام اوقات کو گھر پہنچانے کے لیے دفتر کی گاڑیوں کا استعمال بھی غیر ضروری
محسوس کیا گیا کیونکہ فی الواقع اُن کے پاس اتنا کام نہیں ہوتا۔ یہ صورت حال میرے لیے شدید الجھن کا سبب بنی
رہی لیکن شبے کی بنیاد پر کچھ کہنا مناسب معلوم نہیں ہوتا تھا۔ بالآخر ایک روز جب میں اپنے کمرے میں ظہر کی نماز
پڑھ رہا تھا، مجھے اندازہ ہوا کہ میرے کمرے کا دروازہ کھولنے کے بعد مجھے نماز پڑھتا دیکھ کر آپ برابر کے کمرے میں
گئے ہیں جہاں ثریا تنہا تھیں۔ نماز کے بعد سلام پھیرتے وقت دونوں کمروں کے درمیان لگے ہوئے شیشے کے نیچے
جہاں سے کاغذ تھوڑا سا پھٹا ہوا تھا، میری نظر آپ دونوں پر پڑی اور میں سناٹے میں آ گیا۔ میری سمجھ میں نہ آتا تھا
کہ [illegible] آپ جا رہے ہیں اس سے آپ دونوں کو کیسے روکوں۔ معاملے کو کھول دینے کے نتیجے میں
آپ دونوں کی جو رسوائی ہوتی اور خود ادارے کے لیے جو سنگین مسائل پیدا ہوتے، اس نے مجھے کسی فوری اقدام
سے روک دیا۔ میں نے اس بارے میں آپ کے بزرگوں، خیرخواہوں اور انتہائی ہمدرد اور قریبی ساتھیوں کو اعتماد
میں لینا ضروری سمجھا جو اس صورت حال کا کسی حد تک اندازہ رکھتے تھے اور اس پر انتہائی فکرمند تھے۔ اس کے بعد
میں یہ سطور آپ کو لکھ رہا ہوں۔

شاہدہ کے معاملے میں تو آپ کے بلیک میل ہونے کا کوئی امکان ہو سکتا ہے لیکن ثریا کے معاملے میں ایسی
کوئی توجیہہ ممکن نہیں۔ گزشتہ تقریباً ایک ہفتے سے غالباً معاملہ کھل جانے کے ڈر کی وجہ سے ثریا دفتر نہیں آ رہی ہیں لیکن کل پیر کی شام آپ کے کمرے میں اُن کی موجودگی میرے علم میں آئی ہے۔ گزشتہ ایک
ہفتے سے آپ خود بھی مجھ سے خاصے گریزاں ہیں اور مستقل معمول کے مطابق دفتر میں آمد کے بعد پہلے میرے
پاس آنے کے بجائے نہ صرف سیدھے اپنے کمرے میں چلے جاتے ہیں بلکہ [illegible]
اگر یہ آپ کی جانب سے اس امر پر مجھ سے ناراضگی کا اظہار ہے کہ میں نے آپ کے کردار و عمل کے ان ناقابل [illegible]
پہلوؤں کی تحقیق کا اہتمام کیوں کیا تو آپ اس ناراضگی میں ہرگز حق بجانب نہیں ہیں کیونکہ ایسا کرنا خود
آپ کو اور پورے ادارے کو رسوائی سے بچانے کی راہ تلاش کرنے کے لیے ضروری تھا۔ لیکن اگر آپ ندامت کے
سبب مجھ سے گریزاں ہیں تو یہ یقیناً ایک اچھی علامت ہے۔ آپ کا [illegible] آپ کا خیرخواہ ہے۔ آپ
کی عزت اور نیک نامی شاید اُسے آپ سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس راہ [illegible]
اس کے سوا اس کی کوئی آرزو نہیں۔

Page 4

Page 3

آگاہ رہنا میری ذمہ داری ہے۔ پھر آپ کی دفتر آمد پر میں نے آپ سے کسی تمہید کے بغیر اس بارے میں سوال کیا تھا اور آپ نے مجھے اس واقعہ کو ایک سازش اور آزمائش قرار دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی۔ بہر حال تھانے میں رپورٹ وغیرہ کے معاملے کو آپ کسی طرح رفع دفع کرانے میں کامیاب رہے۔ اس واقعے کے چند روز بعد یہ صاحبہ پھر دفتر آئیں اور آپ سے ملنے پر مصر رہیں۔ اس کے بعد آپ میرے کمرے میں میری موجودگی میں ان سے ملے ان کو حتی المکان آپ نے خاموش رکھنے کی کوشش کی اور بالآخر یہ طے پایا کہ معاملہ جو کچھ بھی تھا بہر حال اب ختم ہو جانا چاہئے۔ میرا خیال تھا کہ اس بات چیت کے بعد ان خاتون سے آپ کے روابط ختم ہو گئے ہوں گے لیکن بعد میں بھی وقتاً فوقتاً ان کے دفتر آنے کی اطلاع ملتی رہی۔ بعض مرتبہ خود میں نے بھی انہیں آپ کے کمرے میں آتے جاتے دیکھا پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ بعض حساس معاملات کی رپورٹنگ میں آپ ان سے کام لے رہے ہیں۔ یہ بات اگرچہ مجھے کھٹکی ضرور لیکن آپ پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے زیادہ نوٹس نہیں لیا۔ تاہم ابھی چند ماہ پہلے غالباً گزشتہ نومبر میں جب آپ پہلی بار ادارے کی طرف سے سرکاری طور پر اسلام آباد گئے ہوئے تھے مجھے ڈاک میں دو خطوط ملے جن میں سے ایک پی آئی اے کے لفافے میں تھا دونوں خطوط ایک ہی ہینڈ رائیٹنگ میں انگریزی میں لکھے ہوئے تھے اور خصوصی تعلقات کی نہایت فحش تفصیلات پر مبنی تھے۔ دونوں لفافوں پر بھیجنے والے کا نام مختلف تھا۔ مکتوب الیہ کی حیثیت سے آپ کا نام لکھا ہوا تھا لیکن اندر تخاطب کا آغاز ''مائی ڈیر سلیم'' کے الفاظ سے کیا گیا تھا۔ ان خطوط کو پڑھ لینے اور معاملے کی سنگینی کا علم ہو جانے

-۵-

تیسرا معاملہ عنبرین حمید نامی اُس طالبہ کا ہے جسے جامعہ کراچی سے مبین صاحب نے اداری امور کی تربیت کے لیے شعبۂ ابلاغ عامہ کے قواعد کے مطابق ہمارے ہاں بھیجا تھا۔ ہمارے ہاں چونکہ زیرِ تربیت طالبات کو کچھ دینے کی بھی کوئی مناسب صورت نہیں ہے، اس لیے میں عموماً اس معاملے میں معذرت کرتا ہوں۔ تاہم اس طالبہ کی آمد کی اطلاع اُس وقت آئی جب آپ کے کمرے میں ہماری داخلی میٹنگ جاری تھی۔ میٹنگ کے بعد آپ نے میرے کمرے میں فون کر کے مجھ سے کہا کہ میں اس لڑکی کو آپ کے پاس بھیج دوں تاکہ آپ اس کے لیے انتظامات کر سکیں۔ ابتدائی بات چیت کے بعد آپ نے اداری امور کی تربیت کے لیے اُسے محمود صاحب کی نگرانی میں دے دیا۔ تربیت کی مدت پوری ہونے پر اس نے مجھ سے کہا کہ اگر ممکن ہو تو تکبیر یا اقدام میں اس کی ملازمت کا بندوبست کر دیا جائے۔ میں نے حقیقی صورتحال بتا کر اس سے معذرت کر لی کیونکہ ہمارے ادارے میں اوّل تو کسی خرچ کے اضافے کی گنجائش نہیں دوسرے پہلے سے موجود دو خواتین ہی کے لیے ہم بمشکل ظاہری انتظام فراہم کر پا رہے ہیں۔ تاہم میں نے اس سے کہا کہ کسی اور ادارے میں گنجائش کی صورت میں ہماری طرف سے اس کے لیے کوشش کی جا سکتی ہے اس لیے وہ اپنا بایوڈیٹا فراہم کر دے۔

بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اس نے آپ سے رابطہ کیا تو آپ نے اُسے ادارے میں کام کرنے کی اجازت دی اور اعزازیہ دینے کا وعدہ بھی کیا۔ چنانچہ اس نے کام شروع کر دیا لیکن اعزازیہ غالباً اُسے نہیں ملا کیونکہ اس نے مجھ سے اس بارے میں آپ کو یاد دہانی کرانے کے لیے کہا تھا۔

اتوار ۲۵ مئی کو جب ادارے کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کی میٹنگ میں شرکت کے لیے میں مبین صاحب کو یونیورسٹی سے لے کر سوسائٹی جا رہا تھا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا دفتر میں کوئی واقعہ ہوا ہے۔ میں نے لاعلمی ظاہر کی تو انہوں نے بتایا کہ اُن کے پاس عنبرین حمید کا فون آیا تھا اور اُس نے انہیں خاصے گھبرائے ہوئے لہجے میں بتایا ~~ہے~~ کہ دفتر تکبیر میں ایسا واقعہ ہو گیا ہے کہ اب اُس کے لیے وہاں جانا ممکن نہیں۔ اس لیے اچھا ہو جب ~~مبین صاحب~~ سے کہہ کر اُس کا تکمیلِ تربیت کا سرٹیفکیٹ منگوا دیا جائے۔ واقعہ کی تفصیل اُس نے فون پر نہیں بتائی ~~اور~~ بلکہ ملاقات پر مبین صاحب کو بتانے کو کہا۔ ممکن ہے اب مبین صاحب تک تفصیل پہنچ چکی ہو لیکن اس بارے میں اب میں پہلے آپ کی معلومات سے آگاہ ہونا چاہتا ہوں۔ اگر ایسا کوئی واقعہ آپ کے علم میں ہے تو کیا ہے۔ یہ واقعہ تو بداخلاقی نوعیت ہی کا معاملہ لگتا ہے۔ دفتر میں کسی کی طرف سے بھی کوئی بات ہوئی ہو بہرحال اس کی گرفت اور اصلاح ہماری ذمہ داری ہے۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ اگر آپ اس بارے میں کچھ جانتے ہیں تو مجھے ضرور بتائیں گے ورنہ معلومات کی کوشش کریں گے۔

ایک اور مشتبہ معاملہ رفیق گل خان کے نام سے لیے گئے آپ کے خفیہ ٹیلی فون نمبر 431 2262 کا ہے۔ جولائی ۹۶ سے دسمبر ۹۶ تک اس کا بل ۱۵ سے ۲۲ ہزار تک کا آتا رہا ہے۔ یہ انٹرنیشنل ٹرنک وال فون نہیں بلکہ صرف ایس ٹی ڈی ہے۔ ریکارڈ کے مطابق اس نمبر کی کئی شیٹیں کالیں راولپنڈی کی تھیں اور ان میں نمبروں کے ایک مخصوص سلسلے 4201 سے 4205 تک محدود ہیں لیکن یہ تمام نمبر کسی ایک ہی ادارے کے ہیں۔ بظاہر یہ بات قابلِ فہم نہیں کہ اس شہر میں کون سا ایسا ذریعہ معلومات ہے جس سے روزانہ بار بار لیکن مجموعی طور پر کئی گھنٹے آپ کا رابطہ رہتا ہے۔ وہ لائن بحال ہونے کے بعد سے شاید یہ رابطہ ادھر منتقل ہو گیا ہے اس لیے اس نمبر کا بل کم آ رہا ہے۔ خدا کرے یہ کوئی غلط معاملہ نہ ہو۔ براہِ کرم مجھے صحیح صورتحال سے آگاہ کیجیے۔

میرے عزیز بھائی — آپ اس معاشرے کے کوئی عام آدمی نہیں بلکہ ہر طرح کی بداخلاقی اور بدعنوانی کے خلاف جنگ کے ایک ممتاز مجاہد ہیں۔ تکبیر اور اقدام کے پلیٹ فارم سے ہم سب نے ہر قسم کی کرپشن کے خلاف ایک ایسا جہاد شروع کر رکھا ہے جس کا خدا کے فضل سے سب اعتراف کرتے ہیں۔ بدکردار عناصر کے احتساب کے لیے ان خدمات کا ہر جگہ حوالہ دیا جاتا ہے۔ اور میں پورے خلوص دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ اس جدوجہد میں آپ کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ دستور کی دفعہ ۶۲ اور ۶۳ کے مؤثر نفاذ کے ذریعے ہم لوگ اسمبلیوں میں بداخلاق عناصر کا داخلہ روکنے کے علمبردار ہیں۔ اس لیے اخلاق و کردار کے معاملے میں ہماری کوئی لغزش اس پوری جدوجہد کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے لہٰذا ہمیں اپنے اخلاقی معاملات میں انتہائی محتاط رہنا چاہیے۔ آخرت کی کامیابی اور ناکامی کا سارا انحصار بھی ان ہی پر ہے۔ یہ بات یقیناً آپ خوب جانتے ہیں۔ اس لیے جو لوگ ہماری غلطیوں کی نشاندہی کریں اور ہمیں اصلاح کی ضرورت کا احساس دلائیں فی الحقیقت وہی ہمارے دوست اور خیرخواہ ہیں۔ اور ہماری غلطیوں کی پردہ پوشی اور لیپ پوت کر کے ہمیں غلط راستے پر گامزن رہنے کی سہولتیں فراہم کرنے والے ہمارے دانستہ دشمن نہیں تو نادان دوست ضرور ہیں جو بسا اوقات کھلے دشمن سے بھی زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ ایسے ساتھیوں کا سہارا ڈھونڈنے کے بجائے اپنے سچے خیرخواہوں پر اعتماد کیجیے اور انہیں اعتماد میں لے کر اس دلدل سے نکل آئیے جس میں ایک عرصے سے پھنسے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح فیصلے کی جرأت، ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ والسلام، آپ کی دنیا و آخرت کی کامرانیوں کے لیے دعاگو۔ آپ کا بھائی

۱۰ جون ۱۹۹۷ء

[illegible signature]

Page 6

Page 5

کے باوجود میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ میں اپنے بھائی کی کسی غلط روی کا کوئی ثبوت اپنے پاس محفوظ رکھوں یا کسی کو دکھا کر اس کی رسوائی کا سامان کروں۔ اس لیے خطوط پر اپنے دستخط کر کے میں نے آپ کی میز پر دوسری ڈاک کے ساتھ رکھ دیے مجھے کسی حد تک یہ توقع بھی تھی کہ شاید اس طرح آپ کو اپنی اصلاح کی ضرورت کا احساس ہو جائے۔ اسلام آباد سے واپسی پر آپ کے رویے سے واضح ہوا کہ ان خطوط کے مجھ تک پہنچ جانے سے آپ خاصے پریشان تھے۔ دفتر کے ساتھیوں سے معلوم ہوا کہ آپ نے تمام ڈاک اپنے لیے محفوظ نہ رکھے جانے پر شدید ناراضگی کا اظہار کیا اور اس کے بعد جب دوبارہ اسلام آباد گئے تو خصوصی طور پر ہدایت کر گئے کہ ڈاک کسی کو بھی نہ کھولنے دی جائے اور ایک بڑے لفافے میں بند کر کے ہر روز آپ کے لیے رکھی جاتی رہے تاہم میں نے یہ پابندی برقرار نہیں رہنے دی اور آپ کی غیر موجودگی کے سبب بند بنڈل سمیت ساری ڈاک منگا کر خود دیکھی کیوں کہ اس میں کوئی بھی فوری نوعیت کی چیز ہو سکتی تھی اور بعض فوری شائع ہونے والی ڈائریاں وغیرہ اس میں سے ملیں بھی تاہم آپ کی طرف سے ڈاک کو خفیہ رکھنے کی یہ ہدایت بہت سے سوال ضرور پیدا کر گئی۔ بہر حال ان مذکورہ انگریزی خطوط کے بارے میں آپ نے مجھے یہ تاثر دیا کہ گویا سلیم نامی کسی شخص کے نام لکھے گئے خط میں جن سے آپ کا کوئی تعلق نہیں۔ پھر آپ نے یہ موقف اختیار کیا کہ یہ کوئی منظم سازش ہے اور آپ نے تفتیش کر کے اصل مجرم کا سراغ لگا لیا ہے آپ نے یہ بھی بتایا کہ اس طرح کے خطوط کا متین صاحب اور میرے نام بھیجنے جانے کا اور گھر کے پتے پر بھیجے جانے کا بھی پروگرام ہے لیکن نہ صرف یہ کہ الحمدللہ ایسا کوئی خط ہمارے

گھروں پر نہیں پہنچا بلکہ مجھے نہایت قابل اعتماد ذرائع سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ اپنے بعض معاملات میں اپنے لیے سلیم کا نام بھی استعمال کرتے ہیں اس طرح اس بارے میں آپ کی وضاحت کا غلط ہو جانا خود ہی ثابت ہو گیا پھر مجھ پر یہ بات بھی کھل گئی کہ ان خطوط کی ہینڈ رائٹنگ کس کی ہے اس کے بعد اس معاملے میں آپ کے موقف کو درست سمجھنا یا اپنی خوش گمانی قائم رکھنا میرے لیے قطعی ممکن نہ رہا۔ بعد میں ان خاتون کی دفتر میں آمد کی اطلاعات مجھے برابر ملتی رہیں ایک بار متین صاحب نے بھی انہیں آپ سے ملاقات کے انتظار میں باقی (رفیق افغان کا گارڈ) کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا اور ایک بار ایسا بھی ہوا کہ رات کے وقت دفتر آمد پر آپ سے ملنے کے لیے انہوں نے آپ کی طرف جانا چاہا تو باقی نے انتہائی معذرت کرتے ہوئے انہیں روک دیا کہ صاحب کے پاس اس وقت مہمان ہیں لہٰذا صاحب کسی سے نہیں مل سکتے۔ بعد میں پتہ چل گیا کہ یہ مہمان کون تھے۔ یہی صورت محمود احمد خان کے ساتھ دو بار پیش آئی اور باقی نے ہاتھ جوڑ جوڑ کر انہیں کارڈ پیچ کرنے کے لیے اندر جانے سے روکا، محمود صاحب نے ایک بار آپ سے اس بارے میں شکایت بھی کی تھی۔ ان خاتون سے آپ کا رابطہ ابھی مسلسل برقرار ہے۔ اکثر دفتری میٹنگوں خصوصاً ٹائٹل کی تیاری کے دوران میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کے فون آتے ہیں۔ بالعموم دوسری طرف ضد کا مظاہرہ ہوتا ہے اور آپ معاملے کو ٹالنے یا منانے کی کوشش کرتے معلوم ہوتے ہیں۔ میری معلومات کے مطابق آپ کی ہر روز کی مصروفیت اور آئندہ پروگرام کا پورا علم ان خاتون کو ہوتا ہے وہ آپ کی بیوی کی دعویدار ہیں۔ دفتر میں ان کی آمد ورفت کو بیشتر کارکن آپ کے تعلق سے ایک مشتبہ معاملہ سمجھتے ہیں

ان سے آپ کے موجودہ روابط آپ کی نیک نامی کے لیے سخت نقصان دہ ہیں۔ اگر یہ واقعی آپ کی بیوی ہیں تو بہتر ہے کہ آپ بلا تاخیر اس کا اعلان کر دیں۔ سعدیہ اور بھابھی سے اس بارے میں تفصیلی بات ہوئی ہے۔ موجودہ صورتحال کے مقابلے میں وہ آپ کی جانب سے ان خاتون کو باقاعدہ نکاح کے اعلان کے ساتھ اپنائے جانے کو بدرجہا بہتر سمجھتی ہیں۔ تاہم یہ بات بھی غور طلب ہے کہ یہ خاتون کہیں کسی کے تفویض کردہ مشن کی تکمیل کے لیے تو آپ سے وابستہ نہیں ہوئی ہیں۔ آپ ہی اس بارے میں بہتر اندازہ کر سکتے ہیں۔ میرا اپنا ذہن بھی اس معاملے میں بار بار اسی طرف جاتا ہے اور آپ کے دوسرے خیر خواہ بھی اسی انداز میں سوچتے ہیں۔ شاید کسی اتفاقی غلطی کے سبب آپ ان کے ہاتھوں بلیک میل ہو رہے ہوں اور ان سے چھٹکارے کی خواہش کے باوجود ایسا کرنا آپ کو مشکل محسوس ہوتا ہو اگر یہ بات ہے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھ سمیت آپ کے سارے خیر خواہ اس معاملے میں آپ سے ہر ممکن تعاون کو تیار ہیں۔ آپ ہمیں کسی ذہنی تحفظ کے بغیر تمام حقائق سے آگاہ کر کے نجات کی راہ تلاش کر سکتے ہیں۔ کیونکہ معاملے کے کھل جانے کا خوف ہی بلیک میل ہونے کا سبب بنتا ہے۔ اگر جرأت سے کام لے کر حقائق خود ہی کھول دیے جائیں تو بلیک میلنگ کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر آپ ایسی کسی پریشانی کا شکار ہیں تو ہم سب آپ سے بھرپور تعاون کے لیے تیار ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ آپ جلد از جلد اس دلدل سے نکل آئیں۔ براہ کرم ہمیں اعتماد میں لیجیے اور خدا پر بھروسہ کیجیے انشاءاللہ ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔

میرے بھائی دوسرا معاملہ ثریا کے حوالے سے ہے۔ کچھ عرصے پہلے میں نے اور دفتر کے متعدد ساتھیوں نے یہ بات نوٹ کی کہ ثریا کے تنہا ہونے کی صورت میں آپ اکثر کمرے میں جا کر دروازے اندر سے بند کر لیتے ہیں اور خاصہ وقت وہاں گزارتے ہیں۔ اس دوران بسا اوقات آپ کی تلاش ہوتی لوگ میرے پاس آتے اور یہ جاننے کے باوجود کہ آپ برابر والے کمرے میں ہیں اس طرف جاتے ہوئے ہچکچاتے ہیں حتیٰ کہ ٹیلی فون آپریٹر بھی اس دوران آپ کو ہر جگہ تلاش کرنے کے باوجود اس کمرے کا نمبر نہیں ملاتا تھا۔ ثریا کا بظاہر کسی کام کے بغیر دفتر میں دیر تک رکنا بھی دفتر کے ساتھیوں نے نوٹ کیا۔ بعض اوقات بجلی فیل ہونے کے باوجود بھی محض ان کا اور آپ کا دفتر میں موجود ہونا نوٹ کیا گیا۔ ثریا کو شام اور رات کو گھر چھوڑنے کے لئے دفتر کی گاڑیوں کا استعمال بھی غیر ضروری محسوس کیا گیا کیونکہ فی الواقع ان کے پاس اتنا کام نہیں ہوتا تھا۔ یہ صورتحال میرے لیے شدید الجھن کا سبب تھی۔ محض شبے کی بنیاد پر کچھ کہنا مناسب معلوم نہیں ہوتا تھا۔ بالآخر ایک روز جب میں اپنے کمرے میں عصر کی نماز پڑھ رہا تھا مجھے اندازہ ہوا کہ میرے کمرے کا دروازہ کھولنے کے بعد مجھے نماز پڑھتا دیکھ کر آپ برابر کمرے میں گئے ہیں۔ جہاں ثریا تنہا تھیں۔ نماز کے بعد سلام پھیرتے وقت دونوں کمروں کے درمیان لگے ہوئے شیشے کے نیچے جہاں سے کاغذ تھوڑا سا پھٹا ہوا تھا میری نظر آپ دونوں پر پڑی اور میں سناٹے میں آ گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ تباہی کی جس راہ پر آپ جا رہے ہیں اس سے آپ دونوں کو کیسے روکوں۔ معاملے کو کھول دینے کے نتیجے میں آپ دونوں کی جو رسوائی ہوتی اور خود ادارے کے لیے جو بے پناہ مسائل پیدا ہوتے اس نے مجھے

کسی فوری اقدام سے روک دیا۔ میں نے اس بارے میں آپ کے بزرگوں، خیر خواہوں اور انتہائی ہمدرد اور قریبی ساتھیوں کو اعتماد میں لینا ضروری سمجھا جو اس صورتحال کا کسی حد تک اندازہ رکھتے تھے اور اس پر انتہائی فکر مند تھے۔ اس کے بعد میں یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ شاہدہ کے معاملے میں آپ کے بلیک میل ہونے کا کوئی امکان ہوسکتا ہے لیکن ثریا کے معاملے میں ایسی کوئی توجیہہ ممکن نہیں۔

گزشتہ تقریباً ایک ہفتے سے غالباً معاملہ بگڑ جانے کے تاثر کی وجہ سے ثریا دن کے اوقات میں دفتر نہیں آرہی ہیں۔ لیکن کل پیر کی شام آپ کے کمرے میں ان کی موجودگی میرے علم میں آئی ہے۔ گزشتہ ایک ہفتے سے آپ خود بھی مجھ سے خاصے گریزاں ہیں اور مستقل معمول کے مطابق دفتر میں آمد کے بعد پہلے میرے پاس آنے کے بجائے نہ صرف سیدھے اپنے کمرے میں چلے جاتے ہیں بلکہ اکثر کام پر بھی کوئی رابطہ نہیں کرتے۔ اگر یہ آپ کی جانب سے اس امر پر مجھ سے ناراضگی کا اظہار ہے کہ میں نے آپ کے کردار عمل کے ان قابل اعتراض پہلوؤں کی تحقیق کا اہتمام کیوں کیا تو آپ اس ناراضگی میں ہرگز حق بجانب نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنا خود آپ کو اور پورے ادارے کو رسوائی سے بچانے کی راہ تلاش کرنے کے لئے ضروری تھا لیکن اگر آپ ندامت کے سبب مجھ سے گریزاں ہیں تو یہ ایک اچھی علامت ہے۔ آپ کا بھائی سرتاپا آپ کا خیر خواہ ہے آپ کی عزت اور نیک نامی شاید اسے آپ سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ آپ تباہی کی اس راہ سے لوٹ آئیں اس کے سوا اس کی کوئی آرزو نہیں۔ تیسرا معاملہ عنبرین حمید نامی اس طالبہ کا ہے جسے جامعہ کراچی سے متین صاحب نے ادارتی امور کی تربیت کے لئے شعبہ ابلاغ عامہ کے قواعد کے مطابق ہمارے پاس بھیجا تھا۔ ہمارے

ہاں چونکہ زیرِ تربیت طالبات کو کہیں بٹھانے کی بھی کوئی مناسب صورت نہیں ہے اس لیے عموماً اس معاملے میں معذرت کر لیتا ہوں۔
تاہم اس طالبہ کی آمد کی اطلاع اس وقت آئی جب آپ کے کمرے میں ہماری ٹائٹل میٹنگ جاری تھی۔ میٹنگ کے بعد آپ نے
میرے کمرے میں فون کر کے مجھ سے کہا کہ میں اس لڑکی کو آپ کے پاس بھیج دوں تاکہ آپ اس کے لیے انتظامات کر سکیں۔ ابتدائی
بات چیت کے بعد آپ نے ادارتی امور کی تربیت کے لیے اسے محمود صاحب کی نگرانی میں دے دیا۔ تربیت کی مدت پوری ہونے
کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ اگر ممکن ہو تو تکبیر یا امت میں اس کی ملازمت کا بندوبست کر دیا جائے۔ میں نے حقیقی صورتحال بتا کر
اس سے معذرت کر لی کیونکہ ہمارے ادارے میں اول تو کسی خرچ کے اضافے کی گنجائش نہیں دوسرے پہلے سے موجود دو خواتین ہی
کے لیے ہم بوجوہ خاطر خواہ کام فراہم نہیں کر پا رہے ہیں۔ تاہم میں نے اس سے کہا کہ کسی اور ادارے میں گنجائش کی صورت میں
ہماری طرف سے اس کے لیے کوشش کی جاسکتی ہے۔ اس لیے وہ اپنا بایوڈیٹا فراہم کر دے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اس نے آپ
سے رابطہ کیا تو آپ نے اسے ادارے میں کام کرنے کی ہدایت کی اور اعزازیہ دینے کا وعدہ بھی کیا۔ چنانچہ اس نے کام شروع
کر دیا لیکن اعزازیہ غالباً اسے نہیں ملا کیونکہ اس نے اس بارے میں آپ کو یاد دہانی کرانے کے لیے کہا تھا۔ اتوار ۲۵ مئی ۹۷ء کو جب
ادارے کے بورڈ آف ڈائریکٹر کی میٹنگ میں شرکت کے لیے میں متین صاحب کو یونیورسٹی سے لے کر سوسائٹی جا رہا تھا تو
انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا دفتر میں کوئی واقعہ ہوا ہے۔ میں نے لاعلمی ظاہر کی تو انہوں نے بتایا کہ ان کے پاس عنبرین حمید کا فون

رفیق افغان اور ثروت جمال اصمعی

آیا تھا اور اس نے انہیں خاصے گھبرائے ہوئے لہجے میں بتایا کہ دفتر تکبیر میں ایک واقعہ ہوگیا کہ اس کے لیے وہاں جانا ممکن نہیں۔ اس لیے اصمعی صاحب سے کہہ کر اس کا تکمیل تربیت کا سرٹیفکیٹ منگوادیا جائے۔ واقعہ کی تفصیل اس نے فون پر نہیں بتائی بلکہ ملاقات پر متین صاحب کو بتانے کو کہا۔ ممکن ہے اب متین صاحب تک تفصیل پہنچ چکی ہو لیکن اس بارے میں اب میں پہلے آپ کی معلومات سے آگاہ ہونا چاہتا ہوں اگر ایسا کوئی واقعہ آپ کے علم میں ہے تو کیا ہے۔ یہ واضح طور پر اخلاقی نوعیت ہی کا معاملہ لگتا ہے۔ دفتر میں کسی طرف سے بھی کوئی بات ہوئی بہر حال اس کی گرفت اور اصلاح ہماری ذمہ داری ہے۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ اگر آپ اس بارے میں کچھ جانتے ہیں تو مجھے ضرور بتائیں گے ورنہ معلومات کی کوشش کرینگے۔ ایک اور مشتبہ سا معاملہ رفیق گل خان کے نام سے لیے گئے آپ کے ایک خفیہ ٹیلی فون نمبر ۲۶۳۵۸۵۱ کا ہے۔ جولائی سے دسمبر ۹۶ء تک کا اس کا بل ۱۵ ہزار سے ۲۲ ہزار تک آتا رہا ہے۔ یہ انٹرنیشنل ڈائلنگ والا فون نہیں بلکہ محض ایس ٹی ڈی S.T.D. ہے۔ ریکارڈ کے مطابق اس کی گئی بیشتر کالیں نوابشاہ کی ہیں اور وہ بھی نمبروں کے ایک مخصوص سلسلے ۴۲۰۱ سے ۴۲۰۵ تک محدود ہیں یعنی یہ تمام نمبر کسی ایک ہی ادارے کے ہیں۔ بظاہر یہ بات قابل فہم نہیں کہ اس شہر میں کونسا ذریعہ معلومات ہے جس سے روزانہ بار بار یعنی مجموعی طور پر کئی گھنٹے آپ کا رابطہ ضروری ہے۔ موبائل فون بحال ہونے کے بعد سے شاید یہ بوجھ ادھر منتقل ہوگیا ہے۔ اس لیے اس نمبر کا بل کم آرہا ہے۔ خدا کرے یہ کوئی غلط معاملہ نہ ہو۔ براہ کرم مجھے صحیح صورتحال سے آگاہ کیجیے۔ میرے عزیز بھائی رفیق افغان آپ اس معاشرے کے کوئی عام آدمی نہیں

بلکہ ہر طرح کی بداخلاقی اور بدعنوانی کے خلاف جنگ کے ایک ممتاز مجاہد ہیں۔ تکبیر اور امت کے پلیٹ فارم سے ہم سب نے ہر قسم کے کرپشن کے خلاف ایک ایسا جہاد شروع کر رکھا ہے جس کا خدا کے فضل سے سب اعتراف کرتے ہیں۔ بدکردار عناصر کے احتساب کے لیے ان خدمات کا ہر جگہ حوالہ دیا جاتا ہے۔ اور میں پورے کھلے دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ اس جہاد میں آپ کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ دستور کی دفعہ ۶۳ اور ۶۲ کے نفاذ کے ذریعے ہم لوگ اسمبلیوں میں بد اخلاق عناصر کے داخلے کی راہ روکنے کے علمبردار ہیں۔ اس لیے اخلاق و کردار کے معاملے میں ہماری کوئی لغزش اس پوری جدوجہد کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے اخلاقی معاملات میں انتہائی محتاط رہنا چاہئے۔ آخرت کی کامیابی اور ناکامی کا سارا انحصار بھی ان ہی پر ہے۔ یہ بات یقیناً آپ بخوبی جانتے ہیں۔ اس لیے جو لوگ ہماری غلطیوں کی نشاندہی کریں اور ہمیں اصلاح کی ضرورت کا احساس دلائیں فی الحقیقت وہی ہمارے دوست اور خیر خواہ ہیں اور ہماری غلطیوں کی پردہ پوشی اور عیب پوشی کر کے ہمیں غلط راستے ہی پر گامزن رہنے کی سہولتیں فراہم کرنے والے ہمارے دانستہ دشمن نہیں تو نادان دوست ضرور ہیں۔ جو بسا اوقات کھلے دشمن سے کہیں زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ ایسے ساتھیوں کا سہارا ڈھونڈنے کے بجائے اپنے سچے خیر خواہوں پر اعتماد کیجیے۔ اور انہیں اعتماد میں لے کر اس دلدل سے نکل آیئے جس میں ایک عرصہ سے پھنسے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح فیصلے کی جرأت و ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ والسلام آپ کی دنیا و آخرت کی کامرانیوں کے لیے دعا گو آپ کا بھائی ثروت جمال اصمعی ۱۰ جون ۱۹۹۷ء

ثروت جمال اصمعی نے بہت خلوص دل اور نیک نیتی کے ساتھ ایک ایسے شخص کو لفظوں کا آئینہ دکھانے کی کوشش کی جو تکبیر میں قدم رکھتے ہی۔ تکبیر کی نظریاتی سرحدوں کو روندتا چلا جا رہا تھا جو ایک کے بعد ایک اخلاقی گمراہی کی مہر لگا تا محمد صلاح الدین کے دین نظریے و کردار کا مذاق اڑا رہا تھا۔ کیا وہ اس وقت بھی ایسی ہی باتونی اصلاح کا مستحق تھا؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب اس وقت بھی ثروت جمال اصمعی پر قارئین تکبیر کا قرض تھا اور آج بھی ہے۔ اندرون خانہ پیش آنے والے ان حالات کو چھپانے اور لیپا پوتی کرنے کی کوششیں جاری رہیں۔ خط میں ثروت جمال اصمعی نے ایر ہوسٹس شاہدہ کے بعد جس طالبہ عنبرین حمید کا ذکر کیا اس کے متعلق بعض ذرائع کا کہنا تھا کہ رفیق افغان نے اسے اپنے کمرے میں بلا کر اس کے ساتھ کوئی نازیبا حرکت کی تھی۔ ایک ذریعہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ اکبر، مبشر، حیدر وغیرہ کے ذریعے اسے جنسی طور پر حراساں کیا گیا۔ تکبیر چھوڑنے کے بعد اسے اس کے اپنے علاقے لانڈھی میں چند غنڈوں نے پھر مزید ہراساں کیا۔ تب مجبوراً اسے اپنی بیوہ ماں بڑی جوان بہن کے ساتھ گھر علاقہ بلکہ شہر چھوڑ کر دوسرے شہر میں بسنا پڑا۔ عنبرین حمید کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ بھائی کوئی نہیں تھا۔ بدمعاشوں کے ٹولے نے اسے تر نوالہ سمجھتے ہوئے اس پر ہاتھ ڈالا تھا۔ رفیق گل خان کے نام سے نوابشاہ میں کی جانے والی کالیں شاہدہ کی چھوٹی بہن ناہید عبدالخالق کو کی جاتی تھیں۔ نواب شاہ میڈیکل کالج میں پڑھنے والی یہ طالبہ بھی رفیق افغان کی لچھے دار باتوں کے سحر میں گرفتار تھی۔ ۴ جون ۹۷ء سے ثریا بانو نے دفتر آنا بند کر دیا تھا۔ ۱۰ جون کو لکھے جانے والے ثروت جمال اصمعی کے خط کے بعد اسی شام مغرب کے بعد

ثروت جمال اصمعی کو رفیق افغان نے فون کیا اور بہت ندامت کا اظہار کرتے ہوئے آنسوؤں سے بھی روئے۔ اور انہیں فوراً ایک خط لکھ کر فیکس کیا جس میں رفیق افغان نے لکھا: "برادر محترم اصمعی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے اور آپ کے درمیان جو رشتہ اخوت ومحبت پہلے دن سے قائم ہے اس پر ہمیشہ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا ہے۔ دفتری معاملات اور معمولات سے قطع نظر میرے نزدیک آپ کی حیثیت ہمیشہ ایک بڑے بھائی اور شفیق ناصح کی رہی ہے۔ جو میری کمزوریوں لغزشوں اور غلطیوں کے باوجود مجھ سے محبت کرتا ہے اور مجھے درست راستے پر دیکھنا چاہتا ہے تاہم پچھلے چند دنوں سے مجھے بعض معاملات کے حوالے سے کچھ ایسی باتیں محسوس ہوئیں جو میرے لیے نہایت صدمے اور دکھ کا باعث بنیں میں اتنے دنوں سے دراصل اس دکھ اور تکالیف ہی کو زائل کر رہا تھا۔ اصمعی صاحب اس میں شک نہیں کہ زندگی کے بعض مراحل پر مجھ سے لغزشیں اور کمزوریاں بھی سرزد ہوئی ہیں اور میں اپنے رب کے آگے انتہائی شرمسار اور نادم بھی ہوں اور تنہائی میں اس سے عفوودرگزر کی التجا بھی کرتا رہتا ہوں مجھے یہ بھی اندازہ ہے کہ میری بعض غلطیوں سے میرے دوستوں بھائیوں اور بہی خواہوں کو شدید قلبی اذیت بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے میں ان کے آگے بھی خود کو شرمندہ محسوس کرتا ہوں۔ میں اپنے بہی خواہوں دوستوں اور بزرگوں سے اس بات کی توقع رکھتا ہوں کہ وہ ان غلطیوں اور لغزشوں کو دور کرنے میں میری مدد کریں۔ مجھ سے براہ راست بات کریں اور اگر اس حوالے سے کچھ غلط فہمیاں بھی ہیں تو انہیں دور کریں۔ لیکن اصمعی صاحب یہ جان کر میرا کیا حال ہوگا کہ دفتر کے چند افراد کو میرے پیچھے جاسوسی

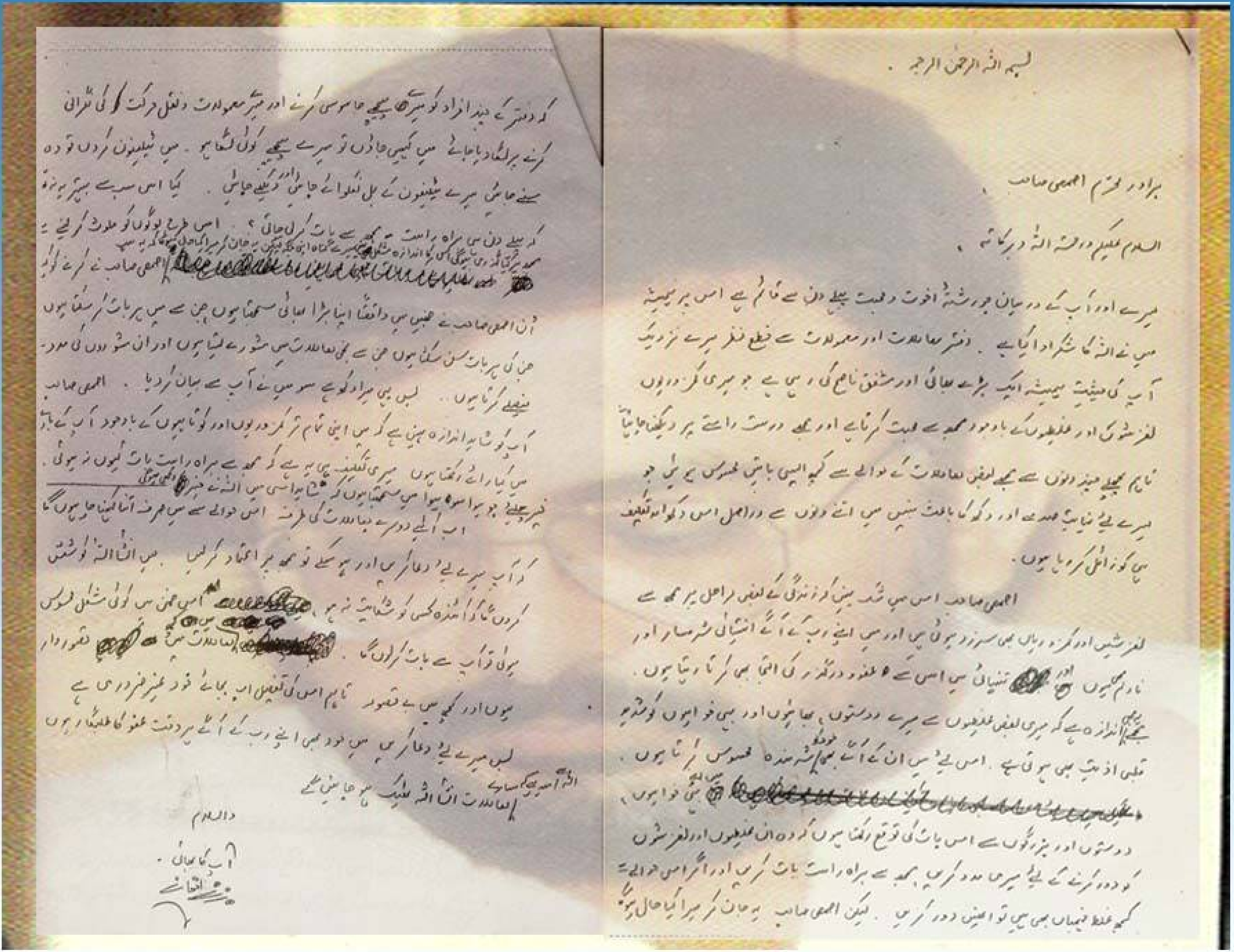

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

برادر محترم الحمصی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

میرے اور آپ کے درمیان جو رشتۂ اخوت و محبت پہلے دن سے قائم ہے اس پر ہمیشہ
میں نے اللہ کا شکر ادا کیا ہے ۔ دفتر معاملات اور معمولات سے قطع نظر میرے نزدیک
آپ کی حیثیت ہمیشہ ایک بڑے بھائی اور مشفق ناصح کی رہی ہے جو میری کمزوریوں
لغزشوں اور غلطیوں کے باوجود مجھ سے محبت کرتا ہے اور مجھے درست راستے پر دیکھنا چاہتا ہے

تاہم پچھلے چند دنوں سے مجھے بعض معاملات کے حوالے سے کچھ ایسی باتیں محسوس ہوئیں جو
میرے لیے نہایت صدمے اور دکھ کا باعث بنیں میں اتنے دنوں سے دراصل اس دکھ اور تکلیف
ہی کو زائل کر رہا ہوں ۔

الحمصی صاحب اس میں شک نہیں کہ زندگی کے بعض مراحل پر مجھ سے
لغزشیں اور گناہ وہاں بھی سرزد ہوئی ہیں اور میں اپنے رب کے آگے انتہائی شرمسار اور
نادم بھی ہوں اور [illegible] تنہائی میں اس سے عفو و درگزر کی التجا بھی کرتا رہتا ہوں ۔
مجھے یہ بھی اندازہ ہے کہ میری بعض غلطیوں سے میرے دوستوں، بھائیوں اور بہی خواہوں کو شدید
قلبی اذیت بھی ہوئی ہے ۔ اس لیے میں ان کے آگے بھی خود کو شرمندہ محسوس کرتا ہوں ۔
[illegible] بہی خواہوں ،
دوستوں اور بزرگوں سے اس بات کی توقع رکھتا ہوں کہ وہ ان غلطیوں اور لغزشوں
کو دور کرنے کے لیے میری مدد کریں مجھ سے براہ راست بات کریں اور اگر اس حوالے سے
کچھ غلط فہمیاں بھی ہیں تو انھیں دور کریں ۔ لیکن الحمصی صاحب یہ جان کر میرا کیا حال ہوگا

کہ دفتر کے چند افراد کو میرے پیچھے جاسوسی کرنے اور میرے معمولات و نقل و حرکت کی نگرانی
کرنے پر لگا دیا جائے کہ میں کہیں جاؤں تو میرے پیچھے کوئی لگا ہو ۔ میں ٹیلیفون کروں تو وہ
سنے جائیں میرے ٹیلیفونوں کے بل نکلوائے جائیں اور دیکھے جائیں ۔ کیا اس سے بہتر یہ نہ تھا
کہ پہلے دن ہی براہ راست مجھ سے بات کر لی جاتی ؟ اس طرح لوگوں کو ملوث کرنے سے
[illegible] الحمصی صاحب نے کرنے کو [illegible]
اُن الحمصی صاحب سے جنہیں میں واقعتاً اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہوں جن سے میں ہر بات کر سکتا ہوں
جن کی ہر بات سن سکتا ہوں جن سے ہی معاملات میں مشورہ لیتا ہوں اور ان مشوروں کی روشنی میں
فیصلے کرتا ہوں ۔ بس یہی میرا دکھ ہے سو میں نے آپ سے بیان کر دیا ۔ الحمصی صاحب
آپ کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ میں اپنی تمام تر کمزوریوں اور کوتاہیوں کے باوجود آپ کے بارے
میں کیا رائے رکھتا ہوں میری تکلیف یہی ہے کہ مجھ سے براہ راست بات کیوں نہ ہوئی ۔
خیر جو ہوا سو ہوا میں سمجھتا ہوں کہ جو ہوا اس میں اللہ نے خیر رکھی ہوگی
اب اگلے دورے معاملات کی طرف ۔ اس حوالے سے میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا
کہ آپ میرے لیے دعا کریں اور ہو سکے تو مجھ پر اعتماد کر لیں ۔ میں ان شاء اللہ کوشش
کروں گا کہ آئندہ کسی کو شکایت نہ ہو ، [illegible] اس ضمن میں کوئی مشکل محسوس
ہوئی تو آپ سے بات کروں گا ۔ [illegible] معاملات میں کچھ [illegible] قصور وار
ہوں اور کچھ میں بے قصور تاہم اس کی تفصیل اب بجائے خود غیر ضروری ہے
بس میرے لیے دعا کریں میں خود بھی اپنے رب کے آگے ہر وقت عفو کا طلبگار رہوں
اللہ آپ کو [illegible] سارے معاملات ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے

والسلام

آپ کا بھائی ۔

[illegible]

کرنے اور میرے **معمولات، نقل وحرکت کی نگرانی** کرنے پر **لگادیا جائے**۔ میں کہیں جاؤں تو میرے **پیچھے** کوئی لگا ہو میں ٹیلی فون کروں تو وہ سنے جائیں میرے **ٹیلی فون کے بل** نکلوانے جائیں اور **دیکھے جائیں** کیا اس سب سے بہتر یہ نہ تھا کہ پہلے دن ہی براہ راست مجھ سے بات کر لی جاتی؟ اس طرح لوگوں کو ملوث کر لینے سے مجھ پر کیا گزری ہوگی اس کا اندازہ مشکل نہیں میرے گناہ اپنی جگہ لیکن یہ جان کر میرا کیا حال ہوگا کہ یہ سب اصمعی صاحب نے کرنے کو کہا؟ اصمعی صاحب نے جنھیں میں واقعتاً اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہوں جن سے میں ہر بات کرسکتا ہوں جن کی ہر بات سن سکتا ہوں جن سے نجی معاملات میں مشورے لیتا ہوں اور ان مشوروں کی مدد سے فیصلے کرتا ہوں۔ بس یہی میرا دکھ ہے۔ سو میں نے آپ سے بیان کر دیا اصمعی صاحب آپ کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ میں اپنی تمام تر کمزوریوں اور کوتاہیوں کے باوجود آپکے بارے میں کیا رائے رکھتا ہوں۔ میری تکلیف ہی یہ ہے کہ مجھ سے براہ راست بات کیوں نہ ہوئی خیر چلئے جو ہوا سو ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید اسی میں اللہ نے خیر رکھی ہوگی۔ اب آیئے دوسرے معاملات کی طرف اس حوالے سے میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ آپ میرے لیے دعا کریں اور ہو سکے تو مجھ پر اعتماد کریں میں انشاءاللہ کوشش کروں گا کہ آئندہ کسی کو شکایت نہ ہو۔ اس ضمن میں کوئی مشکل محسوس ہوگی تو آپ سے بات کرلوں گا۔ میں کچھ معاملات میں قصوروار ہوں اور کچھ میں بے قصور تاہم اس کی تفصیل اب بجائے خود غیر ضروری ہے۔ بس میرے لیے دعا کریں میں خود بھی اپنے رب کے آگے ہر وقت عفو کا طالب گار ہوں اللہ سے امید ہے کہ سارے معاملات انشاءاللہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ والسلام آپ کا بھائی رفیق افغان

رفیق افغان کے اس مبہم اور عذر گناہ اور اعتراف گناہ پر مبنی خط نے ثروت جمال اصمعی کو کسی حد تک مطمئن کر دیا۔ ۱۱ جون کی صبح انہوں نے ثریا بانو کا ایڈریس لیا اور دفتر میں کمپیوٹر آپریٹر کامران جودت کے ہاتھ ثریا کو خط بھجوایا۔ جس میں انہوں نے لکھا:

ثریا صاحبہ السلام علیکم آپ کئی دن سے دفتر سے غیر حاضر ہیں اس کی وجوہات کا مجھے اندازہ ہے مجھ سمیت دفتر کے کئی ساتھی گذشتہ خاصی مدت سے دفتر میں آپ کی بعض نامناسب سرگرمیوں کو نوٹ کر رہے تھے۔ میں نے اس سلسلے میں تحقیقات کی تو شکوک بالکل درست ثابت ہوئے اس معاملے کے دوسرے فریق سے میں نے براہ راست معلومات کی ہیں اور وہ تردید نہیں کر سکے ہیں۔ آپ کے پاس اگر اپنی صفائی میں کہنے کے لیے کچھ ہو تو تحریراً بھیج دیجئے تا کہ آپ کے موقف کا جائزہ لیا جا سکے۔ دوسری صورت میں آپ کے لیے دفتر آنا مناسب نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ دفتر کی طرف سے کسی کاروائی کے بجائے آپ خود استعفیٰ دے دیں۔ والسلام ثروت جمال اصمعی ایک بھائی کی حیثیت سے آپ کے مسائل کے حل میں جو مدد میرے لیے ممکن ہوگی اس کے لئے ہر وقت تیار ہوں"۔

۱۱ جون کی شب ایک بجے رفیق افغان نے ثروت جمال اصمعی کے گھر فون کیا اور انتہائی غصے میں ثریا کو خط لکھنے استعفیٰ طلب کرنے پر شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے گرم ہوئے اور ثروت جمال اصمعی سے کہا کہ وہ اپنا استعفیٰ بھی فوری طور پر لکھ کر دے رہے ہیں۔

بسم اللہ محترم اصمعی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ذاتی وجوہ کی بناء پر بدھ گیارہ جون سے دفتر آنے سے قاصر ہوں اس

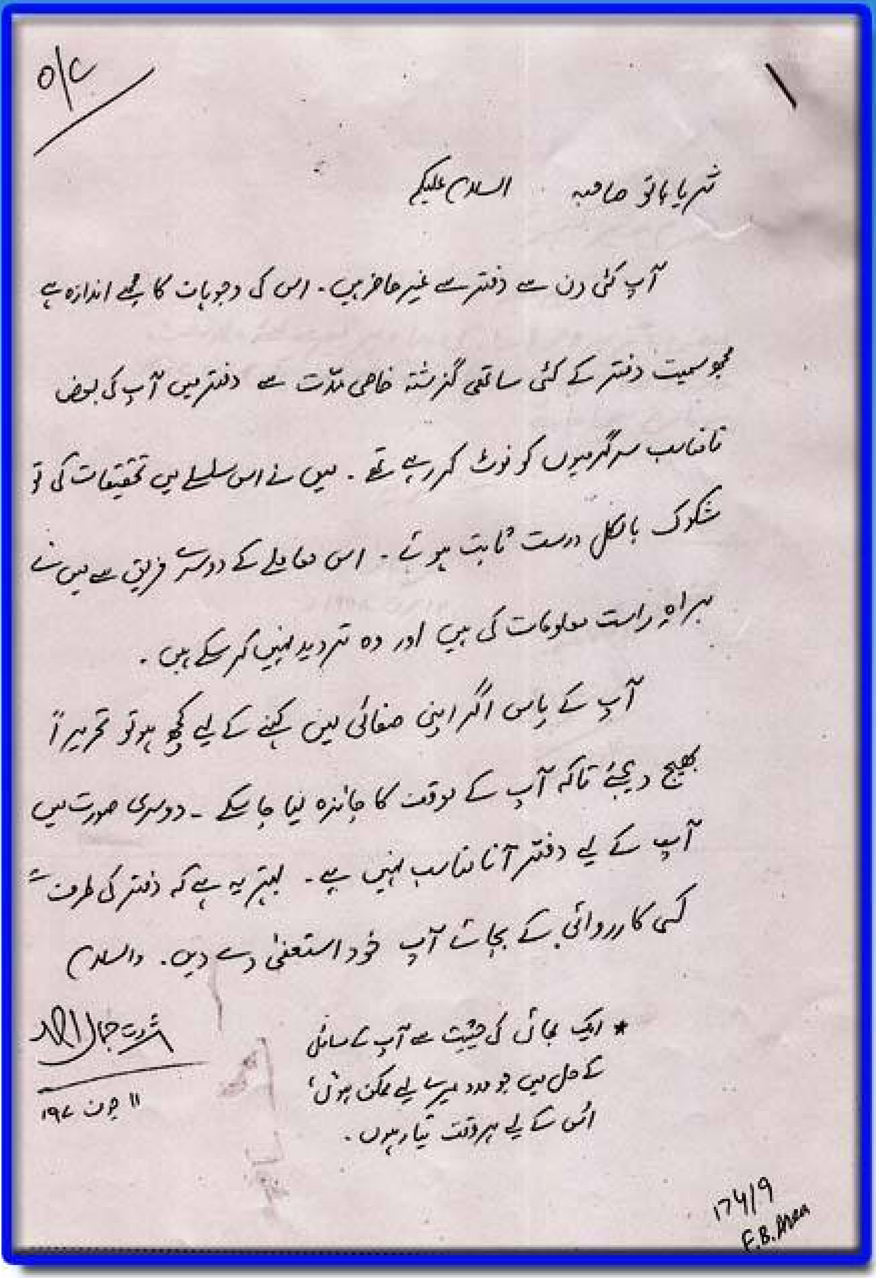

O/C

ثریا بانو صاحبہ   السلام علیکم

آپ کئی دن سے دفتر سے غیر حاضر ہیں۔ اس کی وجوہات کا مجھے اندازہ ہے
بخصوصیت دفتر کے کئی ساتھی گزشتہ خاصی مدّت سے دفتر میں آپ کی بعض
نامناسب سرگرمیوں کو نوٹ کر رہے تھے۔ میں نے اس سلسلے میں تحقیقات کی تو
شکوک بالکل درست ثابت ہوئے۔ اس معاملے کے دوسرے فریق سے میں نے
براہِ راست معلومات کی ہیں اور وہ تردید نہیں کر سکے ہیں۔

آپ کے پاس اگر اپنی صفائی میں کہنے کے لیے کچھ ہو تو تحریراً
بھیج دیجیے تاکہ آپ کے موقف کا جائزہ لیا جا سکے۔ دوسری صورت میں
آپ کے لیے دفتر آنا مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دفتر کی طرف سے
کسی کارروائی کے بجائے آپ خود استعفیٰ دے دیں۔ والسلام

ثروت جمال اصمعی
۱۱ جون ۹۷

* ایک بھائی کی حیثیت سے آپ کے مسائل
کے حل میں جو مدد میرے لیے ممکن ہوئی
اس کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔

17/6/9
F.B. Area

۱۱جون ۱۹۹۷ء ثروت جمال اصمعی نے ثریا بانو
سے استعفیٰ طلب کیا اس خط کا عکس

تاریخ سے میرا استعفیٰ منظور کرلیا جائے۔ رات ایک بجے گیارہ جون ۱۹۹۷ء رفیق افغان

۱۲ جون ۹۷ءکو ثریا کی طرف سے استعفیٰ کامران لے کر آیا جسے ثروت جمال اصمعی نے فوری طور پر منظور کرلیا۔ ۱۶ جون کو ثریا دفتر آ کر اپنی چیزیں لے گئیں۔ یہ وہ موقع تھا جو ثریا نے رفیق افغان کے سحر میں مبتلا ہو کر گنوا دیا۔ وہ اگر چاہتی تو ثروت جمال اصمعی کی مدد حاصل کر کے رفیق افغان کے فریب کا جال توڑ سکتی تھی مگر ثریا ابھی تک جھوٹ مکر و فریب کی ڈوری میں رفیق افغان کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ ۱۴ جون کو ثروت جمال اصمعی نے رفیق افغان کے استعفیٰ کے جواب میں خط تحریر کیا جس میں انہوں نے لکھا:

''۱۱ جون کی رات تحریر کردہ آپ کا دستی استعفیٰ مجھے ۱۲ جون کی صبح مل گیا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں ادارے کے ڈائریکٹر سے رابطہ کیا اور آپ سے ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو کی روشنی میں انہیں آپ کے استعفیٰ کا اصل سبب بھی بتایا ہم سب کی متفقہ رائے یہ ہے کہ ثریا سے وضاحت طلبی پر آپ کا مستعفی ہونا قطعی بلا جواز ہے۔ ایڈیٹر کا فرض ہے کہ ادارے میں ہونے والی کسی بھی نامناسب سرگرمیوں پر متعلقہ کارکن سے باز پرس کرے خصوصاً جبکہ معاملہ انتہائی سنگین اور اخلاقی نوعیت کا ہو۔ ایڈیٹر کی جانب سے اس فرض کی ادائیگی پر کسی بھی ساتھی کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کی اطلاع کے لئے لکھ رہا ہوں کہ ثریا نے وضاحت طلبی پر صفائی کے موقع کو استعمال کرنے کے بجائے ذاتی وجوہ کے حوالے سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ یہ واضح طور پر ان کی جانب سے غلطی کا اعتراف ہے کیونکہ ایسے سنگین معاملات میں مشتبہ قرار دیئے جانے پر بے قصور شخص اپنی صفائی کا حق لازماً استعمال کرتا ہے اس کے بعد آپ کا

بسم اللہ

محترم اصمعی صاحب۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

ذاتی وجوہات کی بنا پر بدھ گیارہ جون سے دفتر آنے سے قاصر ہوں۔ اس تاریخ سے میرا استعفیٰ منظور کیا جائے

رات آٹھ بجے۔

گیارہ جون 1997۔

۱۱ جون ۱۹۹۷ء رفیق افغان کی طرف سے ثروت جمال اصمعی کو دیے جانے والے استعفیٰ کا عکس

محترم مدیر تکبیر

السلام علیکم

بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر میرے لیئے ملازمت جاری رکھنا ممکن نہیں رہا ہے براہ کرم مجھے یکم جون 1997 سے فارغ سمجھا جائے

شکریہ

ثریا بانو

۱۲ جون ۱۹۹۷ء

استعفیٰ منظور کیا جاتا ہے۔

ثروت جمال اصمعی

۱۲ جون ۹۷ء

۱۲ جون ۱۹۹۷ء ثریا بانو نے تکبیر کے شعبہ ادارت سے استعفیٰ دیا جسے ثروت جمال اصمعی نے منظور کیا استعفیٰ کا عکس

اپنے استعفیٰ پر قائم رہنا مزید بے جواز ٹھہرتا ہے۔ اس لیے میرا آپ کو قطعی مخلصانہ اور خیر خواہانہ مشورہ ہے کہ اپنا استعفیٰ واپس لے لیں اور اپنے فرائض حسب معمول انجام دیں۔ یہ سب سے زیادہ آپ کے اپنے مفاد کا تقاضہ ہے۔ کیونکہ اس طرح آپ کی اچانک علیحدگی سے لوگوں کے ذہنوں میں جو سوالات پیدا ہوں گے ان سے کسی واضح جواب کی عدم موجودگی کے سبب ناگفتی معاملات کی تشہیر کا امکان ہے جبکہ ان پر پردہ پڑا رہنا ہم سب ہی کے لیے بہتر ہے۔ امید ہے کہ آپ میری اس خیر خواہانہ گزارش پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے اور انشاء اللہ درست فیصلہ کریں گے آپ کے لئے دعا گو آپ کا بھائی ثروت جمال اصمعی

۱۴ جون ۹۷ء یہی وہ وقت تھا جب ثروت جمال اصمعی، سعدیہ انجم، پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ کو رفیق افغان کے کرتوتوں کو طشت ازبام کر دینا چاہئے تھا۔ تکبیر کے قارئین کو اعتماد میں لے کر ساری صورتحال حالات اور معاملات کو سامنے لے آنا ضروری تھا مگر ایسا نہ ہو سکا۔ جس کا فائدہ رفیق افغان کو پہنچا۔ تکبیر کا شمارہ نمبر ۲۹/ ۵ جولائی ۹۷ء ناموں کی تبدیلی کے ساتھ آیا جسے تکبیر اور امت میں ادارتی تبدیلیوں کا نام دے کر نوٹ لگایا گیا۔ رفیق افغان کا نام تکبیر سے یکسر خارج کرنا بھی شاید تکبیر کے ڈائریکٹران کے لئے ممکن نہ تھا۔ اس لئے رفیق افغان کا نام شعبہ مشاورت میں شامل رکھا گیا۔ تکبیر کے وہ رکن جو امت کے لیے بھی کام کر رہے تھے بدستور اپنی ذمہ داریاں دونوں جگہ نبھا رہے تھے۔ تکبیر کے ڈائریکٹران انہیں امت چھوڑنے پر مجبور کرنے سے قاصر رہے۔ یوں بظاہر تکبیر امت میں ادارتی امور الگ ہوتے ہوئے رفیق افغان کا تکبیر کی ادارت سے استعفیٰ دینے کے باوجود رفیق افغان کے نام کا رعب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم رفیق افغان جی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۱ جون کی رات تحریر کردہ آپ کا دو سطری استعفیٰ مجھے ۱۲ جون کی صبح مل گیا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں ادارے کے ڈائریکٹرز سے رابطہ کیا اور آپ سے ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو کی روشنی میں انھیں آپ کے استعفیٰ کا اصل سبب بھی بتایا۔ ہم سب کی متفقہ رائے یہ ہے کہ ثریا بانو سے وضاحت طلبی پر آپ کا مستعفی ہونا قطعی بلاجواز ہے۔ ایڈیٹر کا فرض ہے کہ ادارے میں ہونے والی کسی بھی نامناسب سرگرمی پر متعلقہ کارکن سے باز پرس کرے خصوصاً جبکہ معاملہ انتہائی سنگین اور اخلاقی نوعیت کا ہو۔ ایڈیٹر کی جانب سے اس فرض کی ادائیگی پر کسی بھی ساتھی کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

آپ کی اطلاع کے لیے لکھ رہا ہوں کہ ثریا بانو نے وضاحت طلبی پر صفائی کے موقع کو استعمال کرنے کے بجائے ذاتی وجوہ کے حوالے سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ یہ واضح طور پر اُن کی جانب سے غلطی کا اعتراف ہے کیونکہ ایسے سنگین معاملات میں مشتبہ قرار دیئے جانے پر بے قصور شخص اپنی صفائی کا حق لازماً استعمال کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ کا اپنے استعفیٰ پر قائم رہنا مزید بے جواز ٹھیرتا ہے۔ اس لیے میرا آپ کو قطعی مخلصانہ اور خیرخواہانہ مشورہ ہے کہ اپنا استعفیٰ واپس لے لیں اور اپنے فرائض حسب معمول انجام دیں۔ یہ سب سے زیادہ آپ کے اپنے مفاد کا تقاضا ہے، کیونکہ اس طرح آپ کی اچانک علیحدگی سے لوگوں کے ذہنوں میں جو سوالات پیدا ہوں گے اُن سے کسی واضح جواب کی عدم موجودگی کے سبب ناگفتنی معاملات کی تشہیر کا امکان ہے جبکہ اُن پر پردہ پڑا رہنا ہم سب ہی کے لیے بہتر ہے۔ امید ہے کہ آپ میری اس خیرخواہانہ گزارش پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے اور ان شاء اللہ درست فیصلہ کریں گے۔ آپ کے لیے دعاگو

آپ کا بھائی

ثروت جمال

۱۲ جون ۹۷ء

۱۲ جون ۱۹۹۷ء ثروت جمال اصمعی نے رفیق افغان کو خط تحریر کیا اس خط کا عکس

برادرم رفیق صاحب   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۱۔ جنگ کے کامرس رپورٹر رفیق بشیر صاحب سے غالباً آپ نے رابطہ کر لیا ہوگا۔ پیرسوں میں ان کا رابطہ نمبر آپ کے لیے دے گیا تھا۔

۲۔ اجمیر نگری تھانے کی وضاحتیں دیکھ لیجئے اور مناسب کارروائی کیجئے۔

۳۔ آغا طارق اور خالد مسعود وغیرہ کے لینڈ اسکینڈل کے بارے میں مزید انکشافات پر مبنی ایک خط بھیج رہا ہوں۔ خبر بنائی جا سکتی ہے۔

۴۔ آج ایک بجے آپ کے گھر فون کیا تو آپ سو رہے تھے۔ موبائل پر کئی بار کوشش کے باوجود رابطہ نہ ہو سکا۔ مجھے امید ہے کہ آپ خود رابطہ کریں گے۔ مجھے اپنے ۱۲ جون والے خط کے جواب کا بھی انتظار ہے۔ براہ کرم اس میں مزید تاخیر نہ کریں کیونکہ معاملات کو جلد از جلد کوئی حتمی شکل دینا ضروری ہے۔ غصہ اور جلد بازی میں کیے ہوئے فیصلے

کبھی درست نہیں ہوتے۔ میں نے جو کچھ کیا آپ کی بھلائی کے لیے کیا ... ان معاملات کو اس حقیقت کی روشنی میں ... والسلام آپ کا مخلص

۱۶ جون ۱۹۹۷ء

(۱) رفیق بشیر کی فی الحال گنجائش نہیں۔

(۲) اجمیر نگری کی وضاحت متعلقہ رپورٹر کو بھجوا دی گئی ہے۔

(۳) فیصلہ کر لیا ہوں تو ثانی کی گنجائش محسوس نہیں کرتا۔ فیصلے کے لیے معاملات [redacted] اپنی مرضی سے طے کر لیں میرے لیے قابل قبول ہوئے تو قبول کر لوں گا [redacted]

۱۶ جون ۱۹۹۷ء ثروت جمال اصمعی کی طرف سے رفیق افغان کے نام خط کا عکس جس میں ۱۲ جون کے خط کے جواب کا انتظار

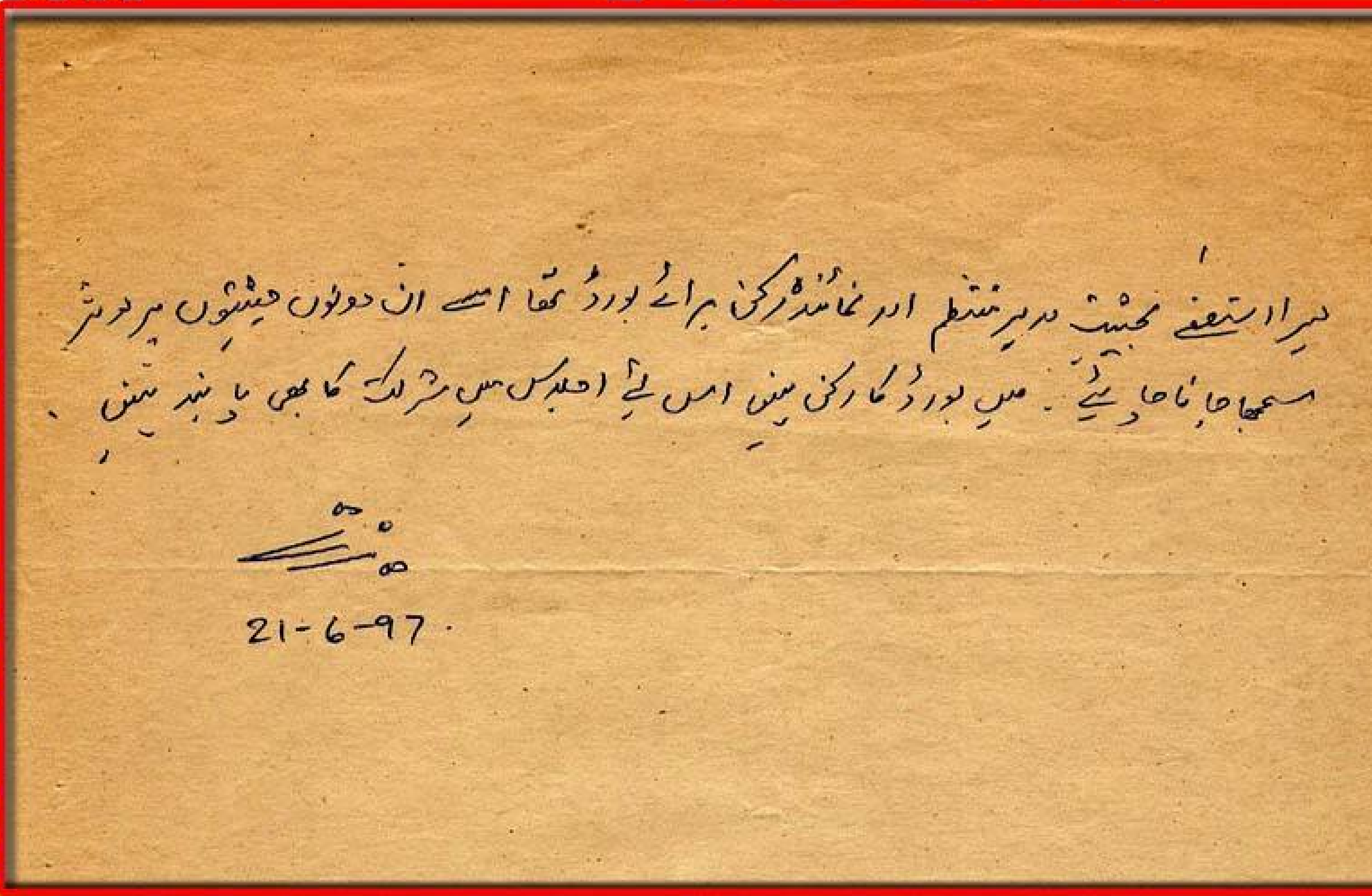

میرا استعفیٰ بحیثیت مدیر منتظم اور نمائندہ رکن برائے بورڈ تھا اسے ان دونوں حیثیتوں پر موثر
سمجھا جانا چاہیے۔ میں بورڈ کا رکن نہیں اس لیے اجلاس میں شرکت کا بھی پابند نہیں۔

21-6-97.

۲۱ جون ۱۹۹۷ء رفیق افغان کی اپنی تحریر میں ہفت روزہ تکبیر سے استعفیٰ کا عکس

ودبدبہ بدستور تکبیر میں جاری رہا۔۱۲ جولائی ۹۷ءکو تکبیر کے شعبہ تحقیق کی رکن ملکہ افروز روہیلہ کو رفیق افغان نے دفتری اوقات میں فون پر سخت لہجے اور طیش میں دھمکیاں دیں۔ملکہ جسے رفیق افغان کے مشکوک حرکات کی بناء پر پہلے ہی سے ان پر شبہ تھا ثروت جمال اصمعی اور ثریا کا معاملہ سامنے آنے کے بعد وہ واضح طور پر ثروت جمال اصمعی کا ساتھ دینے لگی جس پر رفیق افغان نے فون پر غصے میں دھمکی دیتے ہوئے کہا:”مت آگ لگاتی پھریں، میں اگر سیڑھیاں چڑھا تو (واضح رہے کہ رفیق افغان تکبیر کی تیسری منزل سے اتر کرامت کے دفتر پہلی منزل پر منتقل ہو گئے تھے) اصمعی، متین سب بلوں میں گھس جائیں گے۔میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا سب کو دیکھ لوں گا۔حکیم کو بھی سمجھا دیں وہ ان کا ساتھ نہ دے“۔۱۵ جولائی ۹۷ءکو ملکہ تکبیر کے لیے مہاجر رابطہ کونسل کے نصرت مرزا کا انٹرویو کرنے گئی تو انہوں نے تکبیر اور رفیق افغان کے معاملے پر محتاط انداز میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ”صلاح الدین صاحب کہتے تھے کہ میں جب باہر جاتا ہوں تو رفیق پیچھے سے دودھ میں مینگنیاں ڈال دیتا ہے۔ان میں بڑے اختلافات تھے“۔۱۶ جولائی ۹۷ءکی شام ساڑھے پانچ بجے دفتر تکبیر پر پولیس نے الفلاح تھانے کے ایس ایچ او ممریز خان کی سرکردگی میں چھاپہ مارا ممریز خان نے ثروت جمال اصمعی سے کہا”الفلاح تھانے میں روزنامہ عوام اور ہفت روزہ تکبیر کے خلاف قتل کے ایک مقدمے میں ایف آئی آر درج ہوئی ہے۔مدعی کا کہنا ہے کہ ان اخبارات کی رپورٹنگ کے ردعمل میں اس کے دو بیٹے دہشت گردوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے ہیں۔اس لیے ہمیں متعلقہ رپورٹر اور بحیثیت مدیر آپ کے علاوہ مدیر منتظم کی حیثیت سے رفیق افغان صاحب بھی مطلوب ہیں۔

ممریز خان نے جس ایف آئی آر کا ذکر کیا وہ انسپکٹر عزیز الرحمٰن کی طرف سے اس کے دو بیٹوں کے قتل کے بعد درج کرائی گئی تھی۔ جس میں اس کا موقف تھا کہ تکبیر میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں اس کے بیٹوں کا نام جان بوجھ کر اس انداز سے ڈالا گیا کہ متحدہ نے ردعمل کے طور پر اس کے بیٹوں کا قتل کر دیا۔ انسپکٹر کا کہنا تھا کہ یہ کام بعض ایجنسیوں نے پیسہ دے کر متعلقہ رپورٹر اور ایڈیٹر کے ذریعہ کرایا۔ مذکورہ رپورٹ تکبیر کے رپورٹر رفعت سعید کی تھی۔ اس رپورٹ کے حوالے سے جنگ کے شعبہ اشتہارات کے واحد بن ہاشم کا یہ بیان نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو انہوں نے ایک نجی محفل میں دیا ان کا کہنا تھا کہ ''مذکورہ رپورٹ کی تصیح و تردید کے لیے میں نے انسپکٹر عزیز الرحمٰن کے ساتھ رفیق افغان سے سینکڑوں بار رابطہ کیا فون پر بات کی ملاقات کی اس نے وعدہ بھی کیا کہ وہ تردید لگا دے گا مگر ایسا نہ ہو سکا نتیجتاً انسپکٹر کو اپنے ان دونوں بیٹوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔'' جنگ کے کرائم رپورٹر نجیب احمد اور تکبیر کے رفعت سعید نے تکبیر پر پڑنے والے اس چھاپے کو رفع دفع کرتے ہوئے معاملہ ختم کرایا۔ ممریز خان ثروت جمال اصمعی کو گرفتار کر کے نہ لے جا سکا۔ لیکن دفتر تکبیر پر پولیس چھاپہ اپنے پیچھے یہ سوال چھوڑ گیا کہ کیا یہ محض ایک تھانیدار کا ذاتی اقدام تھا؟ یا اس حراسمنٹ کے پیچھے کسی کا ہاتھ تھا؟ ثروت جمال اصمعی کے تکبیر کی باگ دوڑ سنبھالنے کے بعد دفتر تکبیر کے ملازمین واضح طور پر دو تین گروپ میں تقسیم ہونے لگے۔ ایک تو وہ رکن تھے جو دل سے ثروت جمال اصمعی کا ساتھ دے رہے تھے کہ تکبیر جس مشن جذبے اور سچائی کے لیے نکالا گیا ہے وہ برقرار رہے اور رفیق افغان نے جس برائی کا بیج بویا ہے اسے یہیں ختم کر دیا جائے۔ دوسرا گروپ ان

پولیس "امت" اور "تکبیر" کے ایڈیٹروں کو گرفتار کرنے دفتر پہنچ گئی

اطلاع ملتے ہی رپورٹرز اور فوٹوگرافرز جمع ہوگئے، ڈی آئی جی کراچی سے رفیق افغان کا فوری رابطہ، پولیس کو واپس جانے کا حکم

فوری تحقیقات کرکے رپورٹ پیش کی جائے، وزیراعظم کی آئی جی پولیس کو ہدایت، شیخ رشید، مشاہد حسین، سینیٹر سیف الرحمان و دیگر حکام کا اظہار ہمدردی

ذمہ دار پولیس افسر معطل، وزیراعلیٰ سندھ کی جانب سے مکمل تحقیقات کی یقین دہانی، غلام رسول زاہد کو تفتیشی افسر مقرر کر دیا گیا

ایس ایچ او الفلاح مریز خان نے یہ حرکت اپنے طور پر کی ہے، اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی، ڈی آئی جی

ایس ایچ او الفلاح تکبیر اور امت کے مدیر کو گرفتار کرنے آ رہے ہیں

تھانیدار دفتر سینٹر میں داخل ہو رہے ہیں

ایس ایچ او مدیر تکبیر کے دفتر میں چائے پی رہے ہیں

ایس ایچ او ناکام ہوکر واپس جا رہے ہیں

ایس، ایچ، او مریز خان کا تکبیر پر چھاپہ
امت میں شائع ہونے والی خبروں کا عکس

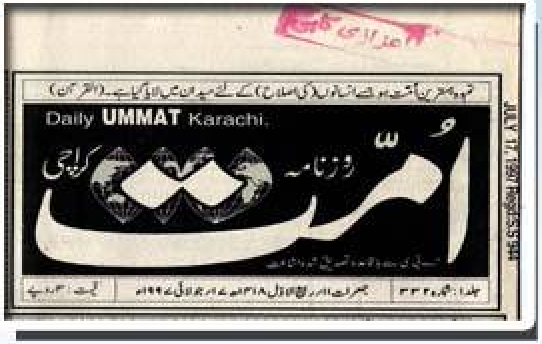

Daily UMMAT Karachi.

روزنامہ امت کراچی

JULY 17, 1997

... کی گئی۔

بقیہ: تھانیدار معطل

نے "اُمت" کے ایڈیٹر رفیق افغان کو ٹیلیفون کرکے بتائی۔ انہوں نے مدیر "اُمت" کو اس واقعہ کی تحقیقات کرانے کی یقین دہانی بھی کرائی۔ بعد میں ڈی آئی جی کراچی ملک اقبال نے فون پر بتایا کہ عمر یز خان کو معطل کرنے کے احکامات جاری کردیئے گئے ہیں اور ایڈیشنل ایس ایس پی غلام رسول زاہد کو اس واقعہ کا تفتیشی افسر مقرر کیا گیا ہے۔ ملک اقبال نے بتایا کہ عمر یز خان کی معطلی کے احکامات چونکہ دفتری اوقات کے بعد جاری کئے گئے اس لئے آج اس کا نوٹیفکیشن جاری نہیں ہوسکا یہ نوٹیفکیشن کل جاری کردیا جائے گا۔ واضح رہے کہ ایس ایچ او الفلاح ایڈیٹر تکبیر ثروت جمال اصمعی اور ایڈیٹر اُمت رفیق افغان کو گرفتار کرنے آئے تھے جن کے خلاف ڈی ایس پی عزیز الرحمن نے زیر دفعہ ۳۰۲ اور ۱۰۹ کے تحت ایف آئی آر درج کرائی تھی۔

۱۰۹ کے تحت ایف آئی آر درج کرائی گئی۔

بقیہ: اُمت / تکبیر

کے نتیجے میں ایس ایچ او کو واپس جانے کا حکم ملا جس پر ایس ایچ او اشتعال کے عالم میں واپس چلے گئے۔ این این آئی کے مطابق چار روز قبل الفلاح تھانہ کی حدود میں ڈی ایس پی عزیز الرحمن کے دو بیٹے اپنے محافظوں کے ہمراہ نماز جمعہ ادا کرکے واپس گھر جارہے

تھے کہ نامعلوم دہشت گردوں نے فائرنگ کرکے انہیں ہلاک کردیا۔ اس واقعہ پر ڈی ایس پی عزیز الرحمن نے الفلاح تھانہ میں ایم کیو ایم کے چار کارکنوں کے خلاف ایف آئی آر درج کرائی تھی اور یہ الزام لگایا تھا کہ ملزم طارق جبیر، سہیل کانڈو، مبین ٹنڈا اور وسیم نے ہفت روزہ تکبیر اور روزنامہ عوام میں خبریں شائع ہونے کے بعد مشتعل ہوکر میرے بیٹوں کو قتل کیا۔ اس پر ایس ایچ او الفلاح عمر یز خان پولیس پارٹی کے ہمراہ بدھ کی شام ہفت روزہ تکبیر کے دفتر پہنچے اور وہاں موجود اسٹاف سے ایڈیٹر اور رپورٹر کے بارے میں دریافت کیا۔ اس موقع پر امت کے ایڈیٹر رفیق افغان نے تھانہ انچارج سے کہا کہ اگر وہ ان کے بیانات لینا چاہتے ہیں تو دفتر سے چلے جائیں انہیں ادارے کے لیٹر ہیڈ پر بیان پہنچادیا جائے گا۔ اس پر ایس ایچ او نے جارحانہ ردعمل کا مظاہرہ کیا تو امت کے ایڈیٹر نے انہیں دس منٹ انتظار کرنے کے لئے کہا اور پھر سندھ کے ہوم سیکریٹری سے رابطہ کرکے انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ اس دوران ایس ایچ او الفلاح کی دفتر تکبیر آمد کی اطلاع پریس کلب میں بیٹھے ہوئے صحافیوں کو ہوگئی جس پر تمام اخبارات کے رپورٹرز اور فوٹو گرافرز دفتر تکبیر پہنچ گئے۔ انہوں نے ایس ایچ او کی تصاویر بنانا چاہیں تو تھانہ انچارج عمر یز خان برہم ہوگئے۔ اسی دوران ہوم سیکریٹری کی ہدایت پر ڈی آئی جی کراچی نے دفتر تکبیر فون کرکے انہیں فوری طور پر وہاں سے جانے کی ہدایت کی جس پر ایس ایچ او عمر یز خان ڈی آئی جی کراچی کو برا بھلا کہتے ہوئے روانہ ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد روزنامہ اُمت کے ایڈیٹر رفیق افغان نے اعلیٰ حکام کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے پولیس حکام کو بتایا کہ اس وقت پوری صحافتی برادری میں غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ ڈی آئی جی نے رفیق افغان کو یقین دہانی کرائی کہ یہ نامناسب کام ایس ایچ او نے اپنے طور پر کیا ہے اور اس سلسلے میں پولیس کے اعلیٰ حکام سے کوئی مشورہ نہیں کیا گیا۔ لہٰذا متعلقہ ایس ایچ او کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

کارروائی کی جائے گی۔

بقیہ: وزیراعظم / ہدایت

گرفتاری کی کوشش پر سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اس سلسلے میں سخت ایکشن لیں گے کہ آئندہ کسی کو ایسی جرأت نہ ہو۔ مدیر تکبیر ثروت جمال اصمعی اور مدیر اُمت رفیق افغان کی گرفتاری کی کوشش کی اطلاع ملتے ہی وزیراعظم کی ہدایت پر وفاقی وزیر ثقافت شیخ رشید احمد نے ایڈیٹر اُمت رفیق افغان کو ٹیلی فون کرکے ان سے اظہار ہمدردی کیا اور واقعہ کی تفصیلات دریافت کیں۔ شیخ رشید احمد نے بتایا کہ وزیراعظم اس سارے واقعہ میں ذاتی طور پر دلچسپی لے رہے ہیں۔ وزیراعظم ہی کی ہدایت پر سینیٹر سیف الرحمن نے بھی مدیر اُمت سے ٹیلی فون پر رابطہ کرکے اظہار افسوس کیا اور انہیں بتایا کہ وزیراعظم نے آئی جی پولیس سندھ کو ہدایت کردی ہے کہ وہ اس سارے معاملے کی مکمل تحقیقات کرکے رپورٹ پیش کریں۔ وزیراعلیٰ سندھ لیاقت علی جتوئی نے بھی اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہی رفیق افغان سے ٹیلی فون پر معذرت کی اور یقین دلایا کہ وہ اس سارے واقعہ کی ذاتی طور پر تحقیقات کریں گے۔ اطلاعات اور کھیلوں کے لئے وزیراعظم کے مشیر مشاہد حسین نے اطلاع ملتے ہی ٹیلی فون پر مدیر اُمت سے افسوس اور ہمدردی کا اظہار کیا انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے یہ بڑی شرمندگی کا مقام ہے کہ مسلم لیگ کے دور حکومت میں اس طرح کی ناخوشگوار صورت حال پیدا ہوئی۔ رفیق افغان

نے ہمیں بتایا کہ اس طرح کا کوئی واقعہ تو [illegible] کے دور حکومت میں بھی ہمارے ساتھ کبھی پیش نہیں آیا۔ اطلاعات کے لئے وزیراعلیٰ کے کنسلٹنٹ سید حفیظ الدین نے واقعہ کی اطلاع ملتے ہی فوری طور پر پولیس کے اعلیٰ حکام سے رابطہ کرکے انہیں معاملات کو سلجھانے کی ہدایت کی۔ چیف سیکریٹری سندھ سید سعید مہدی نے بھی رفیق افغان سے ٹیلی فون پر گفتگو کرتے ہوئے یقین دلایا کہ وہ اس سارے معاملے کی ذاتی طور پر تحقیقات کرائیں گے۔ سیکریٹری اطلاعات شفیق الرحمن پراچہ نے مدیر اُمت سے کہا کہ یہ واقعہ غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا ہے تاہم اس کے ذمہ داروں کو سزا دی جائے گی۔ ڈی آئی جی کراچی نے رفیق افغان کو بتایا کہ پولیس اور انتظامیہ کے اعلیٰ حکام کے علم میں لائے بغیر یہ کارروائی کی گئی جس کے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کی جارہی ہے۔ کھیلوں اور ثقافت کے لئے وزیراعلیٰ کے نمائندہ خصوصی سردار رحیم نے بھی ٹیلیفون کرکے رفیق افغان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا اس کے علاوہ راولپنڈی اور اسلام آباد کے اعلیٰ حلقوں نے بھی بڑی تعداد میں ٹیلیفون کرکے اس واقعہ کی مذمت کی۔

سابق مدیر تکبیر ثروت جمال اصمعی
کا دفتر تکبیر پر چھاپہ، احتجاجی بیان

باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت ABC CERTIFIED شام کے تمام اخبارات سے زیادہ
روزنامہ عوام کراچی
Daily Awam Karachi

ایس ایچ او کا اقدام ذاتی فیصلہ نہیں ہو سکتا، اصمعی

تکبیر کے ایڈیٹر کی گرفتاری کیلئے پولیس کا دفتر میں آنا منصوبہ بندی کا حصہ ہے

ایک روزنامہ کی ایک روز پہلے کی خبر میں بتایا گیا کہ اس سلسلے میں ایس ایس پی نے اجلاس منعقد کیا

پولیس کے اجلاس میں طے کیا گیا کہ صحافیوں کے ساتھ نرم سلوک روا نہیں رکھا جانا چاہئے

پولیس کے چند اہلکار بعض ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں، ڈی آئی جی نے معاملہ خوبی سے سنبھالا

بلاتاخیر ضروری اقدامات عمل میں لائے جائیں، وزیراعظم نواز شریف کے نام مکتوب

کراچی (پ ر) مدیر تکبیر ثروت جمال اصمعی نے

بقیہ نمبر 8 صفحہ 3

طارق موچی کیخلاف تھانوں

ملازمین کا تھا جنہیں صرف اپنی ملازمت سے غرض تھی۔ وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ طاقت اقتدار جس کے پاس ہے اسی کا ساتھ دینا چاہئے۔ رفیق افغان کی برطرفی کے باوجود وہ یہ سمجھتے تھے کہ صلاح الدین شہید کا داماد ہونے کے ناطے اور طاقتور ایجنسیوں کی آشیر باد کے سبب رفیق افغان آج بھی ثروت جمال اصمعی، متین الرحمٰن مرتضیٰ سے زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ آج نہیں تو کل وہ واپس پھر اسی سیٹ پر آجائے گا لہٰذا اس سے بگاڑ کر نہ رکھی جائے۔ جبکہ تیسرا گروپ تھا ہی ان افراد کا جو خالصتاً رفیق افغان کے مفادات کے لیے کام کر رہے تھے۔ یہ افراد منافقت سے، پروپیگنڈے سے، رفیق افغان کے مفادات کا تحفظ کرتے ہوئے ثروت جمال اصمعی کے خلاف باتیں پھیلاتے۔ ان کے کاموں میں رکاوٹ ڈالتے۔ اور تکبیر کا گراف گرانے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ رفیق افغان نے بہت ہوشیاری سے نئی چال یہ چلی کہ محمد صلاح الدین کے رشتے دار ملازمین کو بے جا مراعاتیں دے کر نوازش کر کے انہیں اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ ۲۰ جولائی ۹۷ء کو بیگم صلاح الدین شہید کا بھانجا وقار اپنی مسز کے ساتھ حکیم سید نصیر الدین، ملکہ افروز روہیلہ کے گھر آیا۔ اس ملاقات میں وقار نے ثروت جمال اصمعی کے خلاف جی کھول کر پروپیگنڈہ کیا اور ثریا کے اسکینڈل کو بھی ثروت جمال اصمعی کا فریب نظر قرار دینے کی کوشش کی۔ ۴ اگست ۹۷ء کو دفتر تکبیر کا روم نمبر ۱۰ جو سعدیہ انجم کے نام تھا جس کا کرایہ سعدیہ کو جاتا تھا رفیق افغان نے یہ کہہ کر خالی کرالیا کہ یہ روم میرا ہے یہاں اس نے اپنے آدمیوں سے تالے ڈلوادیے۔ روم نمبر ۱۰ میں تکبیر کی لائبریری اور میٹنگ کا شعبہ تھا۔ اچانک دفتر چھن جانے سے تکبیر میں افراتفری پھیل گئی۔ کتابوں کی الماری ثروت جمال

اصمعی کے گھر پر شفٹ کی گئیں۔ شعبہ تزئین و کمپیوٹر سیکشن روم نمبر ۲ میں شفٹ کیا گیا۔ ملکہ کو دفتر کے بجائے ثروت جمال اصمعی کے گھر لائبریری میں منتقل کر دیا گیا۔ ۲۰ اگست ۹۷ء کو ثروت جمال اصمعی بحیثیت تکبیر کے ایڈیٹر کے لندن کے دورے پر روانہ ہو گئے۔ (ثروت جمال اصمعی کی لندن روانگی کے بعد ان کے گھر شاہدہ نے فون کیا اور بیگم اصمعی کو اس بات پر راضی کیا کہ رفیق اور اصمعی کو صلح کر لینی چاہئے۔ ۲۵ اگست ۹۷ء کی رات ایک بجے حکیم سید نصیر الدین کے گھر تکبیر کے مدیر منتظم محمود احمد خان کا فون آیا کہ بیگم صلاح الدین کے گھر ڈاکو آ گئے تھے۔ سعدیہ بھی گھر پر ہی تھی۔ ڈاکوؤں نے خواتین کو حراساں کرنے کی کوشش کی۔ کوئی جانی مالی نقصان نہیں ہوا۔ سب خیریت سے ہیں۔ ساتھ ہی محمود احمد خان کا تبصرہ تھا کہ ڈاکوؤں کا ڈرامہ بھی رفیق افغان ہی کی کوئی سازش لگتی ہے۔ ۲۷ اگست ۹۷ء کو روزنامہ امت نے صلاح الدین شہید کے گھر ہونے والی ڈکیتی پر اداریہ لکھا جس میں سوال کیا گیا کہ یہ ڈکیتی تھی یا دہشت گردی کی کوشش؟ سعدیہ انجم نے اس ڈکیتی کے حوالے سے بتایا کہ جس ڈاکو نے اس کے ہاتھ سے حمزہ کو چھینا تھا اس کا چہرہ سعدیہ کو شناسا سا محسوس ہوا بعد میں اسے یاد آیا کہ اس لڑکے کی تصویر وہ امت میں ایم کیو ایم کے حوالے سے چھپی ہوئی دیکھ چکی ہے۔ سعدیہ بھی اس ڈکیتی کو جس میں ڈاکوؤں کا مقصد جان یا مال کے بجائے صرف خوفزدہ کرنا محسوس ہوتا تھا۔ ڈمی محسوس ہوئی۔ محمد صلاح الدین شہید کے اہل خانہ اور تکبیر کے ساتھ جو حالات واقعات پیش آ رہے تھے ان سے واضح تھا کہ رفیق افغان معاملات کو بگاڑنے پر کمر بستہ ہیں لہٰذا تکبیر کے دونوں ڈائریکٹران ثروت جمال اصمعی اور متین الرحمٰن مرتضیٰ نے ۱۵ اکتوبر

یہ ڈکیتی تھی یا دہشت گردی کی کوشش؟

شہید صلاح الدین کے گھر پر بظاہر ڈکیتی کی ایک کوشش اہل خانہ کی دلیری سے ناکام ہوئی مگر گھر میں گھس آنے والے مسلح افراد یا تو بہت بزدل تھے اور یا پھر وہ ڈاکو نہیں تھے بلکہ ان کا مقصد محض اہل خانہ کو خوفزدہ کرنے کی ایک حرکت تھی۔ شہید صلاح الدین کی اہلیہ نے امت کو بتایا کہ ڈاکو گھر کے لاؤنج میں داخل ہو گیا تھا۔ لیکن اس نے کسی چیز کو نقصان پہنچائے بغیر اپنے دوسرے ساتھی کو جو اس کے پیچھے کھڑا تھا کہا کہ واپس چلو۔ گھر میں ہر چیز کھلی پڑی تھی مگر انہوں نے کسی چیز میں دلچسپی نہیں لی۔ ڈاکوؤں نے باہر جانے کے لئے گیٹ کھلوانے کی بھی کوشش نہیں کی بلکہ گیٹ پھاند کر باہر چلے گئے۔

گھر میں داخل ہونے والا اندازِ روایتی ڈاکوؤں کا تھا کہ انہوں نے آٹھ مہمانوں کو جو گھر سے رخصت ہو رہے تھے واپس دھکیل کر ڈرائنگ روم میں بند کیا جنہیں بعد ازاں پولیس نے موقع پر پہنچ کر بند کمرے سے نکالا۔ قرائن یہ بتا رہے ہیں کہ یہ ڈاکوؤں کے روپ میں دہشت گردوں کا کوئی ٹولہ تھا جن کا مقصد اہل خانہ کو خوفزدہ کرنا تھا مگر خوفزدہ کرنے کی اس کوشش کا مقصد ہنوز ایک سوال ہے۔ اس کا کوئی تعلق تکبیر یا امت کی پالیسی سے معلوم نہیں ہوتا کیونکہ تکبیر یا امت کی پالیسی پر اثر انداز ہونے کے خواہش مندوں کی خواہش شہید صلاح الدین کے اہل خانہ کو خوفزدہ کر کے کیوں کر پوری ہو سکتی ہے؟ ان مطبوعات کی پالیسی یہ اہل خانہ تو نہیں بناتے تکبیر کی پالیسی پر احتجاج کے لئے تو ایڈیٹروں پر دباؤ ہوتا ہے اہل خانہ پر نہیں۔ ہم حکومت سے مطالبہ کریں گے کہ وہ اس واقعے کی تحقیق اور اس کے ذمہ داروں کی گرفتاری کے ناگزیر تقاضے پورے کرے۔

27 اگست 97 امت

۲۷ اگست ۱۹۹۷ء میں محمد صلاح الدین (شہید) کے گھر ڈکیتی پر روزنامہ امت کا اداریہ

۹۷ء کو سابق حمید گل سے ملاقات کی اس ملاقات میں حمید گل نے ان حضرات کو یقین دلایا کہ وہ ان کے ساتھ تعاون کرینگے۔ ساتھ ہی رفیق افغان کو بھی تنبیہ کی جائے گی کہ وہ اپنے معاملات درست کرلیں۔ یکم اکتوبر ۹۷ء کو جسارت اخبار میں خصوصی عدالت کے چالان کے حوالے سے خبر چھپی جس میں ملکہ افروز، ثروت جمال اصمعی، فیض الرحمٰن، رفعت سعید وغیرہ کے نام دیے گئے۔ نومبر ۹۷ء میں سعدیہ انجم کو رفیق افغان نے گھر سے نکال دیا۔ سعدیہ انجم نے رفیق افغان کے علم میں لائے بغیر گھر کے فون کا ایکسٹینشن لگایا تھا جسے وہ رفیق سے چھپ کر رفیق کی گفتگو سننے کے لئے استعمال کرتی لیکن فوراً ہی سعدیہ کی یہ جرأت رفیق افغان کی نظروں میں آگئی اور انہوں نے اسی لمحے سعدیہ کو اپنی امی کے گھر پی ای سی ایچ ایس بھیج دیا۔ جنوری ۹۸ء میں رفیق افغان نے تکبیر چھپتے وقت پریس میں پہنچ کر بہت ہنگامہ کیا اور تکبیر کے شعبہ مشاورت سے زبردستی اپنا نام نکلوالیا۔ ان ہی دنوں متین الرحمٰن مرتضیٰ اسلام آباد میں ایک بار پھر حمید گل سے ملے اور ان سے رفیق افغان کے متعلق معاملات پر بات کی۔ فروری ۹۸ء میں ڈان کے سینئر صحافی خالد آذر جن کے ثریا بانو کے ساتھ فیملی روابط تھے ثروت جمال اصمعی سے ملے اور ثریا رفیق کے موضوع پر گفتگو کی خالد آزر کی اہلیہ یاسمین خالد نے ثریا سے بات کرکے ثریا کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ رفیق افغان کا ساتھ چھوڑ دے، بصورت دیگر رفیق افغان سے کہے کہ وہ اس کے ساتھ باقاعدہ شرعی طور پر نکاح کرے۔ ثریا نے دفتر تکبیر سے علیحدگی کے بعد اپنے گھر میں اپنی چھوٹی بہن سارا کو یہ بتایا تھا کہ کسی دفتری مسئلے کے سبب اس نے استعفیٰ دے دیا۔ سارا کو جب یاسمین خالد کے ذریعہ ثریا رفیق اسکینڈل کا علم ہوا تو گویا گھر میں قیامت آگئی۔ سارا نے ثریا کو جی بھر کے برا بھلا کہا اور گھر چھوڑنے کی دھمکی دے دی۔ سارا نے رفیق افغان

سے رابطہ کر کے اسے اپنی بہن کو اپنانے کا کہا لیکن رفیق افغان کا ایسا کوئی ارادہ یا خیال نہ تھا رفیق کو یہ بات بھی بری لگی کہ سارا کے علم میں یہ تعلق آیا کیسے۔ خالد آذر نے کئی بار رفیق افغان سے ملنے اور ثریا کے موضوع پر بات کرنے کی کوشش کی تھی مگر رفیق افغان نے انہیں ملاقات کا وقت نہیں دیا۔ سعدیہ انجم رفیق افغان کے گھر سے نکالے جانے کے بعد اپنی امی کے گھر میں رہ رہی تھی۔ سعدیہ انجم اپنے ابا جان کے دفتر میں جاکر دفتری امور بھی انجام دینا چاہتی تھی مگر رفیق افغان کی طرف سے شادی کے بعد سے یہ آرڈر تھا کہ جس دن سعدیہ نے تکبیر کے دفتر میں کام کرنے کے لئے قدم رکھا رفیق افغان دفتر چھوڑ دیں گے۔ اور سعدیہ کو طلاق دے دینگے۔ ۷ افروری ۹۸ء کو علی حمزہ سعدیہ انجم کی گود سے اچھل کر پہلی منزل کے ٹیرس سے گراؤنڈ فلور پر گر کر زخمی ہو گیا۔ علی حمزہ کی ٹانگ میں فریکچر ہوا۔ اتنے بڑے حادثے پر بھی رفیق افغان اپنے بیٹے کو دیکھنے نہیں آئے۔ ۲۶ اپریل ۹۸ء کو حمید گل اور بیگم صلاح الدین کے درمیان ایک میٹنگ ہوئی۔ میٹنگ میں بیگم صلاح الدین پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ سب باتوں کو بھلا کر سعدیہ انجم کو رفیق کے گھر واپس بھیج دیں۔ بیگم صلاح الدین نے کہا کہ سعدیہ کو رفیق نے اپنے گھر سے بے عزت کر کے نکالا ہے۔ پھر رفیق افغان کے یکے بعد دیگرے غیر عورتوں سے تعلقات یہاں تک کہ دفتر میں ملازم کارکن ثریا کے ساتھ ان کے اسکینڈل کے بعد اب ان پر کیا بھروسہ اعتماد کیا جائے۔ رفیق افغان نے اپنے خاص افراد کے ذریعہ جہاں ثروت جمال اصمعی کے خلاف یہ پروپیگنڈہ شروع کر رکھا تھا کہ ثروت جمال اصمعی تکبیر پر قبضہ کر رہے ہیں۔ اسے ذاتی جائداد بنا رہے ہیں ان کا معیار زندگی، گھر گاڑی پر آسائش رہن سہن شاندار گھر کی آرائش زیبائش تکبیر پر اضافی بوجھ ہے۔ یہاں تک کہا گیا کہ تکبیر کے بانی محمد صلاح الدین کے گھر کا نقشہ اور ثروت

جمال اصمعی کے گھر میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ثروت جمال اصمعی پر تکبیر کے ۳۰ ہزار روپے مبلغ ہر ماہ خرچ ہوتے ہیں جبکہ ان میں نہ مدیر اعلیٰ بننے کی صلاحیت ہے اور نہ منتظم اعلیٰ۔ دفتر پر ان کا کوئی کنٹرول نہیں تکبیر دن بہ دن خسارے میں جا رہا ہے۔محمد صلاح الدین کی شہادت کے وقت تکبیر کا پرنٹ آرڈر ۲۷ ہزار سے ۳۰ ہزار تھا۔لیکن رفیق افغان کے تکبیر سنبھالتے ہی اشاعت گھٹ کر ۱۸ ہزار رہ گئی ۔جب ثروت جمال اصمعی نے زمام تکبیر سنبھالی اس کی اشاعت ۱۸ سے ۱۹ ہزار کے قریب تھی۔رفیق افغان نے محمد صلاح الدین کے بھانجے محمد اعظم کا تھرو پروپر چینل بیگم صلاح الدین کے ذریعہ بحیثیت مینیجر تقرر کرادیا۔بیگم صلاح الدین کے ایک بھانجے محمد وقار تو پہلے ہی رفیق افغان کے مفادات کے لئے ان کا ساتھ دے رہا تھا محمد اعظم رشتے میں وقار کا برادران لا ءبھی تھا۔اعظم نے تکبیر میں سیٹ سنبھالتے ہی پہلی منزل پر جا کر رفیق افغان سے گائیڈنس لینے کے لیے میٹنگ شروع کردی ۔جون ۹۸ء میں اعظم کے تقرر کے ساتھ ہی یہ خیال مزید پختہ ہونے لگا کہ ثروت جمال اصمعی کا اقتدار عارضی ہے تکبیر کی باگ دوڑ بالاخر رفیق افغان نے سنبھالنی ہے کیونکہ وہ محمد صلاح الدین کے داماد ہیں ۔یہ باتیں بہتر تواتر سے پھیلائی جانے لگیں۔بیگم صلاح الدین کو ثروت جمال اصمعی اور متین الرحمٰن مرتضی کے خلاف تکبیر کے ایسے اعدادوشمار سامنے لائے جاتے جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ رفیق کے جانے کے بعد تکبیر خسارے میں جارہا ہے اور یہ سب ثروت جمال اصمعی کی نااہلی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔بیگم صلاح الدین اور ثروت جمال اصمعی کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے میں تکبیر کے سینئر رکن نمایاں کردار ادا کر رہے تھے۔وقار، اعظم، مالی مفادات کے عوض رفیق افغان کے لئے کام کر رہے تھے۔سعدیہ انجم نے اپنی امی کے گھر رہتے ہوئے ثریا سے رابطہ کرنیکی کوشش کی ابتداء میں انہیں کامیابی

نہیں ہوئی۔ اسی دوران شاہدہ عبدالخالق نے پھر سے سعدیہ انجم اور ثریا سے فون پر رابطے شروع کر دیئے۔ ثریا کی بہن سارا اس سارے معاملے میں چونکہ رفیق افغان کو قصوروار سمجھتی تھی اس لیے اس نے سعدیہ انجم کا ساتھ دیتے ہوئے ثریا پر دباؤ ڈالا کہ وہ رفیق افغان کے خلاف اپنی زبان کھولے۔ سعدیہ انجم رفیق افغان کے خلاف قانونی جنگ لڑنے کی تیاری کر رہی تھیں۔ اس ضمن میں وہ ایسے ثبوت اکٹھے کر رہی تھیں جس سے رفیق افغان کے خلاف اخلاقی بدعنوانی کا مقدمہ دائر کیا جا سکے۔ ۱۸ جون ۹۸ء کو سعدیہ انجم نے اپنی کوششوں سے ثریا کو اس بات پر قائل کر لیا کہ وہ فیق افغان اور اپنے خصوصی تعلقات کی تمام تفصیلات بصورت خط تحریر کرے۔ ثریا نے سعدیہ کے نام خط لکھا بعد میں یہی خط ثریا نے اس وقت کے چیف آف آرمی اسٹاف جہانگیر کرامت اور آئی ایس آئی کے سابق سربراہ حمید گل کے نام خط لکھا۔ اس خط میں ثریا نے تحریر کیا: پیاری سعدیہ السلام علیکم

حالات ایسے ہیں کہ میں دعائے خیر بھی نہیں کر سکتی کیونکہ بے سکون میں بھی ہوں تو چین سے تم بھی نہیں ہوگی۔ میں تمہارے لیے اجنبی تو پہلے بھی نہیں تھی لیکن کچھ عرصہ سے میرے حوالے سے تمہیں بہت تکلیف پہنچی ہے اسی لیے میں تم سے بات کرنے کی ہمت نہیں کر پاتی تھی۔ لیکن اب حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ سوائے اللہ کی ذات کے کوئی ہمدرد کوئی خیر خواہ نظر نہیں آتا پھر میرے دل کا بھی عجیب عالم ہے کچھ پتہ نہیں کس وقت بند ہو جائے۔ تو میں نے سوچا کہ تم سے ہی کچھ دل کی باتیں کر لوں، تم ایک عورت ہونے کے ناطے سے میری مجبوری یا میری کمزوری سمجھ جاؤ اور میرے لیے تمہارے دل میں جو بدگمانیاں ہیں شاید کچھ کم ہو جائیں۔ پوری دنیا میں جسے اپنا سمجھا اور جس نے ہر ہر لمحہ اپنی محبت کا اپنی وفا اور چاہت کا یقین دلایا اسی کے سہارے اپنی زندگی

کے مشکل ترین دور سے گزر گئی۔ لیکن یکا یک ایک دن معلوم ہوا کہ وہ شخص تو ہر رشتے ہر تعلق سے انکار کرتا ہے اس وقت جب میں اپنا سب کچھ اس پر وار چکی۔ میرے پاس تو زندہ رہنے کے لئے کچھ بھی باقی نہ بچا میں تو پاگل سی ہو گئی تھی۔ ایسے میں مجھے اچانک حمید گل صاحب کا خیال آیا کیونکہ رفیق ان کا ذکر بہت احترام اور محبت سے کرتا تھا اس کا کہنا تھا کہ وہ اس کی بات بہت سمجھتے ہیں۔ اسی خیال سے میں نے اپنی پوری روداد جو ۹۳ء سے شروع ہو کر آج تک گزرنے والے تمام حالات پر مشتمل تھی تحریر کر دی۔ لیکن افسوس میری توقعات پوری نہیں ہوئیں اور انہوں نے مجھے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ شاید اسی لیے تو وہ اتنے یقین سے کہتا ہے کہ جنرل صاحب اس کی بات فوراً سمجھ جاتے ہیں۔ اسی لیے تو انہیں اپنا پیر مانتا ہے۔ ایک معمولی لڑکی سے زیادہ شاید ان کی مصلحتیں اور سیاسی مفاد زیادہ اہم ہوں۔ انہیں امت کے پلیٹ فارم کی ضرورت ہو۔ جہاں سے وہ مسلم امہ، ملک و قوم کی فلاح کے لئے بیانات چھپوا سکتے ہوں۔ ان سے مایوس ہو کر پھر میں بہت مشکل و تلاش کے بعد ان دو گواہوں تک پہنچی جو میرے اور رفیق کے نکاح میں گواہ تھے۔ تمہارے لیے یہ بات ہی چونکانے والی ہو گی خیر تفصیل اس کی میں آگے بتاتی ہوں۔ اس پر تین لوگوں کے دستخط تھے جن میں سے دو نام میرے ذہن میں رہ گئے تھے جاوید اور طارق۔ خیر بڑی مشکلوں سے ان کے نمبرز حاصل کر کے فون پر رابطہ کیا لیکن وہ دونوں ہی ایسے کسی نکاح کے گواہ بننے سے انکاری تھے۔ پھر مجھے ہوش آیا کہ میرے ساتھ محبت کے نام پر کیسا دھوکہ ہوا۔ سعد یہ ۹۳ء سے رفیق صاحب کا میرے ساتھ انداز تبدیل ہونا شروع ہوا مجھے محسوس ہوا کہ میرے ساتھ بات کرتے ہوئے ان کا لہجہ رومینٹک سا ہو جاتا ہے اور مختلف بہانوں سے بات کرنے کے مواقع تلاش کرنے لگے ہیں۔ کبھی کہتے میرے ساتھ

ڈنر پر چلو جو ظاہر ہے کہ مجھے بے حد عجیب سا لگا۔ پہلی دفعہ ان کی اس آفر کے جواب میں نے کہا تھا اچھا انجم اور سب کو بھی ساتھ لیتے ہیں اور چلتے ہیں تو کہا کہ نہیں میرا دل چاہتا ہے کہ بس ہم دونوں ہوں پھر ایک دن کہا کہ میں تمہیں یونیورسٹی کے زمانے سے پسند کرتا ہوں لیکن اس وقت معلوم ہوا تھا کہ تمہاری منگنی ہو چکی ہے۔ میں نے کہا اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں اسی طرح میں حوصلہ شکنی کرتی رہی لیکن ان کا اصرار بڑھتا رہا کہ مجھ سے بات کر لیا کرو میں بہت ڈپریشن کا شکار ہوں بہت تنہا ہوں۔ اسی طرح ایک دن کہہ دیا کہ مجھ سے شادی کرو گی۔ ظاہر ہے کہ میرا جواب انکار میں تھا۔ بات بہت تفصیلی ہو جائے گی قصہ مختصر کوئی ایک سال میرے انکار ان کا اور ان کے اصرار کا گذرا۔ روز اپنی محبت کا یقین دلانا یہ کہنا کہ مجھے صلاح الدین صاحب اور انجم نے بھی اجازت دی ہوئی ہے۔ یہ بھی کارگر نہیں ہوا تو پھر اپنی بیماری کا ذکر اور یہ ظاہر کیا کہ خدانخواستہ آنتوں کا کینسر ہے اور زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔

اب انجم میں ایک کمزور سی لڑکی تو تھی چاہے جتنی میچور عقلمند اپنے آپ کو سمجھتی تھی لیکن فطری طور پر عورت بے وقوف ہی ہوتی ہے۔ آخر ایک ایسے شخص اتنے عرصے سے اپنی محبت چاہت کا یقین دلاتا رہا جو اتنا مضبوط بہادر بظاہر دیندار شخص تھا آخر میں پگھل ہی گئی۔ جو اللہ رسول کا واسطے وقسمیں کھا کھا کر یقین دلا رہا ہے جس کا امیج ایک بہادر شخص اور مجاہد کا بنا ہوا ہے لیکن اس وقت بھی میں نے کہا کہ یہ سب انجم کی رضامندی سے ہوگا کیونکہ اپنی ماں کے متعلق تو اتنے یقین سے یہ ظاہر کرتے تھے کہ انہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا جسے ایک دفعہ مجھے کہا میں نے اپنی شادی کے دوسرے دن ہی اپنی اماں سے کہہ دیا تھا کہ میں دوسری شادی کروں گا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ کیا شادی کرنا مذاق ہے آخر خود اپنی مرضی سے شادی کی تھی کسی نے زبردستی تو نہیں کی تھی۔ اس پر مجھے سارا قصہ سنایا کہ

شادی کیسے ہوئی تھی۔ میں صلاح الدین صاحب سے بہت متاثر تھا کیونکہ وہ ایک سچے اور بہادر انسان تھے (وہ تو یقیناً تھے اپنے اللہ کے سامنے سرخرو ہوں گے لیکن تم کیا ہو کاش تم میں بھی یہ خوبیاں ان کے پاسنگ ہی ہوتیں) خیر تمہارے متعلق یہ تاثر دینا کہ مجھے پسند نہیں آئی، محبت نہیں ہے گو بہت اچھی خیال رکھنے والی باوفا بیوی ہے میں اس کو چھوڑوں گا بھی نہیں لیکن اپنے دل کا کیا کروں جو تمہیں پسند کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دی کہ انہیں بھی حضرت عائشہ زیادہ پسند تھیں۔ جتنا ہو سکا میں نے مزاحمت کی لیکن جب مان گئی تو دل جان سے اس کی ہو گئی۔ پھر اس نے جو کہا اس پر آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئی اس کا کچھ انداز ہی اتنا جارحانہ ہوتا کہ میرے پاس کوئی چارہ ہی نہیں ہوتا وہ مجھے کوئی چوائس ہی نہیں دیتا تھا میں کبھی ناراض ہو جاتی تو ایسی جذباتی باتیں کرتا کہ سب کو پتہ چل جائے گا کہ تو میری عورت ہے۔ اس طرح کی اور بہت سی باتیں جن کا وہ ماہر ہے۔ فنکار ہے۔ تو مجھ جیسی سادہ دل جذباتی اور حساس لڑکی پر اثر کیسے نہ ہوتا۔ اکثر ہم ساتھ جاتے تھے کبھی مجھے بتایا جاتا کہ فلیٹ دیکھ رہا ہوں ایک دن کلفٹن سے گذرتے ہوئے کولمبس ٹاور دیکھ کر بتایا کہ میں نے یہاں بکنگ کروالی ہے۔ صلاح الدین صاحب کے دوست ہیں۔ اس لیے تھوڑے پیسوں میں بکنگ کروالی ہے۔ پھر ایک دن کہا کہ میں نے کل امی سے کہہ دیا کہ میں نے ایک لڑکی پسند کر لی ہے۔ اسی طرح کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر صلاح الدین صاحب کی شہادت کا واقعہ ہو گیا ظاہر ہے اس وقت اس بات کا کوئی موقع نہیں تھا کچھ عرصہ بعد میں نے اس فلیٹ کا پوچھا تو کہا یار پیسوں کی ضرورت تھی بکنگ کینسل کروا کر میں نے پیسے لے لیے۔ جلد ہی دوسرا دیکھیں گے۔ خیر پھر میری امی

بہت بیمار رہنے لگیں۔ ہاشانی اسپتال نمائش میں امی کو دیکھنے آئے پھر ان ہی دنوں میں میں نے کہا کہ اب امی کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تم بات کرلو جب بالکل آخر دنوں میں جب امی ضیاالدین اسپتال کے آئی سی یو میں Ventilator پر تھیں امی کو دیکھنے آئے واپسی پر مجھے کہا کہ ”میں نے تیری ماں سے کہہ دیا کہ آپ ثریا کی فکر نہ کریں وہ میری ذمہ داری ہے۔ اب میں سوچتی ہوں کہ اس موقع پر یہ بات کہنا اس شخص کی ہی پلاننگ ہوسکتی ہے اس نے جان لیا تھا کہ اب ان کا آخری وقت ہے کون ان سے یہ پوچھے گا کہ یہ بات صحیح ہے یا غلط اور یہی ہوا میری ماں تو اسی طرح بغیر کچھ کہے سنے اللہ کو پیاری ہوگئیں لیکن اب میں سوچتی ہوں کہ جو شخص قرآن ہاتھ میں پکڑ کر آفس والوں سے یہ کہہ سکتا ہے کہ ثریا میری بہن ہے اور اپنے مرے ہوئے باپ اور ماں کی قسم کھا کر اپنی محبت کا یقین دلا سکتا ہے وہ بستر مرگ پر پڑی ہوئی میری ماں کا کیا خیال کرسکتا ہے۔ پھر اس کے کچھ عرصے بعد مجھے ایک انگوٹھی پہنائی کہ بس تو میری ہے وغیرہ وغیرہ۔ پھر اپنی مصروفیت اور تکبیر میں بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کا تذکرہ پھر امت کا کام شروع ہونے سے متعلق مصروفیات جس کے متعلق کہتا تھا کہ یہ میں نے تیرے ہی کہنے پر شروع کیا ہے۔ باتیں تو میں لکھنا شروع کروں تو شاید پورا ناول بن جائے۔ پھر یہ ہوا کہ کچھ مطالبات بڑھنے لگے میرے انکار پر ناراضگی کا اظہار کہ تجھے ذرا احساس نہیں میری تنہائی میری اداسی کا میں سب سے بھاگ کر تیری پاس آتا ہوں اور تو میری بات نہیں مانتی۔ میں کتنے پریشرز میں گھرا ہوا ہوں۔ دیکھ گھر میں آفس میں عزیز رشتہ دار سب مجھ سے توقعات رکھتے ہیں۔ اپنی ضروریات اور مسائل کے لئے میری طرف دیکھتے ہیں جبکہ میرے لیے میری واحد

خوشی تو تو ہی ہے اور تو بھی نہیں سمجھتی ۔ تو میں کس کے پاس جاؤں مجھے واقعی رحم آجاتا لیکن میں کہتی کہ شادی کے بغیر میں تمہاری یہ بات نہیں مان سکتی پھر اپنے مسائل اور امت کا ذکر کہ سارا پیسہ اس میں لگا ہوا ہے ۔ میں ابھی تیرے لیے فلیٹ نہیں لے سکتا ۔ کچھ عرصہ ٹھہر جا تیری بہن کی بھی شادی ہو جائے میری بہن کی بھی ساری ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہو کر ہم پھر سب کے سامنے نکاح کریں گے ابھی خفیہ کر لیتے ہیں آخر میں بات طبیعت کی خرابی پر آجاتی تھی کہ میں اس کی بات نہیں مانتی تو اس کی بیماری میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے ۔ اب جب میں نے اسے اپنا سب کچھ مان لیا تھا اب میری غلطی تھی نادانی کہہ لو جو بھی تھی لیکن میں مکمل اس کے زیر اثر تھی اس کا اصرار بڑھتا ہی جا رہا تھا ناراضگی سے غصہ سے محبت سے ہر طرح سے کہ میں رضامند ہو گئی کہ یہی شخص تو میرا سب کچھ ہے میرا حال میرا مستقبل بس سب اللہ پر چھوڑ دیا لیکن میں نے بہت کہا کہ گواہوں کو میرے سامنے بلانا ۔ قاضی کا کہا تو جواب ملا کہ اسلام میں تو یہ سب بہت سادہ ہے بس مرد اور عورت کا ایجاب و قبول اور دو گواہوں کی تصدیق ضروری ہوتی ہے ۔ پھر ایک سادے کاغذ پر عبارت خود ہی لکھی نکاح نامہ کی کہ ''میں رفیق افغان ولد عبدالحمید افغان ثریا دختر ابراہیم کو بحق شرعی مہر (جو شاید تین سو یا ساڑھے تین سو تھا) نکاح میں لیتا ہوں اور کہا میں نے اپنے دوستوں کو بلایا ہے وہ آتے ہوں گے اپنے سامنے بلانے پر اصرار کیا تو کہا کہ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگے گی اور یہاں تیرے آفس میں ان کو بلانا مناسب بھی نہیں ہے ۔ وہ تجارت پیشہ لوگ ہیں دیر سے فارغ ہوتے ہیں ۔ میں نے یہ بھی کہا کہ کیا وہ لوگ تم سے کچھ پوچھیں گے نہیں تو بہت لاپرواہی سے کہا کہ نہیں وہ میرے ایسے دوست ہیں کہ میں ان سے

کہوں گا کہ میں نکاح کر رہا ہوں تو وہ کچھ بھی نہیں پوچھیں گے۔ اس کو تو اتنا بڑا مسئلہ بنا رہی ہے ورنہ یہ ایسی کوئی اہم بات نہیں ہے۔
بس تو مجھ پر یقین رکھ تو وہ کر جو تیرا دل کہتا ہے۔ تو میں وہی کرتی رہی جو دل کہہ رہا تھا کیونکہ میں نے شاید ہمیشہ دل کا ہی کہنا مانا ہے اور
شاید اسی لیے آج بربادی و تباہی کو گلے لگایا ہے۔ خیر میرے آفس میں ہونے تک تو کوئی نہیں آیا میں گھر آ گئی۔ رات کو میرے پاس
فون آیا کہ میرے دوست آ گئے تھے دستخط ہو گئے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے تمہیں دیکھا ہوا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ بہت
اچھی لڑکی ہے۔ دوسرے دن مجھے وہ برائے نام نکاح نامہ دکھا کر کہ جس پر دستخط تھے اور ایک شناختی کارڈ کی کاپی بھی تھی جس پر اس کی
تاریخ پیدائش شاید ۱۹۷۰ء تھی میں نے کہا بھی کہ یہ تو اتنا چھوٹا ہے تم سے تمہارا دوست کیسے ہے؟ خیر کچھ اس کا جواب بھی دے دیا تھا مجھے
یاد ہے کہ وہ پرچہ اس Vallet کے ڈبے میں تھا جو کچھ عرصہ قبل میں نے ہی جعفر جی سے اس کے لئے لیا تھا۔ پانچ سو روپے بھی
نکال کر مجھے دیئے کہ یہ تیرا مہر ہے۔ میں نے کہا کہ میں معاف کرتی ہوں لیکن اس نے یہ کہہ کر مجھے دیئے کہ نہیں یہ مرد کا فرض یا ذمہ
داری ہوتی ہے ادا کرنا۔ شاید اس وقت وہ خود ہی سوچ رہا ہوگا کہ کتنی بے وقوف لڑکی ہے پانچ سو روپے میں ہی دام میں آ گئی۔

میں یہ سوچتی ہوں کہ میں نے کتنی معصومیت سادگی اور خلوص سے دھوکہ کھایا اگر اس شخص میں ذرا سی بھی انسانیت کی رمق ہوتی
تو شاید ایک لمحے کے لئے سوچتا لیکن میں تو سوچتی تھی کہ جو کچھ اس کا ہے وہ میرا ہے اور جو کچھ میرا ہے وہ اسی کا ہے۔ سو جو کچھ میرے
پاس تھا وہ تو میں نے اس پر وار دیا۔ یہ وقت وہ تھا جب تم (سعدیہ انجم) Pregant تھیں یہ بات مجھے رفیق نے نہیں بتائی تھی بلکہ

آنٹی (بیگم صلاح الدین) کے فون سے معلوم ہوئی تھی جب میں نے اس (رفیق افغان) سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے تجھے اس لیے نہیں بتایا تھا کہ تو مجھ سے دور ہو جاتی میں تجھ سے کوئی اولاد کے لئے شادی نہیں کر رہا تھا۔ان باتوں کو میں اس کی محبت کی شدت سمجھتی میرے سامنے اپنے ہونے والے بچے کے لیے کوئی گرم جوشی کا اظہار نہ کرتا وہ کہتا کہ مجھے کوئی **Feelings** نہیں ہیں۔اور ایک بات بتاؤں جس دن تمہارا آپریشن ہو رہا تھا شاید دوپہر کا وقت تھا برابر میں اصمعی صاحب کے کمرے میں میٹنگ تھی۔ یہ اسپتال سے آ گئے تھے تھوڑی دیر وہاں رک کر میرے پاس آ گئے۔یہ یقین دلانے کے لئے کہ ان کے اولاد ہو رہی ہے لیکن میرے لیے ان کی چاہت محبت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔مجھے بتایا کہ آپریشن ہو رہا ہے خون کی ضرورت ہے اور شاید پیسے لینے آئے تھے۔ خیر یہ باتیں چھپی تو نہیں رہتیں درون خانہ لوگ باتیں کر ہی رہے ہوں گے لیکن میں اس کے سحر میں گم تھی یہی سمجھتی تھی کہ اس کا اتنا مضبوط بہادر سہارا ہے مجھے کیا فکر لیکن ایک دن جب میں آفس سے گھر آ گئی شام کو رفیق کا فون آیا کہ حالات کچھ خراب ہیں تم کچھ دن آفس نہ آؤ میں حالات سنبھالتا ہوں پھر تمہیں بتاؤں گا۔کوئی ایک ہفتہ بعد مجھے بتایا کہ حالات میں نے سنبھال لیے ہیں اصمعی صاحب کو کوئی غلط فہمی ہو گئی تھی۔ میں نے دور کر دی ہے اب کل سے تم آ جاؤ۔یہ مجھے دن میں بتایا اور شام کو آفس سے کامران جودت ایک خط لے کر آیا جس میں اصمعی صاحب نے لکھا تھا کہ آپ کی نامناسب سرگرمیاں کچھ عرصہ سے نظر میں تھیں شاید اسی لیے آپ آ نہیں رہی ہیں لہٰذا آئندہ بھی آنے کی زحمت نہ کریں۔اب لوگ کہتے ہیں کہ تمہیں اس وقت یہ حقیقت بتا دینی چاہئے تھی لیکن

میرے لیے اس وقت پوری دنیا میں ہمدرد راز دار محبوب دوست شوہر رفیق سب ہی کچھ تو وہ تھا۔ میں نے فوراً اس کو ہی بتانا تھا سو یہی
کیا اس کا مشورہ تھا کہ ٹھیک ہے تو استعفیٰ بھیج دے۔ جو میں نے بھجوا دیا۔ رفیق مجھے مستقل فون پر تسلی دلاسہ دیتے رہے کہ تو فکر نہ کر
تیرے لیے کوئی نوکریوں کی کمی ہے۔ ان لوگوں نے تیری توہین کی ہے میں تجھے عزت کے ساتھ واپس لے کر جاؤں گا۔ پھر شاید تین
چار دن بعد مجھے بتایا کہ میں بھی اوپر لات مار کر آ گیا ہوں۔ انہوں نے کہا تھا کہ ثریا کو نکال دیا ٹھیک ہے آپ یہیں رہیں لیکن میں
نے کہا کہ ثریا کو نکال دیا اس لیے کہ وہ لڑکی ہے کمزور ہے میں بھی جا رہا ہوں دیکھ تیری خاطر میں نے اتنا بڑا ادارہ چھوڑ دیا اور مجھے اس
کا کوئی افسوس بھی نہیں ہے۔ تیری محبت نے تو مجھے اتنی ہمت دی ہے کہ اتنا بڑا ادارہ چھوڑ کر اتنے چھوٹے آفس میں آ گیا ہوں اور کوئی
دکھ بھی نہیں ہے تجھے مجھ پر فخر نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے میں فخر کرتی تھی کہ ایک آدمی مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے اسی طرح وقت گزرتا رہا اور
بغیر نوکری کے میرے لیے حالات بے حد مخدوش تھے میں اپنی اور چھوٹی بہن کی واحد کفیل ہوں بھائیوں کا کوئی سہارا نہیں ہے میں کہتی
کہ میں بہت تھک چکی ہوں۔ بات کر لو تو کہا جاتا کہ بس تھوڑا اور صبر کر لے ابھی اگر میں ایسا کچھ کہتا ہوں تو جو یہ سب گند اچھالی گئی
ہے وہ سچ ثابت ہو جائے گی۔ میں تجھے گندہ کرنا نہیں چاہتا۔ جب میں گواہوں سے ملوانے کی بات کرتی تو کہتا کہ میں تیری اچھی
طرح ملاقات کروانا چاہتا ہوں کہ ان کو کہیں کھانے پر بلواؤں پھر تجھے ملواؤں۔ ایک دن میں نے بہت اصرار کیا تو جاوید جس کا ذکر
بہت کرتا تھا کہا کہ ابھی تیری بات کراؤں دوسرے فون پر نمبر ملوایا پہلے اس کے ابا سے بات کی پھر جاوید آیا میں دوسرے فون پر سن

رہی تھی اس سے کہا ہاں وہ جو کام ہوا تھا اسی سلسلے میں بات کرنی ہے۔نہیں مسئلہ تو کوئی نہیں بس ذرا میں چاہ رہا تھا کہ تم ان سے مل لو اب یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ اس شخص کے جھوٹ کی کوئی انتہا نہیں وہ اس سلسلے میں بہت بڑا فنکار ہے اپنے جھوٹ کو نبھانے کے لئے کسی بھی حد سے گزر جائے گا۔ یہ سلسلہ وعدوں اور باتوں کا چلتا رہا۔خیر گزشتہ رمضان میں ہمارے ایک جاننے والے گھر پر آئے اور ان کے ذریعہ سے سارہ کو یہ خبر مل گئی کہ رفیق افغان ثریا سے شادی کرنا چاہتے ہیں ۔اس لیے ثریا کو تکبیر سے نکالا گیا۔بس اس کے بعد سے سارا کا جو حال ہوا کہ وہ ایک کمرے میں بند ہو گئی ۔اس نے مجھ سے بات کرنا تو درکنار میری شکل دیکھنا بھی چھوڑ دی ۔آخری روزے اور عید ہمارے گھر میں سوگ کی طرح گزرے شاید ۱۰ دن تک ہمارے گھر میں کچھ نہیں پکا تھا۔گھر میں ہم دو بہنیں ہی تو تھے جو گزری وہ ہم ہی جانتے مجھے یہ خیال رہتا کہ دوسرے آنے جانے والوں کو کچھ پتہ نہ چلے کہ ہمارے گھر کوئی غیر معمولی حالات ہیں۔ لیکن سارا اپنے جذبات نہیں چھپا سکتی ہے باجی اپنے گھر میں الگ پریشان کیونکہ وہ بھی جان گئی کہ کیا بات ہے جس کی وجہ سے سارا کی یہ حالت ہوئی ہے۔انہوں نے بھی مجھے کہا کہ تم نے ایسی بات کیوں سوچی ایک عورت بن کر سوچو لیکن اس وقت اصل مسئلہ سارا کو نارمل کرنے کا تھا۔مجھے ڈر تھا کہ وہ کوئی غلط قدم نہ اٹھا لے جب اس مسئلے کے فوراً بعد میں نے رفیق کو بتایا تو وہ مجھ پر ناراض ہو گیا کہ میں نے باجی سے اس کا اعتراف کیوں کیا کہ رفیق مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں اس کا کہنا تھا کہ تجھے کہنا تھا کہ ایسا کچھ نہیں ہے میرے خلاف سازش ہو رہی ہے مجھے بدنام کیا جا رہا ہے اصل میں رفیق کے خلاف یہ سب کیا جا رہا ہے اس میں مجھے استعمال کیا گیا

ہے تو اس دن تو اس کا انداز خاصا Rude تھا کہ جنہوں نے بات خراب کی ہے ان سے ہی کہو کہ معاملہ سنبھالیں۔ ظاہر ہے کہ یہ میرے لیے اور بھی تکلیف دہ تھا۔ اس کے دو دن بعد پھر ذرا آرام سے بات کی جائے کہ دیکھو سارا کو ذرا ٹھنڈا ہونے دو اس کو سنبھالو پھر میں تری باجی سے بات کروں گا لیکن سارا تو کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھی اس کا کہنا یہی تھا کہ اس نے ایسی بات کیوں سوچی یہ مر کیوں نہیں گئی یہ سر پر دوپٹہ اوڑھ کر جاتی تھی اور کیا کرتوت تھے اس کے یہ خود بھی برباد ہوگئی اور مجھے بھی برباد کرے گی۔ میرے اصرار پر رفیق نے ایک صاحب سے بات کرنے پر رضامندی ظاہر کی جو سارا کو سمجھا سکتے تھے لیکن وہ فون کرتے رہے رفیق سے رابطہ نہ ہو سکا ڈائریکٹ پر فیکس لگا رہا اور دوسری طرف آپریٹر کہتا کہ صاحب نہیں ہیں۔ یعنی مجھ سے تو کہا کہ ملے گا اور دوسری طرف ملا بھی نہیں وہی جھوٹ اور فریب کا سہارا لیتا رہا۔ میری رفیق سے آخری بات محرم کی چاند رات کو ہوئی تھی اس کے چند دن بعد پھر سارا آپے سے باہر ہوگئی اس نے مجھ سے کہا کہ تم معاملہ ختم کرتی ہو ورنہ مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا ''میں ایدھی مرکز چلی جاؤں گی یا گاڑی کہیں ٹکرا دوں گی''۔ میں نے کہا ٹھیک ہے جیسا تم چاہو گی لیکن ایک دفعہ تم اس سے بات کرلو کیونکہ آخری دنوں میں اس نے کہا تھا کہ میں خود سارا سے بات کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی سمجھ میں بات آجائے گی۔ لیکن جب سارا نے فون کیا اس سے کہا کہ مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔ آپ گھر آیئے اس پر اس نے کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے Drive نہیں کر سکتا اچھا میں فون کر کے بتا دوں گا۔ لیکن وہ دن اور آج کا دن اس نے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ اب میری سمجھ میں یہ سب باتیں آتی ہیں کہ اسے کسی سے

بات تو نہیں کرنی تھی بس جب تک معاملہ چل سکے چلا لو لیکن اب بھی بعض اوقات یقین نہیں آتا کہ وہ شخص اتنی آسانی سے کہہ دے گا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ایک دفعہ وہ میرے سامنے نماز پڑھ رہا تھا تو میں نے سوچا تھا کہ ایسے شخص کو کچھ تو خوف خدا ہوگا جو اللہ کے سامنے جھک رہا ہے میرے ساتھ دھوکہ نہیں کرے گا اور یہی بات میں نے اس سے بھی کہہ دی تھی لیکن وہ جھوٹا بلکہ منافق آدمی ہے وہ اپنی غرض اور مطلب کے لئے ہر اخلاقی اور مذہبی معاشرتی حد سے گزر سکتا ہے۔ یہ سب بھی مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ جب میری بات کھلی آفس میں تو اس نے اصمعی صاحب کے سامنے قرآن اٹھا کر یہ کہا ”ثریا کو میں اپنی بہن سمجھتا ہوں“ بلکہ اصمعی صاحب نے مجھے اور اسے بہت قریب سے دیکھا تھا اور وہ یہ بات قرآن اٹھا کر کہتے ہیں ہاں وہ سچ کہتے ہیں میں بھی یہ بات قرآن اٹھا کر کہنے کو تیار ہوں اور اصمعی صاحب جیسا دیندار شریف اور خوف خدا رکھنے والا شخص جھوٹ نہیں بولے گا۔ وہ بھی اپنے انتہائی بہادر دوست ساتھی مربی و محسن کے داماد کے لئے اور ایک لڑکی کے بارے میں وہ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ کسی پر بہتان نہیں لگا سکتے۔ میں یہ بات رفیق سے کہتی تھی جس پر وہ مجھے بتاتا تھا کہ وہ لوگ سازش کر رہے ہیں انہیں مجھ سے ڈر ہے وہ نہیں چاہتے کہ میں دوبارہ یہاں آجاؤں تو میں یہی کہتی تھی کہ وہ لوگ ایسا ابھلا کیوں چاہیں گے تو ان کا کہنا یہ ہوتا تھا کہ انہیں خطرہ ہے مجھ سے۔ وہ (رفیق) قرآن اٹھا کر تم (سعدیہ) سے بھی تو میرے اور شاہدہ کے تعلق سے انکار کر چکا ہے۔ تو شاہدہ جس کے متعلق یہ کہتا ہے کہ میرا پروفیشنل تعلق تھا اس سے اور بعد میں میرے پیچھے پڑ گئی کہ مجھ سے شادی کرو تو اسی شاہدہ کو وہ یہ تحریر لکھ کر دیتا ہے کہ میرا ثریا سے کوئی تعلق تھا اور نہ ہے تو اب اس

سے یہ کوئی پوچھے کہ بھئی یہ ثریا سے کوئی تعلق نہیں تھا تو یہ تحریر لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور شاہدہ سے تمہارا کیا تعلق ہے جس کے بلانے پر اس کے گھر چلے جاتے ہو اور اس کے (نہ صرف شاہدہ سے بلکہ اس کی چھوٹی بہن (نادیہ عبدالخالق) سے بھی پینگیں بڑھاتے ہو) اور ابا کے سامنے یہ تحریر لکھ دیتے ہو اسی شاہدہ کو تم ثریا کو چھوڑنے کا بتاتے ہو اور اس کے جسم اور کردار کے متعلق سوئمنگ پول کے کنارے بیٹھ کر انتہائی رکیک جملے کہتے ہو۔ ثریا تو جو کچھ تھی تمہارے سامنے تھی اس نے تو تم سے کبھی اپنی عمر نہیں چھپائی میں نے تو خود تم سے کہا تھا کہ میں تو چالیس کی ہو جاؤں گی۔ اب کیا میں شادی کروں گی لیکن یہ تم ہی تو تھے جو اس کے آگے گڑگڑائے تھے بقول تمہارے کہ تم نے میرے لیے دعائیں کیں ہیں کہ اللہ میرے دل میں تمہاری محبت پیدا کر دے۔ مجھے نفرت اس سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے ہوتی ہے۔ مجھے گھن آتی ہے اس سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے آتی ہے میں بہت مضبوط کردار اور سمجھدار بنتی تھی کس آسانی سے کس آدمی کے دام میں آئی اس کے جو انسان کہلانے کا حقدار نہیں ایک دفعہ میں اس کو اس کا اسٹار سنا رہی تھی جس میں اس کی صلاحیتوں جسمانی اور ذہنی طاقت کے لئے اوسط درجے کا ریچھ کی عاریت استعمال ہوئی تھی اسے یہ اوسط درجے کا ریچھ کی علامت بہت پسند آئی تھی تو وہ مجھے اکثر اسی حوالے سے بات کرتا کہ تیرا یہ اوسط درجے کا یہ ریچھ کرے گا وغیر تو واقعی لیکن ریچھ بھی بھولا جانور ہے اس میں تو لومڑی کی مکاری فریب اور بھیڑیے کی خونخواری شامل ہے۔ مجھے اس نے برباد کیا مجھے شاید اس کا بھی دکھ نہ ہوتا لیکن اپنی بہن کو دیکھ کر میں ہر لمحہ احساس گناہ اور جرم کا شکار ہوں۔ میں نے اپنے ساتھ اس کی زندگی بھی برباد کی۔ آج وہی جس

نے مجھے قبول بھی کیا اب اگر وہ مجھے دھتکارے بھی مجھ پر اعتماد نہ بھی کرے تو میں شکایت نہیں کر سکتی۔ میں اس کی گناہگار ہوں
اگر میری وجہ سے میری بہن کی زندگی متاثر ہوئی تو شاید پھر میں اسے بد دعا دوں گی ورنہ میں نے آج تک اسے بد دعا نہیں دی ہے
لیکن اس نے میرا دل توڑا ہے جو خود سب سے بڑا گناہ ہے۔ بس یہی سوچتی ہوں کہ اس نے تو اپنی ماں بہن کا بھی خیال نہیں کیا۔
کیونکہ شاہدہ میرے سامنے اسے گالیاں فون پر سناتی، جواب میں وہ اس کی ماں بہنوں کو چوک میں لے جا کر جو کچھ کرنے کا عزم
وہ کرتا میں تو اسے قلم سے نہیں لکھ سکتی اور جواب میں وہی کچھ اس کی ماں اور اس کی معصوم چھوٹی بہن کے لیے وہی کچھ کرنے کا
شاہدہ کہتی تو یہ شخص تو بے غیرت ہے آج میں یہ بھی سوچتی ہوں کہ افغان جہاد میں ایسے مجاہد ایسے بہادر شریک تھے لہٰذا اس جہاد کا
اور افغانستان کا جب ہی یہ حشر ہے۔ دوسرے کی ماں بہنوں کو گالیاں دینا جواب میں تو اپنی ماں بہنوں کو ہی گالیاں کھلوانا ہوا نا۔
شاہدہ مجھے کہتی کہ میں تیرا اس کو پوچھتی تو وہ جواب میں مجھے ماں کی گالیاں دیتا کہ تکبیر والوں نے پانچ ہزار دے کر میرے
خلاف کر دیا ہے۔ بیان دلوا رہے ہیں وہ کہتی کہ اس کے منہ سے گالیاں سنے گی؟ میں نے کہا نہیں مجھے نہ سنواؤ میں نے اپنے
مرحوم شریف ماں باپ کی روح کو پہلے ہی بہت تکلیف پہنچائی ہے اب یہ سب تمہیں لکھ رہی ہوں کہ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا
میں نے نادانستگی میں تمہارا اور آنٹی کا دل دکھایا ہے لیکن میرا اللہ گواہ ہے کہ میں نے کبھی تمہارے لیے کوئی برا نہیں چاہا بلکہ ہمیشہ
جب وہ کہتا کہ ہاں امی سے تو اجازت ہے تو میں کہتی تمہیں تمہاری ماں تو دے دیں گی پہلے بیوی سے لو۔ اور میں بھی جب وہ اپنے

گھر سے فون کرتا گھر میں اس کی بہن اور بچے ہوتے تو میں کہتی کہ تمہارے ہاں سب اسی معمول اور سکون سے کام چل رہے ہیں۔ تمہاری بہنیں نہیں کہتی کہ بھابھی کو لے آئیں حمزہ کو یاد نہیں کرتیں۔ بھائی کا گھر خطرے میں ہے تو بہنیں کیسے سکون سے رہ سکتی ہیں۔ وہ کہتا چھوڑ کچھ اور بات کر بھابھی سے بات تو میں کر رہا ہوں۔ بس کبھی کبھی یہ بہت دل چاہتا ہے کہ اس کی ماں سے پوچھوں کہ وہ ان سب معاملات سے بے خبر ہیں ان کی بھی بیٹیاں ہیں اور کیا وہ اس سے اتنی مطمئن ہیں کہ ان کے تین انتہائی مضبوط بیٹے ہیں وہ چاہے عزتیں برباد کرتے پھریں زندگیاں برباد کردیں اور وہ اسے اپنے بیٹے کی غلطی کہہ کر پردہ ڈال دیں۔ ان کی ماں تو بڑی دیندار خاتون ہیں بلکہ شاید قرآن کی تفسیر پڑھاتی ہیں کیا نہیں جان سکتیں کہ میری بربادی کا ذمہ دار کون ہے اور اس شخص سے بھی یہ پوچھنے کو جی چاہتا ہے کہ تمہیں عورتیں تو مل جاتیں وہ عورتیں بھی جو اپنی ضرورت سے مجبور ہو کر اپنی مرضی سے کچھ وقت تمہارے ساتھ گزار لیتیں پھر میں ایک شریف تنہا لڑکی تھی تم دیکھتے تھے نماز پڑھتی تھی تم مجھے چھوڑ دیتے تو تمہارا کیا بگڑ جاتا آج تمہاری تو ایک معمولی غلطی کی وجہ سے میں اور میری بہن میری بڑی بہن سب متاثر ہیں۔ میرا کیریئر میرا اعتماد میری عزت میرا سکون سب ختم ہو گیا ہے۔ تم کیسے مرد تھے تم صرف اپنی ہوس پوری کرنے کے لئے ہی مرد تھے ورنہ تو تم انسان نہیں ہو لکھنے کو تو بہت کچھ ہے لیکن ختم کرتی ہوں ہو سکے تو مجھے معاف کردینا اور دعا کرنا۔

ثریا بانو

۲۰ جون ۹۸ء کو بیگم صلاح الدین کے گھر ثریا کی بہن سارا، سعدیہ انجم سے ملنے آئی۔ ثریا کے تحریر کیے ہوئے خط کی وجہ سے رفیق افغان

افغان پر حدود آرڈیننس کا مقدمہ بھی دائر ہو سکتا تھا۔ سارا کی خواہش تھی کہ سعدیہ انجم اس سارے معاملے میں رفیق کو قطعی معاف نہ کرے گو کہ اس مسئلے کا براہ راست شکار اس کی بہن ثریا ہوئی تھی لیکن وہ جانتی تھی کہ اس کی معصوم بہن کو رفیق افغان نے اپنے مکرو فریب کے جال میں پھنسا کر اس کی معصومیت کا قتل کیا ہے۔ رفیق افغان کے دھمکی آمیز فون کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔ وہ ثریا پر دباؤ ڈال رہا تھا کہ وہ اس کے خلاف زبان نہ کھولے اور نہ ہی تحریر میں کچھ لکھ کر دے مگر ثریا نے جب کئی صفحات پر مشتمل سعدیہ کے نام خط لکھ دیا تو رفیق افغان تک شاہدہ عبدالخالق کے ذریعہ فوری طور پر یہ بات پہنچ گئی۔ ۲۰ جون کی دوپہر جب سارا، بیگم صلاح الدین کے گھر آئی ہوئی تھی۔ شاہدہ ثریا کے گھر گئی اور ثریا کو مجبور کیا کہ وہ رفیق افغان سے اپنی لاتعلقی کا خط لکھے۔ ثریا کو یہ دھمکی بھی دی کہ رفیق افغان اسلحہ کے ساتھ اس کے گھر کے آس پاس موجود ہے وہ اور اس کی بہن سارا کو کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔ ثریا کے لیے اب کوئی راستہ نہیں تھا اس نے خوفزدہ ہو کر اس کاغذ پر دستخط کر دیے۔ جس کا مفہوم رفیق افغان کی حمایت میں تھا جس میں لکھا تھا کہ ”کچھ لوگ زبردستی مجھ سے رفیق افغان کے خلاف خط لکھوا رہے ہیں میرا رفیق افغان سے کسی بھی طرح کا کوئی بھی تعلق نہیں ہے“۔ شاہدہ اس پرچے پر ثریا کے دستخط لے کر فوراً بیگم صلاح الدین کے گھر پہنچی سارا جا چکی تھی۔ سعدیہ انجم اور ملکہ کے سامنے شاہدہ نے یہ پرچہ سعدیہ کو دکھایا اور کہا کہ اس تحریر کے بعد ثریا کے اس خط کی کوئی قانونی حیثیت نہیں رہ جاتی۔ سعدیہ انجم کو ایک بار پھر یہ محسوس ہوا کہ بظاہر رفیق افغان کو گالیاں دینے والی اس سے ہمدردی جتانے والی شاہدہ درحقیقت رفیق افغان کے مفادات کی نگران

ہے اس کا محمد صلاح الدین کے گھر اہل خانہ، دفتر تکبیر اور دیگر افراد محمود احمد خان، ثروت جمال اصمعی، رپورٹر محمد طاہر وغیرہ سے مسلسل رابطے میں رہنا رفیق افغان کو بروقت تمام اطلاعات پہنچاتے رہنا ہے اور رفیق افغان کی پوزیشن کو صاف رکھنا ہے۔ سعدیہ انجم اپنی اس سوچ اور اندیشے کا ملکہ کے سامنے اظہار کر کے رہ گئی۔ لیکن اب وہ دل میں تہیہ کر چکی تھیں کہ دفتر تکبیر کو اب وہ جوائن کر لے گی رفیق افغان کا ردعمل چاہے جو بھی ہو۔ ۱۷ جولائی ۹۸ ء کو بیگم صلاح الدین اور سعدیہ انجم نے دفتر تکبیر کا دورہ کیا ان ہی دنوں سعدیہ کو اپنے کزن وقار کے ذریعہ علم ہوا کہ رفیق افغان کے پرانے ساتھی محمد اکبر کا کہنا ہے کہ رفیق افغان اور سعدیہ جب گاڑی میں لانگ ڈرائیو پر جائیں تو سعدیہ پر جانی حملہ کیا جائے۔ رفیق افغان بھی اس حادثے میں ضرور زخمی ہو لیکن سعدیہ انجم کا کام تمام کر دیا جائے۔ اس خبر نے سعدیہ کو مزید جذباتی کر دیا۔ ۲۰ جولائی ۹۸ ء کو سعدیہ انجم نے باقاعدہ دفتر تکبیر جوائن کر لیا اور ثروت جمال اصمعی کے ساتھ مل کر معاملات دیکھنے لگی۔ ۴ اگست ۹۸ ء کو بیگم صلاح الدین کے گھر سعدیہ انجم کی آئی ایس آئی سابق سربراہ حمید گل سے ایک نشست ہوئی۔ جس میں سعدیہ نے ان کے سامنے رفیق افغان کا مسئلہ رکھتے ہوئے اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ وہ اب رفیق افغان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ شاہدہ نامی ایئر ہوسٹس کا معاملہ بھی بتایا گیا۔ شاہدہ کے چار بھائی چار بہنیں ہیں۔ شاہدہ کا ایک بھائی مراد اس وقت امت میں کام کر رہا تھا۔ یکم ستمبر ۹۸ ء کو پی ٹی وی پر مجوزہ شریعت بل پر حمایت کے لیے سعدیہ انجم کو بلایا گیا۔ محمد صلاح الدین شہید کی بیٹی کی حیثیت سے سعدیہ انجم کی شناخت اور عزت اپنی جگہ مسلمہ تھی۔ وہ بہت حوصلے اور عزم کے ساتھ تکبیر کے

معاملات کو سنبھالنا چاہتی تھی لیکن رفیق افغان کے مسلسل تعاقب نے سعدیہ پر دباؤ ڈالا ہوا تھا۔ سعدیہ انجم کے پھوپھی زاد بھائی اعظم نے جس کا تقرر رفیق افغان نے تھرو پروپر چینل بیگم محمد صلاح الدین کے ذریعہ کرایا تھا۔ اب اپنی مرضی ومنشاء کے کاموں کے لئے اسے استعمال کر رہا تھا۔ اعظم نے لاہور میں تکبیر کے بیورو آفس میں ۹۸ء میں سبرینہ نام کی خاتون کا تقرر کیا گیا۔ یہ خاتون انتہائی موڈرن لباس اور نامناسب انداز میں دفتری ذمہ داریاں نبھاتیں جو ہفت روزہ تکبیر کی شناخت، مشن اور نظریہ سے قطعی متضاد تھا۔ یہی نہیں بلکہ سبرینہ کی نمائندہ تکبیر نصر اللہ غلزئی سے دوستی کی باتیں پھیلائی گئیں۔ لاہور بیورو کے بزنس نمائندے سید اصغر عباس ان باتوں کے راوی ہیں کہ سبرینہ اور نصر اللہ غلزئی میں غیر معمولی طور پر دوستی اور تعلقات بڑھ رہے ہیں۔ ثروت جمال اصمعی ایڈیٹر ہونے کے باوجود اعظم کی جانب سے کیے گئے کسی بھی قدم کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھانے سے احتیاط برتتے۔ اعظم نے سعدیہ انجم کو ثروت جمال اصمعی کے خلاف اور ان کی ادارت وانتظامی امور کے خلاف کان بھرنا شروع کر دیئے تھے۔ تکبیر میں اعظم کا عمل دخل اتنا بڑھتا جا رہا تھا کہ اس نے لندن کا ویزہ حاصل کرنے کے لیے تکبیر کے وسائل کا بھرپور استعمال کیا ستمبر ۹۸ء میں ۵ ہزار روپے صرف اعظم کی اپنی ذاتی ٹیلی فون کالوں کا ادا کیا گیا۔ ۱۲ اکتوبر ۹۸ء کو اعظم لندن روانہ ہو گیا۔ بعض ذرائع کا کہنا ہے کہ اعظم کو ویزہ دلانے میں رفیق افغان نے بھرپور معاونت کی۔ محمد صلاح الدین کے ساتھی سید فیض الرحمٰن سعدیہ اور رفیق افغان کے درمیان صلح کرانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ سعدیہ انجم پر رفیق افغان سے صلح کے لیے مسلسل دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ ۲۰ نومبر ۹۸ء کو سعدیہ

انجم نے دفتر میں اپنی سہیلی ملکہ سے اپنے دو خواب ڈسکس کیے۔ سعدیہ انجم نے بتایا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ رفیق افغان کو فون کرتی ہے کہ وہ اسے آ کر لے جائیں۔ وہ جب رفیق کے ساتھ گھر جاتی ہے تو دیکھتی ہے کہ گھر بہت بڑا سا ہے لیکن وہ گھر سے علیحدہ ایک گیسٹ ہاؤس میں اسے لے کر جاتے ہیں۔ وہاں باتھ روم میں بہت ڈیکوریشن ہے اسے ایک بیگ وہاں دکھائی دیتا ہے سعدیہ جب اسے کھول کر دیکھتی ہے تو اس میں پتھر اور بچے نظر آتے ہیں۔ سعدیہ انجم نے اپنا دوسرا خواب یہ بیان کیا وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ ایک بڑے پروگرام میں جاتی ہے۔ وہاں سے جب پلٹنے لگتی ہے تو ایک عورت اس سے کہتی ہے کہ اپنی کچھ چیزیں تو لیتی جاؤ وہ کہتی ہے میری کیا چیزیں ہیں؟ تمیں سونے کی چوڑیاں جنھیں سعدیہ پہننے لگتی ہے۔ اسی دوران کوئی اور عورت سعدیہ سے کہتی ہے کہ میں بھی ان میں سے کچھ پہن لوں۔ سعدیہ جواب دیتی ہے ہاں ضرور۔ سعدیہ انجم کے ان دونوں خوابوں میں بہت واضح اشارے تھے۔ ملکہ کو محسوس ہو رہا تھا کہ سعدیہ معاشی تنگی اور بچے کی خاطر یوٹرن لینے پر مجبور ہو جائیں گی اور ان کا یہ فیصلہ خالصتاً دنیاوی لحاظ سے ہو گا۔ ۲۱ نومبر ۹۸ء کو پی ٹی وی پر سویرے سویرے پروگرام میں کراچی میں ۲۴۵ کے نفاذ کے بعد امن وعامہ کی صورتحال پر انٹرویو ٹیلی کاسٹ ہوا۔ ۲۸ نومبر ۹۸ء کو روزنامہ امت میں محمد صلاح الدین کے قاتلوں کی گرفتاری کی خبر شائع ہوئی۔ اسی عرصہ میں تکبیر کا رپورٹر محمد طاہر اور سعدیہ انجم کے درمیان لمبی نشستیں ہو رہی تھیں۔ یکم جنوری ۹۶ء کو رفیق افغان نے ہی محمد طاہر کا بحیثیت رپورٹر کے عارضی تقرر کیا تھا جسے بعد میں ستمبر ۹۶ء میں مستقل بنیادوں پر تکبیر کا نمائندہ قرار کر دیا۔ محمد طاہر کا ملعون محمد یوسف

کیس میں رفیق افغان کے ساتھ دن رات کا ساتھ رہا۔ اس دوران ملعون محمد یوسف جس نے نعوذ باللہ نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور عورتوں کے ساتھ خصوصی تعلقات رکھنے میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کی شکار عورتوں کو بعد میں محمد طاہر کے بقول رفیق افغان نے نہ صرف بلیک میل کیا بلکہ ان سے خصوصی تعلقات بھی رکھے۔ ۹۸ نومبر ۹۸ء کو جب روزنامہ امت میں محمد صلاح الدین شہید کے قاتلوں کی گرفتاری کی خبر شائع ہوئی تو دفتر تکبیر میں کام کرنے والے کارکنان عجیب گومگو کیفیت کا شکار تھے۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ ثروت جمال اصمعی محمود احمد خان اور سعدیہ انجم کا اقتدار کب تک چل سکتا ہے۔ انہیں تکبیر میں رفیق افغان کی واپسی کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ سید فیض الرحمٰن، وقار، ناصر محمود، رفعت سعیدیہ وہ افراد تھے جو بڑی دلیل اور دباؤ کے ساتھ سعدیہ اور رفیق کے مابین ہونے والی صلح کی باتیں کرر ہے تھے۔ سعدیہ انجم، محمد طاہر، ثروت جمال اصمعی، محمود احمد خان کے بیان کردہ ان حقائق سے بھی انکار نہیں کرسکتی تھی جو رفیق افغان کو صرف اس کا ہی نہیں بلکہ پورے ادارے کا مجرم قرر دیتے تھے۔ تکبیر کے ہی ایک رپورٹر فاروق عادل نے سعدیہ انجم سے کہا ''اگر آپ امت اور تکبیر کے درمیان پل بنیں گی تو یہ ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہوگا''۔ ۲۸ نومبر ۹۸ء کو ہی روزنامہ امت میں رفیق افغان نے اپنے کالم دوبدو میں اس وقت کے وزیراعظم نواز شریف کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ وزیراعظم اب آپ کی باری ہے صلاح الدین کا قاتل پکڑا گیا امت نے اپنا فرض ادا کر دکھایا اب آپ کی باری ہے صلاح الدین کے قاتل کو نامکو سینٹر کے سامنے والے کھمبے پر پھانسی دیں''۔ ۲۹ نومبر ۹۸ء کو روزنامہ امت میں یہ خبر لگی کہ وزیراعظم نے صلاح الدین قتل کیس

فوجی عدالت میں چلانے کا حکم دے دیا‘‘ ۔۳۰ نومبر ۹۸ء کو صلاح الدین قتل کیس میں گرفتار ملزم سلیم ٹی ٹی کی پریس کانفرنس اور اعترافی بیان اخبارات کی زینت بنا جس میں اس نے اعتراف کیا کہ یہ قتل الطاف حسین کے حکم پر کیا گیا ڈی آئی جی کراچی فاروق امین قریشی نے پریس کانفرنس میں روزنامہ امت کو خراج تحسین پیش کیا کہ اس کے تعاون سے محمد صلاح الدین قتل کیس کے ملزمان گرفتار ہو سکے۔ ۳ دسمبر ۹۸ء کو روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق سی آئی اے پولیس نے صلاح الدین قتل کیس میں ایک اور ملزم ندیم احمد خان عرف ندیم موٹا کو بھی گرفتار کرلیا۔ ۳ دسمبر ۹۸ء کو روزنامہ نوائے وقت میں عباس اطہر نے اپنے کالم کنکریاں میں اقبال جرم شو ۹۸ء کے عنوان سے محمد صلاح الدین قتل کیس کے حوالے سے بعض ایسے اہم اشارے اور نام تحریر کیے جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ عباس اطہر نے اپنے کالم میں لکھا ’’مولانا محمد صلاح الدین کو چار دسمبر ۹۴ء کی رات قتل کیا گیا تھا دو دہشت گردوں نے نشانہ لے کران پر گولیاں چلائیں۔ جوان کی پیشانی، کنپٹی پیٹ اور کمر میں لگیں۔ دونوں موٹر سائیکل سوار قاتل موقع واردات سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ کیونکہ ناکام ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ واحد عینی شاہد مرحوم کا ڈرائیور امجد پرویز تھا جو اندھیرے کی وجہ سے قاتلوں کو صحیح طور پر دیکھ نہ سکا نہ موٹر سائیکل کا نمبر پڑھ سکا۔ استغاثہ کی پہلی کہانی میں ریحان حبیب نامی ایک شخص کو ملزم نامزد کیا گیا۔ چار عینی شاہد ظاہر کیے گئے۔ ان میں تین ادریس بختیار، اے ایچ خانزادہ اور ضرار خان کو تکبیر کے عملہ ادارت کے رکن ظاہر کیا گیا تھا۔ حالانکہ یہ تینوں بعض دوسرے اخباروں سے متعلق تھے۔ ادریس بختیار کی تازہ شہرت بعض مفرور ملزموں کی

تلاش میں ان کے گھر پر پولیس کے چھاپے ہیں ایک چھاپے میں پولیس نے ان کے بیٹے کو بھی اٹھالیا تھا اور ایک نمبر مصدقہ اطلاع کے مطابق اس بچے نے پولیس کی بکتر بند گاڑی میں بیٹھتے ہی دو قتلوں کا اقبال کرلیا تھا۔ وہ مزید قتلوں کا اقبال کرنے پر بھی آمادہ تھا لیکن پولیس نے اسے جھوٹا قرار دے کر واپس گھر بھجوادیا۔ خیر میں ریحان حبیب کیس کی بات کرر ہا تھا۔ اس وقت کی کراچی پولیس نے عینی شاہدوں کے فرضی بیانات سمیت مقدمہ عدالت میں پیش کیا۔ گواہوں کی کیفیت یہ تھی کہ وہ قتل میں موجود اپنے بیانات پڑھ کر حیران رہ گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ملزم کو بری کر دیا گیا۔ مولانا محمد صلاح الدین کے ہفت روزہ تکبیر نے یہ کیس ختم ہونے کے بعد سلیم ٹی ٹی کو اصل ملزم کی حیثیت سے نامزد کیا۔ چند دن پہلے کراچی پولیس نے سلیم ٹی ٹی کو گرفتار کرلیا۔ جس کے بعد اس نے ایک پریس کانفرنس میں صحافیوں کے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے کہا "مدیر تکبیر محمد صلاح الدین کے قتل کے بعد میرا ذہنی سکون تباہ ہوگیا تھا اور سزا کے طور پر مجھ پر قدرت کی طرف سے فالج کا حملہ ہوا۔ میں نے کئی بار اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے گرفتاری دینے کا ارادہ کیا لیکن تنظیم کے خوف سے خاموش رہا۔" سلیم ٹی ٹی نے اس قتل میں حصہ لینے اور گولیاں چلانے والوں کی تعداد اپنے سمیت چھ بتائی ہے۔ مرحوم کے ڈرائیور نے صرف دو حملہ آور دیکھے تھے۔ خیر اتنے سال گزرنے کے بعد چار ملزموں کا اضافہ کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ آجکل کراچی میں ہر روز مجرم پکڑے جارہے ہیں اور پریس کانفرنسوں میں دھڑا دھڑ اپنے جرائم کا اقبال کر کے پولیس مقابلوں سے بچ رہے ہیں۔ ایک واقف حال رپورٹر کے مطابق ان پریس کانفرنسوں میں مجرم اپنے تفتیشی افسر سے مشورہ کر کے

سوالوں کے جواب دیتے ہیں۔ ایک پریس کانفرنس میں یہ بھی ہوا ہے کہ ملزم سے پوچھا گیا اس نے کتنے قتل کیے ہیں؟ اور جواب دینے سے پہلے اس نے پیچھے مڑ کر اپنے تفتیشی افسر سے پوچھا "کل کتنے کیے تھے"؟ بینظیر دور میں پولیس مقابلوں کا شو لگا تھا اور اب اقبال جرم شو چل رہا ہے لوگ پہلے بھی خوش تھے اور اب بھی خوش ہیں۔ لیکن مسئلہ پہلے بھی موجود تھا اب بھی موجود ہے۔ پچھلے ہفتے میں نے ہفت روزہ تکبیر پڑھا تھا جس میں ایم کیو ایم اور الطاف حسین کا موقف چھاپنے پر ملک کے دونوں بڑے اخباروں کو ملعون کہا گیا تھا۔ نوائے وقت کو یہ طعنہ بھی ملا تھا کہ اس نے اپنے دفاتر محفوظ علاقے میں منتقل کر لیے ہیں اور ایسے پیر لندن کے خلاف کچھ چھاپتے ہوئے پسینہ آجاتا ہے یہ وہی سوچ ہے جو مشرقی پاکستان میں خون خرابے اور بعد میں ملک کے ٹوٹنے کا باعث بنی تھی۔ محض جنونی سوچ اور پولیس تشدد سے اکثریت کو فتح نہیں کیا جا سکتا۔ ہم تو ایک تجربے سے گزر بھی چکے ہیں۔

روزنامہ امت میں ۲۸ نومبر سے محمد صلاح الدین کے قاتلوں کی گرفتاری سے متعلق خبروں کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ اس کی جوش خروش اور نت نئے اضافوں گرفتاریوں بیانات کے ساتھ جاری تھا۔ ادھر ہفت روزہ تکبیر میں رپورٹر محمد طاہر نے تکبیر کے شمارے نمبر ۴۹ میں جس کے سرورق پر محمد صلاح الدین کی تصویر آویزاں ہے۔ یہ دھماکہ خیز اسٹوری دی کہ "محمد صلاح الدین قتل کیس میں اصل قاتلوں کو بچانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک خفیہ ایجنسی کی تفتیش کے مطابق سلیم دو افراد کے قتل کا اعتراف کرنے کے باوجود صلاح الدین قتل سے انکاری ہے۔ قتل کی تمام کڑیاں ملائے بغیر اصل قاتل بے نقاب نہیں ہوں گے۔ قتل کیس کا ایک ملزم کامل بھی

پہلے ہی پولیس تحویل میں مارا جا چکا ہے۔ محمد طاہر کی اس رپورٹ میں جو واضح طور پر کسی ایک ایجنسی کی بیک پر تھی۔ محمد صلاح الدین قتل کیس میں سلیم ٹی ٹی کی گرفتاری کے در پردہ وہ حقائق کی مختصر سی جھلک قارئین کے سامنے رکھی گئی۔ لیکن سچ کی یہ جھلک اتنی سنگین تھی کہ روزنامہ امت سمیت ہفت روزہ تکبیر کے لاکھوں قارئین اور عوام کی ایک بڑی تعداد چند لمحے کے لیے حیران رہ گئی۔ ۹ دسمبر ۹۸ء کے روزنامہ امت میں فوری طور پر یہ امت رپورٹ لگائی گئی کہ سلیم ٹی ٹی قاتل کیوں؟ اور ان سوالات و اعتراضات کے جوابات دینے کی کوشش کی گئی جو ہفت روزہ تکبیر میں اٹھائے گئے تھے یا عام قارئین کے ذہنوں میں پیدا ہو رہے تھے۔ روزنامہ امت نے لکھا ''جب ایک مقامی جریدے کے رپورٹر نے ذاتی رنجش کی بنا پر امت میں شائع ہونے والی اسٹوری کو ڈس کریڈٹ کرنے کے لیے سلیم سے آئی ایس آئی کے ایک جعلی اہلکار کے طور پر ملاقات کی اور اسے ترغیب دی کہ وہ صلاح الدین کے قتل سے انکار کرنے اور ان کے بعض قریبی ساتھیوں پر اس کا الزام لگا دے مذکورہ رپورٹر نے سلیم کی آواز میں یہ بیان بھی ٹیپ کیا اور اس سے سادے کاغذ پر تحریر بھی لی حالانکہ سلیم نے ہاتھ پر فالج کا اثر ہونے کی وجہ سے تحریر لکھنے سے معذرت بھی کی تھی سوال یہ ہے کہ سلیم کے انکاری بیان کی قانونی یا صحافتی حیثیت کیا ہے؟

امت نے تکبیر کے جس رپورٹر پر ذاتی رنجش کا الزام عائد کیا وہ طاہر ان کا اپنا تقرر کیا ہوا رپورٹر تھا اور گزشتہ چند برسوں میں رفیق افغان اور طاہر کے مابین کسی رنجش یا جھگڑے کی بات بھی سننے میں نہیں آئی تھی۔ امت رپورٹ میں اس اعتراف کے بعد سلیم ٹی ٹی

کامل گپی

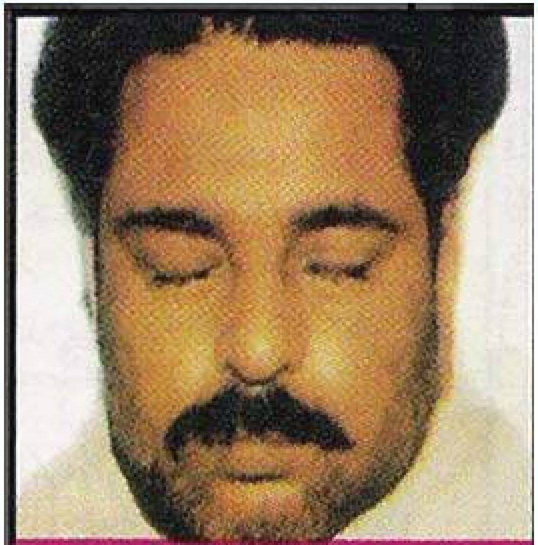

سلیم ٹی ٹی

سے مذکورہ رپورٹر کی نہ صرف ملاقات ہوئی بلکہ سلیم نے اپنا بیان بھی ریکارڈ کرایا اگر اس بیان کی کوئی قانونی وصحافتی حیثیت نہیں تو اس اعترافی بیان کی بھی کوئی قانونی یا صحافتی حیثیت نہیں ہو سکتی جو ملزم پر تشدد کر کے یا دھمکی دے کر اقبال جرم کرایا جاتا ہے۔ تبصرہ میں سلیم ٹی ٹی سے کی جانے والی تفتیش اور اعترافی بیان پر رفیق افغان اتنے زیادہ پریشان ہوئے کہ کلاشنکوف بردار محافظ کے ساتھ پریس سے چھپتے ہوئے پرچے کا فرمہ حاصل کیا رپورٹ پڑھی اور سوچ سمجھ کر جواب لکھا جس کی وجہ سے امت کی کاپی پہلی مرتبہ صبح ۴ بجے تک رکی رہی۔ اس سے قبل ۶ دسمبر ۹۸ ء کو ہوٹل میرٹ میں محمد صلاح الدین شہید پر منعقد ہونے والے پروگرام میں رفیق افغان کی اچانک شرکت نے جبکہ وہ نائب مدیر سید فیض الرحمٰن کے ذریعہ معذرت کر چکے تھے۔ سب کو حیران کر دیا۔ اس پروگرام میں رفیق افغان کی شرکت نے ایک بار پھر تکبیر کارکنان کے حوصلوں کا امتحان لے لیا۔ ان کی بڑی تعداد رفیق افغان کی کرسی کے قریب جا کر ان سے سلام و دعا کر کے دوسرے معنوں میں اپنی وفاداری کا یقین دلاتی رہی۔ ۱۱ دسمبر ۹۸ ء کو سعدیہ انجم نے دفتر سے اٹھ کر مغرب کے بعد صلاح الدین قتل کیس کے سلسلے میں سرکاری ایجنسی کی خاص شخصیت سے ملاقات کی۔ ۱۶ دسمبر ۹۸ ء بروز بدھ سعدیہ انجم نے اپنے بیٹے علی حمزہ کو اپنی دادی اور چچا سے ملنے کے لیے ان کی دعوت پر تیار کر کے ڈرائیور کے ساتھ بھیج دیا۔ اس سے قبل بھی حمزہ دو تین بار اپنے بابا رفیق افغان کے گھر دادی چچاؤں سے مل کر آ چکا تھا لیکن اس دن حمزہ کو خاص وجہ سے بلوایا گیا تھا یہی وجہ تھی کہ جب شام میں حمزہ کی واپسی نہیں ہوئی تو سعدیہ نے رفیق افغان کے گھر فون کیا وہاں سے معلوم ہوا کہ اب علی حمزہ اپنے باپ کے گھر

صلاح الدین کو حب الوطنی کی سزا دی گئی

امن و امان کے لئے ہر ممکن اقدام کریں گے

عوام دہشت گردی، بھتوں، ہڑتالوں، رشوت اور پولیس کی زیادتیوں سے تنگ آچکے ہیں

شہید محمد صلاح الدین کی یاد میں مذاکرے سے گورنر سندھ اور دیگر مقررین کا خطاب

معین الدین حیدر اور مدیر اعلیٰ تکبیر ثروت جمال اصمعی

سید خورشید عالم

> وہ ایک ایسا آتش مرگ تھے
> جس کا ہم صرف
> ایک بٹا دس دیکھ سکے

محفل مذاکرہ کے کچھ اور شرکاء

گورنر سندھ محمد...

محمد صلاح الدین شہید
کا چوتھے یوم شہادت پر سیمینار

بسم اللہ

میں سعدیہ انجم بنت محمد صلاح الدین آج ۱۹ دسمبر کی دوپہر 3 بجے
اپنے بچے علی حمزہ کی تحویل کے معاملے پر گفتگو کرنے کے لیے اپنے شوہر
رفیق افغان کے گھر جا رہی ہوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ اس ملاقات میں وہ دباؤ
کے ذریعے مجھے اپنے پاس روک کر یا تشدد کے ذریعے اپنی بات منوانے یا جسمانی
طور پر مجھے کنٹرول کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ تکبیر شمارہ
نمبر 49 اور 50 میں صلاح الدین قتل کیس کے سلسلے میں شائع ہونے والی
رپورٹوں پر سخت دھمکی آمیز رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اور اسی کے رد عمل
میں انہوں نے گزشتہ چار روز سے میرے بیٹے علی حمزہ کو جس کی عمر دو سال
ہے اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ انہوں نے مجھے یہ دھمکی بھی دی ہے کہ وہ اسے افغانستان
بھیج دیں گے لیکن مجھے نہیں دیں گے۔ وہ بچے کو قبضے میں رکھ کر مجھے کنٹرول
کرنا چاہتے ہیں حالانکہ گزشتہ سوا سال کے عرصے میں انہوں نے مجھے اپنے
گھر سے بے دخل کیا ہوا ہے۔ انہوں نے میری والدہ کے ذریعے یہ بات بھی کہی
ہے کہ مجھے بچہ چاہیے تو میں ان کے گھر آ کر رہوں اور تکبیر کے معاملات
سے [illegible] قطع تعلق ہو جاؤں۔

رفیق افغان کے گھر سے عدم واپسی کی صورت میں میری اس
تحریر کی بنیاد پر میری والدہ ڈاکٹر محترمہ صباح اور ادارہ تکبیر کے ذمہ دار

کسی بھی قسم کی قانونی کارروائی کر سکتے ہیں۔ مجھے یہ دھمکیاں
نفیس الرحمٰن صاحب کے ذریعے دی گئی ہیں۔

سعدیہ انجم

دختر محمد صلاح الدین شہید۔

ڈاکٹر [illegible] کوآرڈینیشن

ہفت روزہ تکبیر

۱۹ دسمبر سنہ 1998

1.00 - دوپہر

اے ون تیسری منزل نامکو سینٹر کیمبل اسٹریٹ کراچی پاکستان فون
A-1, 3RD FLOOR, NAMCO CENTRE, CAMPBELL STREET, KARACHI-74200, PAKISTAN. PHONES : 2626613-2626614, FAX : 0092-21-2627742

سعدیہ انجم کے اُس خط کا عکس جو علی حمزہ کو واپس لانے سے قبل تحریر کیا

ہی رہے گا۔ ماں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ سعدیہ انجم کی ممتا تڑپ اٹھی یہ رفیق افغان کا نیا وار تھا کہاں وہ گزشتہ ڈیڑھ سال سے اپنے بچے کی شکل دیکھنے کا روادار نہ تھا۔ حمزہ کی حادثاتی چوٹ پر بھی وہ اسے دیکھنے نہ آیا۔ اب اچانک حمزہ کو اس سے چھین لینے کا مطلب یہی تھا کہ سعدیہ کو اس جرأت و حوصلے کی سزا دی جائے۔ جو اس نے دفتر تکبیر جوائن کر کے کیا تھا۔ محمد طاہر کی رپورٹ کے بعد جو ثروت جمال اصمعی، محمود احمد خان اور سعدیہ انجم کی مشترکہ رضامندی کے بعد شائع اشاعت ہوئی تھی سزا دی جائے۔ ۱۹ دسمبر ۹۸ء بروز ہفتہ سعدیہ انجم نے رفیق افغان کے گھر سے علی حمزہ کو لانے کے لیے جانے سے پہلے ثروت جمال اصمعی، اپنی والدہ بیگم محمد صلاح الدین اور اپنے کزن وقار کے نام خط لکھے اور کچھ اہم پوائنٹ صلاح الدین قتل کیس کے سلسلے میں لکھ کر وقار کو دیئے کہ اگر میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے تو اس معاملے میں رفیق افغان کو نہ چھوڑا جائے۔ دن میں تین بجے سعدیہ انجم اپنے والد کے دوست اور تکبیر کے نائب مدیر سید فیض الرحمٰن کے ہمراہ رفیق افغان کے گھر گئیں۔ سخت طیش و بدکلامی کے بعد رفیق افغان نے سعدیہ کو علیحدہ کمرے میں لے جا کر آدھ گھنٹے تک جسمانی تشدد کیا۔ جس وقت رفیق افغان سعدیہ کے چہرے اور جسم پر اپنے مضبوط افغانی ہاتھوں کی طاقت آزما رہا تھا گھر کے کسی فرد یا فیض الرحمٰن کی بھی اتنی جرات نہ تھی کہ کوئی رفیق افغان کو روک ٹوک سکے۔ سعدیہ انجم علی حمزہ کو لینے گئی تھی اور چہرے پر تشدد کے نشان لے کر واپس آ گئی۔ سعدیہ انجم اب دل میں رفیق افغان سے علیحدگی کا فیصلہ کرتے ہوئے یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ عدالت کے ذریعہ خلع لے گی۔ کیونکہ رفیق افغان اسے کبھی بھی طلاق نہیں دے گا۔ سعدیہ نے وقار کے

ساتھ جا کر اپنے چہرے پر پڑے ہوئے تشدد کے نشانات کی تصاویر کھنچوائیں۔ ۲۶ دسمبر ۹۸ء کو سعدیہ انجم نے معروف قانون دان خالد اسحٰق سے ملاقات کی۔ سعدیہ پر ہر طرف سے یہ دباؤ بڑھتا جا رہا تھا کہ وہ رفیق افغان سے صلح کرلیں۔ علی حمزہ کی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ سعدیہ رفیق افغان کے پاس واپس جانے کو قطعی تیار نہ تھی۔ سعدیہ نے اللہ سے مدد و رہنمائی لینے کے لیے چار مرتبہ استخارہ بھی کیا۔ یہاں سے بھی سعدیہ کو یہی اشارہ تھا کہ رفیق افغان کے پاس نہ جائے۔ حق و سچ کی خاطر جمی رہی لیکن حالات بہت خراب ہوتے جا رہے تھے۔ تکبیر کا خسارہ بڑھتا جا رہا تھا۔ ملازمین کی تنخواہیں نکالنا بھی دشوار ہوتا جا رہا تھا۔ رفیق افغان نے اپنے ذرائع استعمال کر کے کاغذ پریس کے معاملات میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دی تھیں۔ ۲۶ دسمبر کی رات سعدیہ کے پاس رفیق افغان کا فون آیا کہ اگر آپ کو بچہ اور اس کی خوشیاں چاہییں تو واپس گھر آ جائیں۔ سعدیہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سعدیہ نے اپنے وکیل سلیم ہانی سے رابطہ کیا۔ ۳۰ دسمبر ۹۸ء کی شب پونے دس بجے رفیق افغان خود علی حمزہ کو لے کر آئے اور سعدیہ کی گود میں دیا۔ ۳۱ دسمبر اور یکم جنوری ۹۹ء کو سعدیہ انجم دفتر نہیں آئیں۔ جمعرات ۳۱ دسمبر کو رفیق افغان فون کر کے حمزہ کو اپنے ساتھ لے گئے کچھ وقت ساتھ رکھا پھر واپس کر دیا۔ جمعہ یکم جنوری کی دوپہر ظہر کے بعد رفیق افغان سعدیہ کو لینے ان کے گھر پر آئے تقریباً ۳ گھنٹے ون ٹو ون نشست رہی۔ بہت ساری باتیں درمیان میں ہوئیں لیکن سعدیہ نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ تب وہ مایوس ہو کر چلے گئے۔ رات میں سعدیہ نے رفیق افغان کو فون کیا کہ وہ ان کے ساتھ چلنے کو تیار ہیں مگر گھر پر نہیں نہ اپنے گھر پر کچھ وقت وہ باہر ان

کے ساتھ گزا کر کچھ باتیں کرنا چاہتی ہیں۔ رات آٹھ بجے رفیق افغان سعدیہ کو ان کی والدہ کے گھر سے پک کر کے اپنے ساتھ لانگ ڈرائیو پر لے گئے۔ رات دو بجے تک سعدیہ اور رفیق ساتھ رہے سات گھنٹے دونوں نے ساتھ گزارے۔ کلفٹن پر کھانا کھایا۔ رفیق افغان نے سعدیہ کا برینواش کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ روائتی ہتھکنڈے آزمائے، لچھے دار گفتگو، تکبیر کے ذمہ داران ثروت جمال اصمعی، محمود احمد خان کے خلاف غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے غلط فہمیاں پیدا کیں۔ اور وہ بہت حد تک اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ ۲ جنوری ۹۹ء کی صبح سعدیہ انجم جب دفتر آئیں تو حمزہ کے ہمراہ تھیں۔ رفیق افغان سے کی گئی رات کی ملاقات کے اثرات پوری طرح ان پر حاوی تھے۔ سعدیہ انجم نے دفتر آتے ہی تین سرکلر جاری کیے۔ پہلا شعبہ ادارت کے نام کہ کوئی بھی رپورٹ خبر یا مضمون صلاح الدین قتل کیس پر انہیں دکھائے بغیر یا منظوری کے بغیر نہ کمپوز ہوگا اور نہ شائع ہوگا۔ دوسرا سرکلر تکبیر کے ان کارکنان کے نام جنہیں اگر امت سے آفر ہو رہی ہے تو وہ جا سکتے ہیں۔ تیسرا سرکلر اپنی دوست اور تکبیر کی کارکن ملکہ افروز روہیلہ کے نام کہ اب وہ گھر پر بیٹھ کر کام کریں گی جب تک انہیں دوبارہ دفتر جوائن کرنے کو نہ کہا جائے۔ پہلے سرکلر پر ثروت جمال اصمعی نے سعدیہ سے اعتراض کیا کہ ایسا کوئی نوٹس نکالنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی جبکہ کوئی بھی رپورٹ اور مضمون آپ (سعدیہ کے) علم میں لائے بغیر شائع نہیں ہوتی پھر ہمارے درمیان کوئی کمیونیکشن گیپ نہیں ہے۔ میٹنگ ہوتی ہے گفتگو ہوتی ہے۔ میٹنگ میں آپ شامل ہوتی ہیں۔ نمبر دو سرکلر پر بھی ثروت جمال اصمی کو اعتراض تھا۔ اس پر سعدیہ نے ثروت جمال اصمعی سے کہا کہ ٹھیک ہے آپ اسے وصول

۶۸۶

ناقابل فہم

جناب مدیر السلام علیکم

مرحوم صلاح الدین ایڈیٹر ہفت روزہ تکبیر کی بیٹی سعدیہ افغان کا
یہ بیان کہ ان کے شوہر رفیق افغان مدیر روزنامہ اُمت کو والد صلاح الدین
کے قتل میں ملوث [illegible] ناقابل فہم ہے اور انتہائی حیرت انگیز
کچھ عرصہ پہلے تکبیر ہی میں جناب صلاح الدین کے قتل کے متعلق ایک تحقیقاتی
تفصیلی رپورٹ تکبیر کی تفتیشی ٹیم کی طرف سے شائع ہوئی تھی اس میں
ایم کیو ایم ہی کو [illegible] صلاح الدین کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا۔
اس رپورٹ سے پہلے صلاح الدین صاحب نے اپنی زندگی میں ہی اپنے قلم سے
لکھے اداریہ [illegible] کی سازش اور [illegible] گھر میں [illegible]
سے آگ لگانے کا ذمہ دار ایم کیو ایم کو ٹھہرایا تھا۔ سعدیہ افغان صاحبہ
ان باتوں کی کیا توجیہات کریں گی۔ کیا یہ سمجھا جائے کہ اب تکبیر
میں جو تفتیشی مواد شائع ہوتا رہا ہے یا ہو رہا ہے وہ غلط بیانی پر
مبنی ہوتا ہے۔

Ajaz Sons Engineering Workshop

All Kind of Die Making

1091, Nishtar Colony, Gulbahar No. 1, Karachi. Phone: 6688155

Ref. No. ________ Date 16-1-99

سعدیہ انجم اور رفیق افغان

جواب دیں

آپ دونوں ہفت روزہ تکبیر اور روزنامہ اُمت میں اپنی گھریلو کہانیاں
چھاپ کر کس سے ہمدردی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں
کہ کون ظالم ہے اور کون مظلوم ہے۔ کون قاتل ہے اور کون مقتول ہے
یہ فیصلہ تو سال قبل محمد صلاح الدین صاحب کی شہادت کے وقت
ہی ہو جانا چاہیئے تھا۔ اب کیوں آپ شہید کی عزت اور ناموس کے درپے ہیں
اللہ تعالیٰ نے انہیں جتنی عزت دی آپ دونوں کیوں اُن کی عزت کو
مٹی میں ملانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور اپنے آپ کو ذلت اور گمراہی کے
اندھیرے میں غرق کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

بیشک وہ (وہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے) القرآن

آپ کا بھائی

ایاز احمد

قارئین کے خطوط کا عکس سعدیہ انجم اور رفیق افغان کے درمیان دوراختلاف میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

District Bar Association Sialkot

SIALKOT - PAKISTAN
PHONE: 0432-262002

Ref No: ______
Dated ______

محترمہ سعدیہ انجم صاحبہ

سلامتی و دعائیں۔ آپ نے یقیناً بڑے دکھ، حوصلے اور بار بار سوچنے کے عمل سے گزر کر اپنے شوہر رفیق افغان سے علیحدگی [illegible]

میں میں آپ کو اپنا تعارف کروا دوں کہ صلاح الدین صاحب کا طویل ترین انٹرویو میں نے ہی کیا تھا۔ جو میری کتاب "چوٹی کے ستونوں سے مکالمہ" میں شائع ہوا تھا۔ ان کی شہادت سے چھبیس روز پہلے سیالکوٹ میں مجھے ان کا شرف میزبانی بھی حاصل ہوا تھا۔ آپ کے عظیم والد کی لائبریری میں میری ایک اور کتاب "سیاست دان" بھی موجود ہوگی۔ ثروت جمال اصمعی اور آخر میں شمسی کو میرا سلام پہنچا دیجیے گا۔

آپ کا بھائی

محمد آصف بھٹی

فون۔ 264001 (دفتر)
2650[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکتا اور اگر وہ تم کو چھوڑ دے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ (قرآن حکیم) (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۰)

ترجمہ: بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں۔ (حدیث نبوی) مسلم

مسز آفتاب اقبال (ام طلحہ)
انچارج شعبہ خواتین حلقہ خورد
مرکز الدعوۃ والارشاد سکنہ خورد
ضلع جہلم
توحید منزل محلہ اہلحدیث
طیبہ گلی ڈاکخانہ و مقام خورد براستہ چوآ
ضلع جہلم فون 640239 Ext 104

انچارج شعبہ خواتین حلقہ خورد
مرکز الدعوۃ والارشاد
سکنہ خورد ضلع جہلم
انچارج محمدی لائبریری اہلحدیث
شعبہ خواتین سکنہ خورد
ضلع جہلم
ممبر اسلامک ایجوکیشن سنٹر گجرات
ممبر تحریک اصلاح معاشرہ پاکستان

نمبر ______ تاریخ 26/1/99

محترم باجی سعدیہ انجم صاحبہ ۔ سدا خوش رہیں آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، شمارہ نمبر 3 تکبیر میں آپ کی تحریر پڑھ کر رونا آگیا کہ آپ بہت رنجیدہ ہیں باجی جان! یہ دنیا ہے کتنی ظالم ہے لوگ کس کس روپ میں آتے ہیں (رفیق افغان) نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ اگر یہاں اس دنیا میں سزا نہ پا سکے تو آخرت میں تو اللہ ان کی پکڑ کرے گی۔ ان شاء اللہ ہم لوگ آپ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں آپ نے ہمت نہیں ہاری اپنے والد شہید کے مشن کو ضرور جاری رکھنا ہے اللہ پاک کی ذات شہید صلاح الدین صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ کو صبر جمیل کے ساتھ ساتھ ایسی قوت دے کہ آپ باطل قوتوں کو اکھاڑ سکیں۔ ان شاء اللہ آمین

[illegible]

آپ کی چھوٹی بہن [illegible]

انچارج شعبہ خواتین
مرکز الدعوۃ والارشاد
سکنہ خورد ضلع جہلم

قارئین کے خطوط کا عکس سعدیہ انجم اور رفیق افغان کے درمیان دورِ اختلاف میں

P. O. Box 307
Dammam 31411
Saudi Arabia

NAEEM AHMED

Date 11/3/99

محترمہ سعدیہ انجم صاحبہ!

السلام علیکم

میں تکبیر کا قاری اور سالانہ خریداروں میں اور پہلی دفعہ آپ کو خط لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں امید ہے اس جسارت سے آپ برا نہیں مانیں گی۔

میں آپ کو بتاتا چلوں شہید صلاح الدین صاحب سے محبت اور عقیدت رکھتا ہوں تکبیر کے ۱۱ فروری ۹۹ کے شمارے میں یہ خبر پڑھ کر بہت افسوس ہوا کہ آپ نے ڈسٹرکٹ فیملی کورٹ میں اپنے شوہر کے خلاف تنسیخ نکاح کا مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ یہ خبر ہر اس شہید صلاح الدین صاحب سے محبت رکھنے والے تمام لوگوں کیلئے بے حد تکلیف دہ ہے وجہ یہ نہیں کہ مجھے رفیق افغان سے کوئی ہمدردی ہے بلکہ آپ اور آپ کے بچے کے ساتھ پیش آنے والی اس صورتحال کی وجہ سے، جس جوانی میں ازدواجی زندگی کے ٹوٹ جانے اور خصوصاً بچے پر اس المیہ کے نتیجے میں پڑنے والے ناخوشگوار اثرات کی وجہ سے۔

مجھے سب سے بڑا دھچکا ان کے دیے بیانات کے ذریعے یہ خبر ملی کہ "سعدیہ انجم نے الزام لگایا ہے کہ رفیق ان کے والد کے قتل میں INVOLVE ہے اور جو لوگ ان کے قتل کے الزام میں پکڑے گئے ہیں وہ بے قصور ہیں" یہ خبر "صلاح الدین صاحب" نے کراچی سے دی تھی۔ میں سمجھ نہیں سکا کہ یہ خبر

P. O. Box 307
Dammam 31411
Saudi Arabia

NAEEM AHMED

Date

پڑھ کر ششدر رہ گئے۔ پھر تکبیر میں آپ کا موقف تفصیل کے ساتھ سامنے آیا تو یقین آیا کہ یہ صورتحال واقعی وقوع پذیر ہو چکی ہے رفیق افغان کے بارے میں شہید صلاح الدین صاحب کا داماد ہونے کے ناطے جو دل میں عزت و احترام تھا وہ ختم ہو گیا جو اتنی عظیم ہستی سے اپنے محسن کی اولاد کے لیے برا چاہ سکتا ہے وہ کسی کی عزت کو پامال کر سکتا ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔

میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس معاملے میں پورے صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں اور عدل کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اسلئے کہ جس دین کے ہم پیروکار ہیں عدل ہی اس کی شان ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آمین

والسلام

آپ کا مخلص

نعیم احمد سرا

(SA-7) جبیل روڈ

دمام سعودی عرب

قارئین کے خطوط کا عکس سعدیہ انجم اور رفیق افغان کے درمیان دور اختلاف میں

نہ کریں مجھے یہ کیس دکھانا ہے۔ سعدیہ انجم چاہنے کے باوجود بھی تکبیر کے موجودہ ذمہ داران کو رفیق افغان سے اپنی ملاقات کا احوال نہ بتا سکیں کیونکہ رفیق افغان نے سختی سے کسی کو بھی بتانے سے منع کیا تھا۔ لیکن اسی دن دوپہر ایک بجے کے بعد رفیق افغان کی طرف سے شاہدہ نے سعدیہ اور رفیق کے درمیان ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو اور ملاقات میں ریکارڈ کی گئی تمام گفتگو کے ٹیپ دفتر میں ثروت جمال اصمعی، محمود احمد خان، محمد طاہر کو سنوا دیے۔ ساتھ ہی شاہدہ نے یہ تبصرہ بھی کیا کہ وہ سعدیہ تو رفیق کے ساتھ مل کر مزے اڑا رہی ہے آپ لوگ بے وقوف بن رہے ہیں۔ اس پر ثروت جمال اصمعی، محمود احمد خان، محمد طاہر غصے میں آ گئے۔ محمد طاہر نے کہا جب آپ مصالحت کر سکتی ہیں تو ہمیں آپ کی جنگ لڑنے کا کیا فائدہ ہم وہ جملے بھی آپ کو بتا سکتے ہیں جو آپ نے رفیق سے کہے ہیں۔ اس اچانک صورتحال پر سعدیہ انجم کی حالت غیر ہو گئی۔ ایک بار پھر شوہر پر اس کا اعتماد مجروح ہوا۔ رفیق افغان نے سعدیہ انجم کو اس کے ہمدردوں کے درمیان تنہا کر دیا۔ سعدیہ انجم جذباتی ہو گئی۔ ۳ جنوری کو حکیم محمد سعید کیس اور محمد صلاح الدین قتل کیس فوجی عدالت میں بھیجے جانے تھے لیکن اخبار میں خبر چھپی کہ یہ کیس فوجی عدالت میں نہیں بھیجے جا سکتے۔ اس سے قبل تکبیر کے شمارے نمبر ۵۰ اور ۵۱، ۹۸ء میں صلاح الدین قتل کیس میں محمد طاہر کی یکے بعد دیگرے دو رپورٹ شامل اشاعت کی گئی تھیں۔ جن میں یہ واضح کیا گیا کہ پولیس اور سی آئی اے نے تفتیش کو مشتبہ بنا دیا۔ ۳۱ دسمبر ۹۸ء کے تکبیر شمارے میں ندیم موٹا کی صلاح الدین قتل کیس میں گرفتاری کی تفصیلات یہ کہہ کر بیان کی گئیں کہ تفتیشی افسران نے یقین دہانی کرائی کہ قتل مان لو وعدہ معاف گواہ بن جاؤ۔ ندیم موٹا کی

شناخت کے لیے کمپنی گواہ پرسی آئی اے میں دباؤ ڈالا گیا۔ ۲ جنوری ۹۹ء کو سعدیہ انجم اپنے وکیل سے ملیں اور انہیں وہ تمام نکات لکھوائے جو صلاح الدین قتل کیس میں رفیق افغان کو مجرم ثابت کرتے تھے۔ رفیق افغان سے حال ہی میں ملنے والے جذباتی صدمے کے زیر اثر سعدیہ انجم رفیق کو ہر صورت میں عدالت کے کٹہرے میں لانا چاہتی تھی۔ ۳ جنوری ۹۹ء کی صبح سعدیہ نے ثروت جمال اصمعی سے کہا کہ وہ اس وقت کے وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین کو فیکس کر دیں کہ رفیق افغان کا نام ایگزٹ لسٹ میں شامل کیا جائے وہ کہیں ایران یا افغانستان فرار نہ ہو جائے وہ سلیم نام سے جعلی پاسپورٹ پر بھی سفر کر سکتا ہے۔ اسی دن صلاح الدین قتل کیس میں تفتیش کے لیے انسپکٹر رضوان صدیقی اور ان کی ٹیم محمد صلاح الدین کے گھر آئی۔ جن سے سعدیہ نے نہ صرف ملاقات کی بلکہ ان کی کلاس بھی لی کہ آپ لوگوں نے اس کیس میں ہم سے اب تک کیوں رابطہ نہیں کیا۔ آپ تین گھنٹے تک نیچے امت میں بیٹھے رہتے ہیں۔ ۴ جنوری ۹۹ء ثروت جمال اصمعی کے گھر شام سے ہی دفتر تکبیر کے رپورٹرز اور دیگر کارکنان جمع تھے۔ فاروق عادل نے سعدیہ انجم کی طرف سے اخبارات کے لیے پریس ریلیز تیار کی جس میں یہ کہا گیا کہ میں رفیق افغان سے ایک سال سے علیحدہ ہوں ان سے اب میرا کوئی تعلق نہیں۔ ان پریس ریلیز کا اخبارات میں پہنچتے ہیں ٹیلی فون کالوں کا تانتا بندھ گیا۔ روزنامہ جنگ نے یہ خبر شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ ثروت جمال اصمعی نے بتایا کہ چند دن پہلے ہی میر شکیل الرحمٰن کا فون آیا تھا کہ اصمعی صاحب آپ ہمارے خاندانی جھگڑوں پر مبنی خبریں شائع نہ کریں۔ ہم بھی ان معاملات میں نہیں پڑیں گے۔ این این آئی نے رفیق افغان کو فون

کر کے پریس ریلیز کی تصدیق چاہی رفیق افغان نے انہیں مطمئن کرنے اور پریس میں ریلیز نہ چھاپنے پر قائل کرنے کی کوشش کی لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ اسی دن پریس دفتر میں رفیق افغان اپنے بہنوئی عارف کے ساتھ سعدیہ کو لینے آئے شدید تلخ کلامی ہوئی سعدیہ نے جانے سے انکار کردیا۔ سعدیہ کو بچے کی دھمکی دی گئی۔ لیکن سعدیہ نے کہا کہ آپ چاہیں تو بچے کو لے جاسکتے ہیں لیکن میں اب پیچھے نہیں ہٹوں گی اخبارات تک حقائق ضرور پہنچیں گے۔ ۵ جنوری ۹۹ ء کی صبح روزنامہ جسارت میں دو کالمی سرخی کے ساتھ یہ خبر چھپی تھی سعدیہ صلاح الدین نے رفیق افغان سے علیحدگی کا فیصلہ کرلیا۔ (متن) ہفت روزہ تکبیر کی ڈائریکٹر میں اور صلاح الدین شہید کی صاحبزادی سعدیہ انجم نے اپنے شوہر رفیق افغان سے علیحدگی کا فیصلہ کرلیا ہے۔ مدیر تکبیر کے بعض خاندانی ذرائع نے پیر کی شب جسارت رابطہ کر کے علیحدگی کے فیصلے کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا ہے کہ تقریباً سوا سال قبل سعدیہ کے شوہر رفیق افغان نے انہیں کسی جواز کے بغیر اپنے گھر سے بے دخل کردیا تھا۔ اس وقت سے وہ اپنے بچے کے ساتھ اپنی والدہ بیگم صلاح الدین کے گھر پر ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ اس عرصہ میں رفیق افغان نے کبھی اپنی بیوی اور بچے کی خبر گیری کی ضرورت محسوس نہیں کی بلکہ ۱۶ دسمبر کو بچہ ان سے زبردستی چھین لیا اور جب وہ بچہ واپس لینے اپنے شوہر کے گھر گئیں تو ان پر تشدد کیا گیا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ چند روز قبل اچانک رفیق افغان کے رویے میں ڈرامائی تبدیلی آئی اور وہ نہ صرف بچہ واپس دے گئے بلکہ سعدیہ کو بھی گھر واپس لے جانے پر اصرار کرنے لگے۔ ذرائع کے مطابق بعض خصوصی مقاصد کے لئے یہ رویہ رفیق افغان کی حکمت عملی کا حصہ ہے۔ جس کی بناء پر

سعدیہ نے اپنے شوہر کے گھر نہ جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ممکنہ خطرات کے پیش نظر انتظامیہ نے سعدیہ انجم بنت صلاح الدین کی درخواست پر ان کے گھر پر پولیس گارڈ تعینات کر دی ہے۔ سعدیہ انجم اس مسئلے پر جلد عدالت سے رجوع کریں گی۔

۷ جنوری ۹۹ء روزنامہ نوائے وقت اور دی اسٹار میں خبر شائع ہوئی جس میں سعدیہ انجم کے حوالے سے بتایا گیا کہ رفیق افغان سے علیحدگی اختیار کر لی ہے باضابطہ بنانے کی تیاری کر رہی ہوں۔ ایک سوال کے جواب میں سعدیہ نے بتایا کہ رفیق افغان کو اپنے والد مرحوم کے مقدمہ قتل میں شامل تفتیش کرنے کے لیے ایک دو دن باضابطہ تحریری درخواست آئی جی سندھ کو پیش کی جائے گی۔ رفیق افغان کے لیے یہ صورتحال بہت زیادہ پریشان کن نہیں تھی۔ پروپیگنڈے کے لیے تمام ذرائع استعمال کرتے ہوئے صلاح الدین کے خاندان اور دفتر کے بعض اہم افراد کو استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے لیے ایم کیو ایم ایک ایسی ڈھال تھی جسے استعمال میں لا کر وہ ان حالات پر قابو پا سکتے تھے۔ سو رفیق افغان نے ایسا ہی کیا۔ ۷ جنوری ۹۹ء روزنامہ امت میں یہ خبر شائع ہوئی کہ حکیم سعید کے اہل خانہ پر دباؤ ڈالنے میں ناکامی کے بعد متحدہ سے ہمدردی رکھنے والے بعض حلقوں نے ممتاز صحافی و مدیر تکبیر محمد صلاح الدین شہید کے اہل خانہ پر دباؤ ڈالا ہے کہ وہ صلاح الدین شہید کیس میں گرفتار ملزمان کے بجائے کسی قریبی عزیز کو نامزد کر دیں۔ باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ ٹیلی فون پر گمنام دھمکیوں اور پراسرار افراد کی آمد و رفت سے انہیں خوفزدہ کر کے دباؤ ڈالا جا رہا ہے شہید کے لواحقین کو بعض گمراہ کن اور غلط اطلاعات فراہم کی جا رہی ہیں۔ اس سلسلے میں دو مقامی رپورٹر پوری طرح سرگرم ہیں ان کے ہمراہ

قیمت -/6 روپے
Let`s Build A Better Nation
روزنامہ
جسارت
کراچی
MEMBER APNS
web page : http://www.jasarat.com
Regd.No.SS-236
جلد ۲۷ | شمارہ ... | منگل ۱۶ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ ۵ جنوری ۱۹۹۹ء

ہے۔ پاکستان نے بھارت کی طرح مزید ایٹمی دھماکہ نہ کرنے کا | تحریک نے ایٹمی ہتھیار رکھنے والے ممالک سے سی ٹی بی ٹی

سعدیہ صلاح الدین نے رفیق افغان سے علیحدگی کا فیصلہ کرلیا

عدالت سے رجوع کریں گی، گھر پر پولیس گارڈ تعینات کردی گئی

پریس کے سامنے جلد اہم انکشافات کا امکان، خاندان کے ذرائع کی جسارت سے گفتگو

کراچی (نمائندہ خصوصی) ہفت روزہ تکبیر کی ڈائریکٹرلیس اور صلاح الدین شہید کی صاحبزادی سعدیہ انجم نے اپنے شوہر رفیق افغان سے علیحدگی کا فیصلہ کرلیا ہے۔ شہید مدیر تکبیر کے بعض

باقی صفحہ کالم پر

بقیہ

سعدیہ صلاح الدین

خاندانی ذرائع نے پیر کی شب جسارت رابطہ کرکے علیحدگی کے فیصلے کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا ہے کہ تقریباً سوا سال قبل سعدیہ کے شوہر رفیق افغان نے انھیں کسی جواز کے بغیر اپنے گھر سے بے دخل کردیا تھا۔ اس وقت وہ اپنے بچے کے ساتھ اپنی والدہ بیگم صلاح الدین کے گھر پر ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ اس عرصے میں رفیق افغان نے کبھی اپنی بیوی اور بچے کی خبرگیری کی ضرورت محسوس نہیں کی بلکہ 16 دسمبر کو بچہ ان سے زبردستی چھین لیا اور جب وہ بچہ واپس لینے اپنے شوہر کے گھر گئیں تو ان پر تشدد بھی کیا گیا۔ انھوں نے مزید بتایا کہ چند روز قبل اچانک رفیق افغان کے رویے میں ڈرامائی تبدیلی آئی اور وہ نہ صرف بچہ واپس دے گئے بلکہ سعدیہ کو بھی گھر واپس لے جانے پر اصرار کرنے لگے۔ ذرائع کے مطابق بعض خصوصی مقاصد کے لئے یہ رویہ رفیق افغان کی حکمت عملی کا حصہ ہے، جس کی بناء پر سعدیہ نے اپنے شوہر کے گھر نہ جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ممکنہ خطرات کے پیش نظر انتظامیہ نے سعدیہ انجم بنت صلاح الدین کی درخواست پر ان کے گھر پر پولیس گارڈ تعینات کردی ہے۔ سعدیہ انجم اس مسئلے پر جلد عدالت سے رجوع کریں گی اور پریس کے سامنے اہم انکشافات کریں گی۔

کی ہے۔ تاہم اتنی بڑی رقم خرچ کرنے کے باوجود عسکری

حکیم سعید و صلاح الدین قتل کیس فوجی عدالتوں کو نہ بھیجے جاسکے

کراچی (خصوصی رپورٹ) ممتاز سماجی رہنما و سابق گورنر سندھ حکیم محمد سعید اور ہفت روزہ تکبیر کے مدیر سید صلاح الدین کے قتل کے مقدمات کی پیر کے روز بھی فوجی عدالتوں میں سماعت نہ ہوسکی۔ واضح رہے کہ جمعہ کے روز وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف نے اعلان کیا تھا کہ یہ مقدمات فوجی عدالتوں کے سپرد کیے جائیں لیکن تاحال ایسا نہیں ہوسکا۔ جب کہ پی پی آئی کے مطابق حکومتی ذرائع کا کہنا ہے کہ گورنر معین الدین حیدر کی سربراہی میں قائم کمیٹی نے ان مقدمات کا جائزہ لے کر پیر کے روز انہیں فوجی عدالتوں کو بھیجنے کے احکامات جاری کردیے ہیں۔ دریں اثناء فوجی حکام کے مطابق کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے منیجنگ ڈائریکٹر ملک شاہد حامد، سابق رکن قومی اسمبلی زبیر اکرم ندیم اور مقامی ہوٹل کے چیف سیکیورٹی افسر ریٹائرڈ کرنل بلال کے قتل کے مقدمات کی سماعت پیر کو بھی فوجی عدالتوں میں نہ ہوسکی۔

سندھ اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے سے متعلق

روزنامہ جسارت میں شائع ہونے والی دو اہم خبروں کا عکس

ایک حساس سول ادارے سے تعلق رکھنے والے متحدہ کے ہمدرد بعض اہلکار بھی ملوث ہیں۔ واضح رہے کہ شہید کے اہل خانہ کے گھر کا ٹیلی فون گزشتہ کئی ہفتوں سے ٹیپ کیا جارہا ہے۔ اس کے لیے محکمہ ٹیلی فون کو تحریری ہدایات جاری کی گئی ہیں۔ ٹیلی فون ٹیپ کر کے شہید کے اہل خانہ کے خیالات سے باخبر رہ کر انہیں متواتر ایسا مواد فراہم کیا جارہا ہے جوان کی سوچ پر اثر انداز ہو سکے واضح رہے کہ یہ سلسلہ صلاح الدین قتل کیس میں ملوث سلیم ٹی ٹی کی گرفتاری کے فوراً بعد تیز ہو گیا تھا۔

محمد صلاح الدین کے قتل کے فوری بعد ہی ان کے اہل خانہ کو مسلسل گمنام کالوں، ڈمپ کالوں کا سامنا تھا۔ خاموش فون کر کے حراساں کرنا اور فون ٹیپ کرنا خود رفیق افغان کا ایک خاص حربہ تھا۔ جسے وہ صلاح الدین کے قتل سے پہلے بھی اور بعد میں بھی استعمال کر رہے تھے۔ بعد میں یہ دائرہ بڑھ کر صلاح الدین کے خاص رفقاء ثروت جمال اصمعی، متین الرحمٰن مرتضٰی و دیگر پر خلوص کارکنان تک بڑھ گیا تھا۔ ڈمپ کالیں شاہدہ اور رفیق افغان کے ساتھیوں کی طرف سے بھی محمد صلاح الدین کے اہل خانہ کو تنگ کرنے کے لئے کی جاتی تھیں۔ جس کا اظہار سعدیہ انجم نے آگے اپنے ایک مضمون میں بھی کیا ہے۔ محمد صلاح الدین قتل کیس میں رفیق افغان کی جانب سے متحدہ کو ملوث کرنے اور سعدیہ انجم کے بیانات کے بعد ے جنوری ۹۹ء کے تکبیر میں سعدیہ انجم نے اپنے ایک مضمون میں اس بات کی کھل کر وضاحت کی کہ تکبیر کا مطمع نظر ایم کیو ایم کی حمایت نہیں حقائق کی تلاش ہے۔ محمد صلاح الدین قتل کیس کے بارے میں تکبیر کی حالیہ رپورٹوں پر سوالات کے جواب دیتے ہوئے انہوں نے تحریر کیا۔

بحوالہ تکبیر اصل متن (شمارہ نمبر 1 - 1999ء کا عکس)

گھروں سے بے دخل کیا تو اسلام قبول کر لیں

نچلی ذات کے ہزاروں ہندوؤں کی بھارت سرکار کو

الجزائر: ۳۰ مسلم حریت پسند شہید کر دیئے

خلیج میں ڈیڑھ لاکھ کی جنگ امریکی افواج

> پولیس عینی گواہوں سے شناخت نہیں کرا رہی بلکہ اس کوشش میں ہے کہ وہ گرفت میں آنے والے ملزمان کو لازماً قاتل کے طور پر تسلیم کر کے شناخت کر لے۔

آئل اینڈ گیس
ڈویلپمنٹ کمپنی لمیٹڈ

پروکیورمنٹ ڈپارٹمنٹ (لوکل ونگ)
NO. PROC (B) 09680

ٹینڈر نوٹس

"WASTE WATER INJECTION PUMPS ALONGWITH MOTOR AND STRAINERS"

کی فراہمی کیلئے اصل چار کنندگان/ درآمد کنندگان/ سول ایجنٹس، جنکا اپنا دفتر، ٹیلیفون نمبر، سٹور، گودام ہو اور جو مالی طور پر مستحکم ہوں اور سیلز ٹیکس ڈپارٹمنٹ کے ساتھ رجسٹرڈ ہوں، سے مجوزہ ٹینڈر کاغذات پر سربمہر پیشکشیں مطلوب ہیں۔ ٹینڈر کاغذات مبلغ 500 روپے (ناقابل واپسی) کی ادائیگی پر مورخہ 26 جنوری، 1999 تک صبح 9 بجے سے دن 1 بجے کے دوران کسی بھی یوم کار میں او جی ڈی سی ایل ہاؤس، جناح ایونیو، بلیو ایریا، اسلام آباد/ شیخ چیمبرز، کلب روڈ کراچی سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ او جی ڈی سی ایل کسی بھی مواصلاتی ذریعہ سے ٹینڈر کاغذات کی ترسیل کی ذمہ داری قبول نہیں کرتی۔

ریٹ تمام قسم کی ڈیوٹیز، ٹیکسوں اور دیگر چارجز سمیت فراہم کریں۔ خواہشمند بولی دہندگان کیلئے کوٹیشن کے ہمراہ سیلز ٹیکس رجسٹریشن نمبر اور سیلز ٹیکس رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کی کاپی بھی فراہم کرنا ضروری ہے۔

ٹینڈر مورخہ 28 جنوری، 1999 کو کھولا جائے گا۔

تکبیر کا مطمح نظر

ایم کیو ایم کی حمایت نہیں حقائق کی تلاش ہے

محمد صلاح الدین قتل کیس کے بارے میں تکبیر کی حالیہ رپورٹوں پر سوالات کا جواب

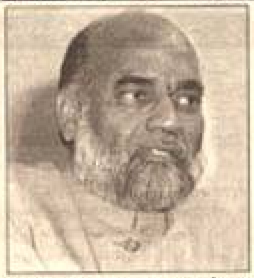

تمام دوستیوں اور دشمنیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے حقائق کی تلاش اور ان کا اظہار ہمارا مشن ہے

شمارہ نمبر ۱، ۱۹۹۹ء کے ٹائیٹل کا عکس

قومی اخبارات میں سعدیہ انجم بنت صلاح الدین اور رفیق افغان کے مابین علیحدگی کی خبروں کے ساتھ رفیق افغان کے قتل کیس میں ملوث ہونے کی خبریں تواتر سے شائع ہو رہی تھیں۔ ۱۴ جنوری ۹۹ء تکبیر کے شمارے میں بیگم صلاح الدین شہید نے وضاحت کے ساتھ اس بات کی تصدیق کی کہ اس خبر کی اشاعت کے بعد بڑی تعداد میں لوگوں نے اس کی تصدیق یا تردید کے لیے مجھ سے رابطہ کیا ہے میں خود کو اس پوزیشن میں نہیں پاتی کہ ہر شخص کو فرداً فرداً جواب دے سکوں۔ میں سعدیہ کی سرپرست کی حیثیت سے یہ وضاحت ضروری سمجھتی ہوں کہ جسارت کی یہ خبر بالکل درست اور حقائق پر مبنی ہے۔ میری بیٹی سعدیہ انجم اب رفیق افغان سے علیحدگی کا حتمی فیصلہ کر چکی ہے۔ گزشتہ عرصہ میں رفیق افغان نے ادارہ تکبیر اور صلاح الدین کے اہل خانہ کے ساتھ جو سلوک روا رکھا ہے اس بناء پر میں بھی اپنی بیٹی کے اس فیصلے کو قطعی درست اور جائز سمجھتی ہوں اور صاحبان اقتدار سے یہ توقع رکھتی ہوں کہ وہ ادرہ تکبیر اور صلاح الدین کے اہل خانہ حفاظت کے لئے مناسب بندوبست کریں گے۔

ایم کیو ایم سے ہمدردی رکھنے والے اخبارات اور خود ایم کیو ایم کے حلقوں نے سعدیہ انجم کی اس جرات کا بہت کھل کر ساتھ دیا اور متعدد حلقوں نے درخواست کی کہ وہ صلاح الدین قتل کیس کی اعلیٰ عدالتی سطح پر تحقیقات کرائیں یا فوجی عدالت کے ذریعہ اس کیس کی تحقیقات کی جائے۔ ۱۴ جنوری ۹۹ء تکبیر کے شمارے نمبر ۲ میں صلاح الدین قتل کیس پر ٹائٹل اسٹوری شائع ہوئی جس میں رپورٹر محمد طاہر نے قتل کیس میں موجود تضادات کی نشاندہی کے ساتھ صلاح الدین قتل کیس کے واحد عینی شاہد امجد پرویز سے متعلق یہ حقائق رقم

کیے کہ "مارچ ۹۶ء میں جب سلیم ٹی ٹی کا محمد صلاح الدین کے قتل میں پہلی بار نام سامنے آیا تو امجد پرویز نامی گواہ نے واضح کیا تھا کہ صلاح الدین شہید پر گولیاں چلانے والا شخص یہ نہیں ہے۔ یہ بات اس نے دفتر تکبیر کے متعدد افراد کے سامنے بار بار بیان کی۔ عینی گواہ کے اس بیان کی اہمیت اس لیے بہت زیادہ تھی کہ صلاح الدین شہید کی درج کی گئی ایف آئی آر میں مذکورہ ڈرائیور کا یہ بیان درج ہے کہ اگر قاتل اس کے سامنے لائے جائیں تو وہ انہیں باآسانی شناخت کر سکتا ہے۔ گویا عینی گواہ کے سامنے قاتلوں کے چہرے نہایت واضح ہیں۔ مارچ ۹۶ء میں امجد پرویز نے اسی اخبار کے ایڈیٹر (رفیق افغان) کے سامنے محمد سلیم ٹی ٹی کو قاتل ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ تاہم اس وقت اس بات کو نا قابل اعتنا سمجھا گیا یہاں تک کہ اسے جھڑک دیا گیا مگر دسمبر ۹۸ء میں سلیم ٹی ٹی کی گرفتاری کے وقت حالات بالکل مختلف تھے۔ چنانچہ عینی گواہ نے نئے حالات میں زیادہ مضبوطی سے تکبیر کے دفتر میں تمام ذمہ داران کے سامنے اپنی گواہی پیش کی۔ وہ سلیم ٹی ٹی اور ندیم موٹا دونوں کو پہچاننے سے صاف انکاری رہا مگر دوسری طرف مذکورہ ایڈیٹر جو مارچ ۹۶ء اس عینی گواہ کی گواہی مسترد کر چکے تھے۔ دسمبر ۹۸ء میں اپنے دباؤ پر یہ باور کرانے لگے کہ وہ قاتلوں کے طور پر سلیم ٹی ٹی اور ندیم موٹا کو شناخت کر لے۔ محمد صلاح الدین کے قتل کی واردات کا دوسرا عینی گواہ تکبیر کے دفتر واقع نا ملکو سینٹر بلڈنگ کا چوکیدار تھا۔ ۴ دسمبر ۹۴ء کو واردات کے فوراً بعد ہی آرام باغ تھانے کے اس کے انچارج فیاض احمد نے خود تکبیر کے دفتر آ کر اس واردات کے دوسرے عینی گواہ سے براہ راست تحقیقات کی تھیں۔ واردات کے عینی گواہ نے فائرنگ کرنے والے جن دو افراد کا حلیہ بیان کیا تھا

اس کے مطابق ایک کسرتی بدن کا کمانڈو ٹائپ آدمی تھا اور دوسرا چھریرے بدن اور لمبے قد کا تھا۔ موخر الذکر شخص عینی شاہد کے مطابق واردات میں زیادہ فعال محسوس ہوتا تھا مگر پولیس کی تفتیش اور ریکارڈ کے مطابق جن دو حضرات میں محمد صلاح الدین کے سب سے مرکزی قاتل اور گولی چلانے والے باور کرائے جا رہے ہیں ان میں سلیم ٹی ٹی اور ندیم موٹا شامل ہیں۔ محمد طاہر کی اس رپورٹ کے بعد رفیق افغان براہ راست سوالوں کی زد میں آ گئے۔ ۱۶ جون ۹۹ء کو بیگم صلاح الدین اور سعدیہ انجم نے اپنے گھر پی ای سی ایچ ایس میں تکبیر کے کارکنان کو افطار ڈنر پر مدعو کیا۔ اس دعوت کا مقصد تکبیر کے کارکنان کو ذہنی طور پر تیار کرنا تھا کہ تکبیر اور رفیق افغان کے مابین جنگ میں وہ حق و سچ کا ساتھ دیں۔ اس پارٹی میں سعدیہ اور بیگم صلاح الدین نے کارکنان سے خطاب کیا اور رفیق افغان کے کردار و عمل سے متعلق مختصر بریفنگ بھی دی لیکن اس دعوت میں شریک ایسے کارکنان کی بھی کمی نہیں تھی جو بیک وقت امت اور تکبیر کے لیے کام کر رہے تھے یا تکبیر میں کام کرتے ہوئے بھی اپنی وفاداریاں رفیق افغان کے ساتھ وابستہ رکھے ہوئے تھے۔ سعدیہ انجم کے ان بیانات کے بعد کہ صلاح الدین قتل کیس میں رفیق افغان کے کردار کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ متحدہ نے بھرپور سیاسی فائدہ اٹھانا چاہا۔ الطاف حسین نے لندن سے سعدیہ انجم کی ہمدردی میں حکومت وقت سے مطالبہ کیا کہ وہ قتل کی اعلیٰ عدالتی تحقیقات کرانے اور مہاجروں کے ماتھے سے قتل کے اس بدنما داغ کو دھویا جائے۔ رفیق افغان نے الطاف حسین کو ۱۰ کروڑ ہرجانے کا نوٹس جاری کر دیا اور شہر میں موجود سیاسی قد کاٹھ رکھنے والی ہستیوں سے اپنے حق میں بیان دلوانے کا سلسلہ شروع کیا جس میں یہ کہا گیا کہ سعدیہ انجم

متحدہ کے دباؤ میں آ کر رفیق افغان کو ملوث کر رہی ہے۔ رفیق افغان تو کرپشن کے خلاف مصروف جہاد ہے۔ یہ بیان مسلم لیگی رہنما اعجاز شفیع، طارق خان، حسین حقانی، سردار شیر باز مزاری اور حلیم عادل شیخ نے دیئے۔ سعدیہ انجم نے رفیق افغان کے خلاف بیان دینے کے دوسرے دن حساس ادارے کے ایک افسر کے توسط سے وزارت داخلہ کے ایک اہم افسر سے رابطہ کیا اور صلاح الدین قتل کیس میں رفیق افغان کے خلاف باقاعدہ مقدمہ درج کرنے کی درخواست کی۔ سعدیہ نے اعلیٰ حکام سے یہ بھی اپیل کی کہ رفیق افغان کے خلاف باقاعدہ مقدمہ درج کر کے انہیں گرفتار کیا جائے کیونکہ وقوعہ سے پہلے اور بعد کے حالات و واقعات رفیق افغان کو صلاح الدین کے قتل کیس میں ملوث بناتے ہیں۔ روزنامہ نوائے وقت ۱۱ جنوری ۹۹ء سعدیہ انجم کا ایک بیان چھپا جس میں انہوں نے بتایا کہ مجھے کسی نے بھڑکایا نہیں طویل مشاہدے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ رفیق افغان کو شامل تفتیش کیا جائے۔ رفیق افغان خود کو الطاف حسین کے مقابلے میں لا کر سیاسی مفادات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنے خلاف صلاح الدین کے قتل کا الزام کو پس پردہ ڈالنے کی دانستہ کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان کا اختلاف مجھ سے ہے وہ مجھ سے لڑائی لڑنے کے بجائے الطاف حسین کو سامنے لا کر کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ میری آواز دب جائے اور وہ صلاح الدین کے قتل کے الزام سے بچ کر نکل جائیں۔ رفیق افغان کو چاہیے کہ وہ الطاف حسین پر دس کروڑ ہرجانہ کا دعویٰ کرنے کے بجائے میرے خلاف ہرجانے کا دعویٰ کریں کیونکہ رفیق افغان پر صلاح الدین کے قتل کا الزام میں نے لگایا ہے اس کی بنیاد پر الطاف حسین اور دیگر نے رفیق افغان کے

خلاف بیانات جاری کیے ہیں۔ انہوں نے کہا رفیق افغان پر صلاح الدین کے قتل کا الزام عائد کرنے سے ایم کیو ایم کو سیاسی فائدہ ہو سکتا ہے مگر میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ رفیق افغان سے علیحدگی اور اس کے خلاف صلاح الدین قتل کیس کے الزام کا فیصلہ میرا ذاتی فیصلہ ہے۔ مجھے کسی نے بھڑکایا نہیں ہے۔ میں کسی سازش کا شکار نہیں ہوئی ہوں۔ مگر رفیق افغان کی حرکات کے گہرے مشاہدے کے بعد ذاتی طور پر اس فیصلے پر پہنچی ہوں کہ رفیق افغان کو صلاح الدین کے مقدمہ قتل میں شامل تفتیش کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنا مقدمہ خود لڑنے کی صلاحیت رکھتی ہیں ہم اپنا کام کرنے کے لیے کافی ہیں دوسروں کو وکالت کرنے کی ضرورت نہیں۔

سعدیہ انجم کا یہ بیان ایم کیو ایم سے وابستگی رکھنے والے اخبارات نے بہت نمایاں کر کے شائع کیے۔ ۱۴ جنوری ۹۹ء دفتر تکبیر میں روزنامہ جنگ کی دو خاتون رپورٹر نرگس ناجی اور یاسمین طٰہٰ سعدیہ انجم کا انٹرویو لینے آئیں۔ تقریباً دو ڈھائی گھنٹے یہ ملاقات طویل رہی لیکن بعد میں یہ انٹرویو جنگ میں ''بعض ناگزیر وجوہ'' کی بناء پر شائع نہ ہو سکا۔ (سعدیہ انجم کے واپس رفیق افغان کے پاس چلے جانے کے بعد ان دو صحافی خواتین نے از راہ طنز تبصرہ کرتے ہوئے کہا ''سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے سعدیہ نے اخبارات میں بیان بازی کی۔ اس نے اپنے شوہر پر اس طرح کے الزامات لگائے جسے کوئی فلمی اداکارہ کرتی ہے'')۔

۲۱ جنوری ۹۹ء کے ہفت روزہ تکبیر میں صلاح الدین قتل کیس میں رفیق افغان کو ملوث کرنے کے حوالے سے وزیر اعظم، چیف جسٹس

سپریم کورٹ، چیف آف آرمی اسٹاف، چیف جسٹس سندھ ہائیکورٹ، وزیر داخلہ، گورنر سندھ، کور کمانڈر کراچی اور آئی جی کے نام سعدیہ انجم نے ایک طویل خط ارسال کیا جس میں ان اعلیٰ حکام سے انصاف طلب کیا گیا۔ اس خط کا متن ہفت روزہ تکبیر کے شمارہ نمبر ۳ - 1999- میں شائع ہوا۔

NEXT PAGE

سپریم کورٹ، چیف آف آرمی اسٹاف، چیف جسٹس سندھ ہائیکورٹ، وزیر داخلہ، گورنر سندھ، کور کمانڈر کراچی اور آئی جی کے نام سعدیہ انجم نے ایک طویل خط ارسال کیا جس میں ان اعلیٰ حکام سے انصاف طلب کیا گیا۔ اس خط کا متن ہفت روزہ تکبیر کے شمارہ نمبر ۳ - 1999- میں شائع ہوا۔

NEXT PAGE

رفیق افغان مشتبہ کیوں بنے؟

بحوالہ تکبیر شمارہ نمبر ۳ ۱۹۹۹ء

بخدمت جناب

مکرمی ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گزارش یہ ہے کہ میں سعدیہ اظہر بنت محمد صلاح الدین اپنے والد اور ہفت روزہ تکبیر کے بانی محمد صلاح الدین شہید کے قتل کے سلسلے میں ہونے والی پولیس تفتیش سے بوجوہ قطعی مطمئن نہیں۔ شہید کی بیوہ اور میری والدہ ڈاکٹر قمر جہاں بھی اس معاملے میں مجھ سے پورا اتفاق رکھتی ہیں۔

ہمارے عدم اطمینان کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ واردات کا فی الوقت دستیاب واحد عینی گواہ ڈرائیور امجد پرویز جو واردات کے وقت صلاح الدین شہید کی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا ان پر براہ راست فائرنگ کے ذمہ دار قرار دیئے جانے والے دو ملزمان محمد سلیم عرف ٹی ٹی اور ندیم عرف موٹا میں سے کسی کو بھی اس حیثیت سے شناخت نہیں کرتا لیکن رفیق افغان نے جان سے مار دیئے جانے کا خوف دلا کر اسے مجبور کیا کہ وہ عدالت میں سلیم ٹی ٹی کو شناخت کرے اور ان کی طرف سے اس پر دباؤ ڈالے جانے کا علم کسی تیسرے شخص کو نہ ہونے پائے۔ بلکہ ندیم موٹا کی گرفتاری کے بعد سی آئی اے کے اہل کاروں نے ندیم موٹا کو امجد ڈرائیور کے گھر پر لے جا کر اس سے کہا کہ عدالت میں تمہیں اسی شخص پر انگلی رکھنی ہے 'ورنہ تو تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ رفیق افغان اور پولیس کے اس رویے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گواہ کے ذریعے حقائق تک پہنچنے کے بجائے گواہ کو پہلے سے طے شدہ نتیجے کو درست ثابت کرنے کے لئے استعمال کرنا مقصود ہے۔ یہ انداز تفتیش واضح طور پر بدنیتی ظاہر کرتا اور سنگین شبہات کو جنم دیتا ہے اور اس طرح کبھی درست نتائج تک نہیں پہنچا سکتا۔

پولیس تفتیش کی خامیاں ۳۰ ستمبر ۱۹۹۸ء اور اس کے بعد شائع ہونے والے تکبیر کے مختلف شماروں میں شامل تحریروں میں واضح کی جاتی رہی ہیں لیکن متعلقہ ذمہ داران نے ہمارے موقف کو سمجھنے کے لئے ہم سے براہ راست کوئی رابطہ نہیں کیا بلکہ مقدمہ فوجی عدالت کے سپرد کرنے کی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا۔ اسی بناء پر اب ہم براہ راست آپ کے علم میں اس تفتیش کے نقائص اور اس پورے معاملے کا پس منظر لا رہے ہیں تاکہ غلط تفتیش کی بناء پر عدالتی عمل کے غلط رخ اختیار کر لینے کے اندیشے کے سدباب میں آپ اپنا کردار ادا کر سکیں۔

محمد سلیم عرف ٹی ٹی ہی وہ شخص ہے جو نومبر ۹۸ء میں میرے والد کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا اس کے بارے میں رفیق افغان اور ان کے منتخب کردہ افراد کی تیار کی ہوئی ایک رپورٹ ۲۰ مارچ ۱۹۹۶ء کے تکبیر میں شائع ہوئی تھی۔ رفیق افغان جو اب روزنامہ امت کے مدیر اور اس کے معاملات کے ذمہ دار ہیں لیکن جو میرے والد کی شہادت کے بعد سے جون ۱۹۹۷ء میں بوجوہ مستعفی ہونے تک تکبیر میں عملاً مختار کل تھے 'اس رپورٹ کی اشاعت کے بعد سے اب تک اس کے سو فی صد درست ہونے پر مصر ہیں، جس کا ثبوت روزنامہ امت میں نومبر ۹۸ء کے اواخر سے چھپنے والی متعدد رپورٹوں اور تحریروں کی صورت میں موجود ہے۔ ہم نے بعض حوالوں سے پوری طرح مطمئن نہ ہونے کے باوجود گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے ان پر اعتبار کرتے ہوئے اس رپورٹ کو بعض حوالوں سے کھٹک محسوس کرنے کے باوجود ایک عرصے تک بحیثیت مجموعی درست سمجھا تاہم بتدریج ایسے شواہد سامنے آتے چلے گئے جن کی بناء پر ہمارے لئے اپنے اس اعتماد کو برقرار رکھنا ممکن نہ رہا۔ پولیس نے حالیہ تفتیش میں عملی طور پر اسی رپورٹ کو درست ثابت کرنے کے لئے کام کیا جس سے بے اعتباری کے کئی نئے اسباب رونما ہوئے' ان میں سے چند انتہائی اہم نکات ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں :

۱) ۱۹۹۶ء میں سلیم کی پہلی بار گرفتاری کے بعد تکبیر میں رفیق افغان کی تیار کردہ جو رپورٹ شائع ہوئی اس میں واقعے کے عینی گواہ ڈرائیور امجد پرویز کو تفتیش کے عمل میں سرے سے شریک ہی نہیں کیا گیا جبکہ مجرم کی شناخت کے لئے یہ سب سے ضروری بات تھی اور سب سے پہلے ہونی چاہئے تھی۔

۲) تکبیر میں رپورٹ کی اشاعت کے بعد ڈرائیور امجد پرویز نے بہ اصرار یہ بات کہی کہ وہ سلیم کو بحیثیت قاتل شناخت نہیں کرتا لیکن رفیق افغان اس کی اس بات کو کوئی اہمیت دینے کے بجائے اس سے یہی کہتے رہے کہ تمہیں کیا پتہ قاتل کون ہیں۔ جبکہ ایف آئی آر میں ڈرائیور امجد پرویز کا یہ بیان درج ہے کہ اگر فائرنگ کرنے والے دو دو افراد اس کے سامنے لائے جائیں جو قتل کے براہ راست ذمہ دار ہیں تو وہ انہیں آسانی سے شناخت کر سکتا ہے۔ عینی گواہ کے ساتھ آخر یہ رویہ کیوں اختیار کیا گیا۔

۳) اس کے بعد نومبر کے اواخر میں سلیم کی تازہ گرفتاری کے فوراً بعد رفیق افغان نے اس سلسلے میں انتہائی بھیانک کردار ادا کیا۔ امجد پرویز بتاتا ہے کہ سلیم ٹی ٹی کی گرفتاری کے بعد رفیق افغان نے اپنے اخبار امت کے دفتر میں بلا کر اسے مختلف زاویوں سے کھینچی گئی سلیم کی تصویریں دکھائیں اور شدید غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کل عدالت میں جا کر تمہیں اسی شخص پر انگلی رکھنی ہے ورنہ سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا اور کسی کو یہ بتانا بھی نہیں ہے کہ کل تم اس مقصد کے لئے عدالت جا رہے ہو۔

۴) جب دو دسمبر کو وہ اپنا بیان ریکارڈ کرانے کے لئے عدالت پہنچا تو پولیس اہل کاروں نے اسے بار بار سلیم کو دکھایا اور کہا کہ تمہیں اسی آدمی پر انگلی رکھنی ہے۔ امجد کہتا ہے کہ اس نے یہ کہا بھی کہ اسے ایک خاص آدمی بار بار کیوں دکھایا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود یہ سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر اس نے محض خوف و ہراس کی وجہ سے جج کے سامنے سلیم کو فائرنگ کرنے والا قرار دے دیا۔ اس بات پر وہاں موجود پولیس اہل کاروں نے اس سے کہا کہ یہ تم نے بہت اچھا کیا ورنہ تمہاری جان خطرے میں تھی۔

۵) امجد پرویز یہ بھی بتاتا ہے کہ اس عدالتی بیان کے بعد وہ رفیق افغان کی ہدایت کے مطابق انہیں اطلاع دینے کے لئے روزنامہ امت کے دفتر آیا اور رفیق صاحب کو مطلع کیا تو انہوں نے کہا کہ اب یہ بات صرف میرے اور تمہارے درمیان رہنی چاہئے اور کسی کو بھی اس کا پتہ نہیں چلنا چاہئے' خصوصاً تکبیر کے دفتر میں تو کسی کو ہرگز یہ بات معلوم نہیں ہونی چاہئے۔ امجد کے بقول رفیق افغان نے اس سے کہا کہ یہ بات اگر تم نے کسی کو بتائی تو تمہاری جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ امجد کہتا

ہے کہ اسی لئے اس نے تکبیر کے دفتر میں کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ آخر تکبیر ہی کو پولیس کے ذرائع سے ملنے والے اطلاعات سے مجھے اس کا پتہ چلا تو میں نے امجد سے اس بارے میں دریافت کیا، جس پر اس نے مذکورہ بالا تفصیلات سے آگاہ کیا۔

۶) اب گرفتار کئے جانے والے ملزم موٹا کے بارے میں بھی امجد یقین سے کہتا ہے کہ وہ جائے واردات پر اسے کہیں نظر نہیں آیا لیکن سی آئی اے صدر کے اہلکاروں کی طرف سے اس کے گھر پہنچ کر اس پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ جوڈیشل مجسٹریٹ کے سامنے ملزم موٹا کو شناخت کرے جس پر اس نے واضح طور پر کہا کہ اس نے ایسا کوئی آدمی فائرنگ کرتا ہوا نہیں دیکھا اس لئے وہ ملزم موٹا کو اس حیثیت سے شناخت کرنے کو تیار نہیں ہے۔ تاہم مقررہ تاریخ پر وہ عدالت نہ پہنچا تو اسے یہ کہہ کر واپس کر دیا گیا کہ ابھی تم چلو جب ضرورت ہوگی بلا لیں گے۔

۷) اس واردات کا دوسرا عینی گواہ ماڈل سنٹر ہی اس بلڈنگ کا چوکیدار تھا جس کے تیسرے فلور پر تکبیر کا دفتر واقع ہے۔ واردات کے بعد فوری طور پر آرام باغ تھانے کے اس وقت کے انچارج ایاض قریشی نے "جو اب کراچی کے کسی علاقے میں ڈی ایس پی ہیں" خود تکبیر کے دفتر آکر اس چوکیدار سے جو تحقیقات کی اس میں چوکیدار نے بتایا تھا کہ فائرنگ کرنے والے دو افراد میں سے ایک کسرتی بدن کا لمبا چوڑا آدمی تھا اور دوسرا چھریرے بدن اور لمبے قد کا تھا۔ یہ بیان پولیس کے ریکارڈ میں موجود ہونا چاہئے۔ سلیم ٹی ٹی اور ملزم موٹا دونوں ان خصوصیات پر پورے نہیں اترتے۔

۸) ۱۹۹۶ء میں سلیم ٹی ٹی کو پی آئی بی کالونی تھانے کے انچارج حیدر علی نے گرفتار کر کے تفتیش کی تھی اور انہوں نے بھی سلیم کو صلاح الدین کیس میں ملوث قرار نہیں دیا تھا۔ اس تھانے سے سلیم کو ضلع وسطی کیسے منتقل کیا گیا اور اس سے کس طرح اور کن لوگوں نے تفتیش کی جس کے نتیجے میں تکبیر کی رپورٹ مرتب ہوئی، ان سوالوں کا درست جواب حاصل کئے بغیر عدالت درست سمت میں آگے نہیں بڑھ سکتی ہے۔

۹) مارچ ۱۹۹۶ء میں ضلع وسطی کے اے ایس پی عبدالرزاق چیمہ نے تکبیر کی رپورٹ کی صحت کو جانچنے کے لئے سلیم کے بیان کے مطابق قتل کی سازش میں شریک شاکر لنگڑا اور محمود صدیقی سے "جو اس وقت جیل میں تھے" انٹروگیشن کی تو وہ ملوث ثابت نہیں ہوئے۔

۱۰) سلیم سے منسوب اعترافی بیان کے مطابق کامل گی بائی قتل کی واردات میں ملوث ایک شخص کو پولیس نے ایس ای ڈی کی گرفتار کیا اور ۲۲ دن زیر تفتیش رہا اور پھر دوران حراست ہی ہلاک ہو گیا۔ اس کی موت کا سبب پولیس کے ذرائع نے یہ بتایا کہ وہ دیسی شراب پینے کا عادی تھا جس کے نہ ملنے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ کامل گی بھی صلاح الدین کیس میں ملوث نہیں پایا گیا تھا۔ اس طرح سلیم سے منسوب کہانی کا یہ کردار بھی جعلی نکلا۔

۱۱) نومبر ۱۹۹۸ء میں سلیم کی دوسری گرفتاری کے بعد اس کے بیان کے مطابق واردات میں شریک اس کا اصلی تیم گرفتار ہوا لیکن تفتیش میں اس پر بھی کچھ ثابت نہیں ہو سکا۔ اس طرح سلیم سے لئے گئے بیان اور تکبیر میں شائع کرائی گئی رپورٹ کا یہ ملزم بھی بے جرم نکلا۔

۱۲) سلیم کے نامزد کردہ ایک اور ملزم شاکر لنگڑا کی گرفتاری ابھی چند روز پہلے عمل میں آئی ہے۔ حکیم سعید کے قتل میں ملوث ہونے کا اعتراف کرنے کے باوجود اس سے صلاح الدین کے قتل میں شریک ہونے کا اعتراف نہیں کرایا جا سکا ہے۔ لیکن اس کے حوالے سے ۱۹۹۶ء والی صورت حال برقرار ہے جب اے ایس پی چیمہ نے اس سے تفتیش کی تھی اور وہ ملوث نہیں پایا گیا تھا۔

۱۳) فاروق میمن عرف پوا ہی ایک شخص بھی سلیم سے حاصل کئے گئے بیان میں کارروائی میں شریک بتایا گیا تھا۔ لیکن گرفتاری کے بعد اس کے بارے میں بھی انٹروگیشن سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکی۔ اس طرح توثیق کے لئے جو مواقع بھی میسر آئے "سلیم سے اعترافی بیان کی صورت میں حاصل کی جانے والی کہانی کسی بھی جگہ درست ثابت نہیں ہوئی۔

۱۴) ۱۹۹۶ء میں اے ایس پی چیمہ کے بعد ایک اور اعلیٰ پولیس افسر احسان صادق نے بھی سلیم سے تفتیش کی اور اسے صلاح الدین کیس میں ملوث قرار نہیں دیا۔

۱۵) ایس ایس پی واجد درانی نے بھی سلیم سے براہ راست تفتیش کی اور اسے اس کیس میں ماخوذ قرار نہیں دیا بلکہ اس کے سلسلے میں ہائی کورٹ میں حبس بے جا کی درخواست کے بعد بھی اس کا چالان کر کے اس کی کئی ماہ طویل حراست کا جواز مہیا کرنے کے بجائے اسے رہا کر دیا۔ اگر وہ واقعی اقراری مجرم تھا تو ایسا کیوں کیا گیا۔

۱۶) ۱۹۹۶ء میں شعیب سڈل جیسا ایک اہم اور فرض شناس افسر کراچی پولیس کا سربراہ تھا۔ اگر پولیس کی تفتیش کے مطابق سلیم ٹی ٹی واقعی ثابت شدہ مجرم تھا تو انہوں نے اس قدر غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیوں کیا کہ سلیم کو مہینوں حراست میں رکھنے کے باوجود کوئی مقدمہ قائم کئے بغیر رہا کر دیا۔

۱۷) یہ بے نظیر بھٹو کا دور حکومت تھا جس میں ایم کیو ایم کی دہشت گردی کے خلاف بھرپور آپریشن کیا گیا تھا۔ صلاح الدین کے قاتلوں کے بے نقاب ہو جانے کے دعوے کے ساتھ پیش کی گئی تکبیر کی مارچ ۱۹۹۶ء کی رپورٹ کو ٹی وی کے خبرنامے میں غیر معمولی اہمیت دی گئی تھی اور حکومت قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچا کر اس حوالے سے خاصی نیک نامی حاصل کر سکتی تھی کہ اس نے صلاح الدین جیسی بین الاقوامی شہرت یافتہ شخصیت اور محب وطن پاکستانی کے قاتلوں کو انجام تک پہنچایا۔ مزید یہ کہ اس طرح وہ بعض حلقوں میں پائے جانے والے اس تاثر کا بھی ازالہ کر سکتی تھی کہ اس کارروائی میں خود حکومت یا کوئی سرکاری ایجنسی شریک ہے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ حکومت کا جوش و خروش بتدریج ٹھنڈا پڑ گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رپورٹ درست ثابت نہیں ہو سکی۔

۱۸) تکبیر کی حالیہ تحقیقات کے مطابق سلیم نے تفتیش کے دوران دو افراد کے قتل کا رضاکارانہ اعتراف کیا لیکن صلاح الدین کے قتل کا اعتراف اس سے بے پناہ تشدد کے بعد کرایا گیا۔ گرفتاری کے بعد سلیم سے آڈیو کیسٹ پر ریکارڈ کی ہوئی ایک گفتگو اس کا ثبوت ہے۔

عدالت کو حقائق تک پہنچنے کے لئے اوپر بیان کردہ نکات کو پوری اہمیت دینی چاہئے اور شعیب سڈل، واجد درانی، احسان صادق، عبدالرزاق چیمہ، ایاض قریشی، حیدر علی بلکہ بے نظیر بھٹو سے بھی تفتیش کرنی چاہئے۔

اس سارے معاملے میں روزنامہ امت اور اس کے مالک اور مدیر رفیق افغان کا کردار انتہائی قابل غور ہے۔

○ گزشتہ نومبر کے اواخر میں سلیم ٹی ٹی کی گرفتاری کے فوراً بعد سے اس معاملے میں غیر جانبدارانہ تحقیقات اور قانون و انصاف کے تقاضوں کی تکمیل کے بجائے اخبار نے ملزم کو مجرم قرار دیتے ہوئے بلا تاخیر پھانسی پر لٹکا دینے کا مطالبہ شروع کر دیا۔ خود اخبار کے مدیر نے وزیر اعظم کو مخاطب کرتے ہوئے اس مطالبے پر مبنی ایک

کالم "اگلے ہی دن لکھ ڈالا۔ (روزنامہ امت   نومبر ۱۹۹۸ء)

○ واردات کے عینی گواہ ڈرائیور امجد پرویز کو اپنے دفتر بلا کر انہوں نے اس پر دباؤ ڈالا اور اصرار کیا کہ وہ سلیم کو قاتل کی حیثیت سے شناخت کرے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ امجد شروع ہی سے اس کی تصدیق نہیں کر رہا۔

○ پھر جب انہیں اس بات کا اندازہ ہوا کہ تکبیر ان کی تیار کردہ مارچ ۱۹۹۶ء کی رپورٹ کو من و عن درست قرار دینے کے بجائے صلاح الدین قتل کیس کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کا موقف رکھتا ہے تو انہوں نے صلاح الدین شہید کے اہل خانہ کو سنگین نتائج کی دھمکیاں دیں جس کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔

○ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ سلیم ٹی ٹی سے پولیس تحویل کے دوران ہونے والی کوئی گفتگو تکبیر میں شائع ہونے والی ہے تو انہوں نے اپنے اخبار میں یہ خبر حق اندازی دیتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا کہ سلیم سے کہلوایا گیا ہے کہ صلاح الدین کا قاتل ان کا ایک قریبی عزیز ہے جبکہ تکبیر کو سلیم سے ہونے والی جو گفتگو ملی اس میں ایسی کوئی بات نہیں تھی اسی لئے شائع بھی نہیں ہوئی۔ (روزنامہ امت   دسمبر ۱۹۹۸ء)

○ سلیم کی حالیہ گرفتاری کے بعد   دسمبر کے تکبیر میں جب یہ رپورٹ شائع ہوئی کہ سلیم سے صلاح الدین کے قتل کا اعتراف بے پناہ تشدد کے بعد کرایا گیا ہے تو امت نے پولیس کی صفائی پیش کرتے ہوئے پولیس تحویل میں ملزم سلیم کے اعزاز و اکرام اور اس سے حسن سلوک کی حیرت انگیز تفصیلات پیش کیں جو پولیس کے طریق تفتیش سے واقف کسی بھی شخص کے لئے قابل یقین نہیں۔ (امت   دسمبر ۱۹۹۸ء)

○ امت کی اس رپورٹ میں یہ بھی لکھا گیا کہ ملزم سلیم نے صلاح الدین کے قتل کا اعتراف تو کسی دباؤ کے بغیر رضاکارانہ طور پر گرفتاری کے فوراً بعد ہی کر لیا لیکن اس سے انکار پولیس تحویل میں جبراً کرایا گیا۔ یہ موقف جس قدر مضحکہ خیز ہے اس کی وضاحت ضروری نہیں۔ (امت   دسمبر ۱۹۹۸ء)

○ ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ امت میں ملزموں کے جو اعترافات امت کے رپورٹروں سے ہونے والی گفتگو کے طور پر شائع ہوتے رہے ہیں "وہ بالعموم لفظ بلفظ پولیس کو دیئے گئے اعترافی بیان یا جوڈیشل مجسٹریٹ کے سامنے ۱۶۴ کے بیان کے مطابق ہوتے ہیں۔" پولیس تفتیش اور امت کی اپنی رپورٹوں میں یہ حیرت انگیز مماثلت کیوں اور کیسے ہے" یہ ایک قابل غور سوال ہے۔

○ صلاح الدین قتل کیس کے ملزم سلیم کی گرفتاری کے بعد سے رفیق افغان کا رویہ یہ رہا کہ پہلے تو انہوں نے مجھے اور میری والدہ کو تکبیر کی غیر جانبدارانہ تحقیقات پر سنگین نتائج کی دھمکیاں دیں۔ اس پر جب انہیں یہ جواب دیا گیا کہ "ہمارا مقصد حقائق کی تلاش ہے اس لئے ہم یہ جستجو جاری رکھیں گے "آپ اپنا کام جس انداز میں کرنا چاہیں ہم اس سے آپ کو نہیں روکتے" لیکن جو حقائق ہمیں میسر ہوں گے ہم انہیں منظر عام پر لاتے رہیں گے۔ تو انہوں نے اس کے بعد اپنے اکلوتے دو سالہ بیٹے کو "جو سوا سال سے میرے ساتھ صلاح الدین شہید کے گھر پر تھا" مجھ سے چھین لیا۔ اور جب میں بچے کی واپسی کے لئے رفیق افغان سے براہ راست بات کرنے ان کے گھر گئی تو انہوں نے مجھے بری طرح زدوکوب کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ بچہ چاہئے تو تکبیر چھوڑ دو۔ بچے کے حصول کا یہی ایک طریقہ ہے۔

ان کا یہ مطالبہ نہیں مانا گیا اور تکبیر میں صلاح الدین قتل کیس کے بارے میں نئے حقائق سامنے آتے رہے اور اس سلسلے میں خود میری بھی ایک تحریر گزشتہ شمارے میں شائع ہوئی تو وہ اسی روز اپنے عمومی مزاج کے برعکس قطعی غیر متوقع طور پر تقریباً ڈیڑھ دو برس بعد اچانک ہمارے گھر بچے کو لے کر خود پہنچ گئے اور اسے میری گود میں دے دیا۔ اس کے بعد صلح کی قطعی غیر مشروط پیش کش کی۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنی ساری انا اور خودداری کو چھوڑ کر تمہارے پاس آگیا ہوں اور تمہیں اپنے گھر لے جانا چاہتا ہوں۔ یہ بات انہوں نے کھڑی پر نہیں خود تکبیر کے دفتر آکر بھی کہی حالانکہ وہ اس دفتر میں کبھی قدم نہ رکھنے کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ مجھے بچے سمیت انہوں نے خود سوا سال پہلے اپنے گھر سے نکال دیا تھا اور اس عرصے میں ہماری کسی خبر گیری کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ میں ان کے ساتھ جانے کو تیار نہیں ہوئی تاہم ان سے فون پر رابطہ رہا۔ لیکن ان ٹیلی فون کالوں کو ٹیپ کر کے بعض لوگوں کو یہ تاثر دینے کے لئے سنوایا گیا کہ ہمارے تعلقات بحال ہو گئے ہیں جس سے ثابت ہو گیا کہ یہ سب کچھ ایک منصوبے کے تحت کسی خاص مقصد کے لئے کیا گیا تھا۔ ان کے اس رویے کے اسباب کیا ہیں "عدالت کو اس پر بھی غور کرنا چاہئے۔

ہمیں امید ہے کہ اس انتہائی حساس اور اہم مقدمے میں انصاف کے تقاضوں کی تکمیل اور متاثرین کی دادرسی کے لئے آپ اپنی ذمہ داریاں اللہ کے سامنے جوابدہی کے احساس کے ساتھ پوری کریں گے۔

والسلام

انصاف کی طالب

(دستخط)

(سعدیہ انجم بنت صلاح الدین شہید)

8. 1. 99.

محمد صلاح الدین شہید کی صاحبزادی کی جانب اپنے باپ کے بہیمانہ قتل پر اپنے شوہر ہی کو شامل تفتیش کرنے کے مطالبے اور اعلیٰ سول فوجی حکام کو لکھے گئے خط سے ملک کے اعلیٰ سیاسی، صحافتی اور انتظامی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ اخبارات میں ان حقائق سے متعلق خبروں کو نمایاں طور پر جگہ ملنے لگی۔ سیاسی حلقوں میں بھی یہی معاملات موضوع بحث بن گئے۔ اعلیٰ حکومتی اور فوجی حلقے مصر تھے کہ اس مطالبے سے ایم کیو ایم کو فائدہ پہنچے گا اس لیے اگر بالفرض رفیق افغان واقعی قاتل بھی ہو تو اس سے صرف نظر کیا جائے تا کہ ایم کیو ایم کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے مگر سعدیہ انجم کا موقف اس حوالے سے واضح تھا ان کا کہنا تھا کہ ایم کیو ایم حقیقی قاتلوں کو پکڑنے سے فائدہ حاصل نہیں کر پائے گی۔ بلکہ ایم کیو ایم کو اصل فائدہ جھوٹے قاتلوں کو سزا دینے سے ہوگا۔ کیونکہ اس طرح ان جھوٹی سزاؤں پر ایم کیو ایم کو پروپیگنڈہ کرنے میں مدد ملے گی۔ اور انصاف کے تقاضے بھی پورے نہیں ہوں گے لیکن سعدیہ انجم کے اس موقف کی پذیرائی کرنے سے تمام اعلیٰ حکام نے معذوری ظاہر کردی۔ تکبیر کے اسی شمارے میں یعنی ۲۸ جنوری ۹۹ء میں سعدیہ انجم نے محمد صلاح الدین قتل کیس میں رفیق افغان اور الطاف حسین کے ریویوں کا جائزہ کے عنوان سے ایک مضمون سپرد قلم کیا

ہفت روزہ تکبیر — جو سب چھپاتے ہیں، وہ ہم بتاتے ہیں

جو سب چھپاتے ہیں وہ ہم بتاتے ہیں

Daily UMMAT Karachi — روزنامہ امت کراچی

15 جنوری 99 روزنامہ امت

رفیق افغان، حمزہ کو سعدیہ کے پاس چھوڑ کر جانے لگے تو بیٹے نے باپ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں روک لیا

صلاح الدین کیس کس نے خراب کیا؟

سعدیہ سے ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو آئی بی کے سابق جوائنٹ ڈائریکٹر نے ٹیپ کرائی

رفیق

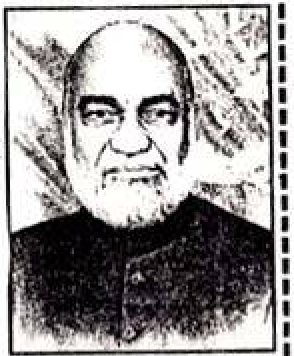

امت رپورٹ

محمد صلاح الدین کا کیس کس کس نے خراب کیا؟

روزنامہ اُمت میں شائع ہونے والی رپورٹ کا عکس

بحوالہ رویوں کا جائزہ ۲۸ جنوری ۹۹ء تکبیر میں سعدیہ انجم کے اس تفصیلی مضمون کے بعد بھی کہ صلاح الدین قتل کیس میں رفیق افغان کا
ملوث ہونا، الطاف حسین یا دیگر متحدہ کے ملزمان کی برات کا اعلان نہیں ہے لیکن معاملات کو ہنوز اسی تناظر میں دیکھا جاتا رہا۔ تکبیر کے
اس خصوصی شمارے میں سعدیہ انجم کی رفیق افغان سے علیحدگی کا فیصلہ کیوں؟ کے عنوان سے ایک جذباتی تاثراتی اور واقعاتی تحریر بھی
شائع ہوئی اس آرٹیکل میں سعدیہ نے لکھا بحوالہ داستان جرم داستان الم ۲۸ جنوری 1999 شائع شدہ تحریر کا عکس

NEXT PAGE

رفیق افغان سے علیحدگی کی وجوہات

سعدیہ انجم کا موقف

روزنامہ قومی اخبار میں شائع ہونے

والی رپورٹ کا عکس

سعدیہ انجم کے الزامات ترجمان رفیق افغان جواب دیتے ہیں

رفیق افغان کے ترجمان کا موقف روزنامہ قومی اخبار میں شائع ہونے والی رپورٹ کا عکس

سعدیہ انجم کے مذکورہ بالا خط اور مضامین میں رفیق افغان کے کردار سے متعلق بہت سے حقائق سپرد قارئین کر دیے تھے لیکن یہ سچ اب بھی ادھورا تھا بہت سے اہم معاملات اور نکات کی سعدیہ انجم نے پھر پردہ پوشی کر دی تھی۔ثروت جمال اصمعی بھی اس پورے سچ کے حق میں نہ تھے۔ بعض ایجنسیاں بھی نہیں چاہتی تھیں کہ رفیق افغان کے کردار کو طشت ازبام کیا جائے تکبیر میں چھپے ہوئے سعدیہ انجم کے خط اور مضامین کو ملک کے دیگر قومی اخبارات نے شکریہ کے ساتھ شائع کیا تب رفیق افغان کے لیے اس معاملے کو جوش سے زیادہ ہوش کی نظر سے دیکھنا ضروری ہو گیا۔روزنامہ امت نے تکبیر کے آتے ہی اپنی قریبی اشاعت میں ''صلاح الدین قتل کیس کس نے خراب کیا؟ کے عنوان سے خود پر لگائے گئے الزامات کا نکتہ وار جواب دینا ضروری سمجھا۔بغیر نام کے شائع ہونے والے اس مضمون میں لکھا گیا۔بحوالہ فائل ۲۲ جنوری ۹۹ ءنکتہ وار جواب۔ روزنامہ امت میں شائع شدہ تحریر کا عکس

جو سب چھپاتے ہیں وہ ہم بتاتے ہیں

سلیم ٹی ٹی — ندیم موٹا

بقیہ صلاح الدین کیس
کس نے خراب کیا؟
۱۵ جنوری ۹۹ء
روزنامہ امت

۱۵ جنوری ۱۹۹۹ء روزنامہ امت
میں شائع ہونے
والی رپورٹ کا عکس صلاح الدین
کیس، کس کس نے خراب کیا؟

۱۷ جنوری ۹۹ء کو روزنامہ نوائے وقت میں گورنر سندھ لیفٹیننٹ جنرل (ر) معین الدین حیدر نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ ہفت روزہ تکبیر کے مدیر مرحوم محمد صلاح الدین کے قتل کے کیس پر پولیس تحقیقات مکمل کر چکی ہے۔ تحقیقات مکمل ہونے کے بعد اب گھریلو جھگڑے کے ذریعہ اس کیس پر اثر ڈالنے کی کوشش کی جا رہی لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔

مقتدر طبقے کے ایک اعلیٰ شخصیات کے ان ریمارکس کے بعد سعدیہ انجم کو حکومتی سطح پر انصاف ملنے کی توقع کم سے کم ہوتی جا رہی تھی۔ سعدیہ انجم نے اپنے طور پر سول، فوجی ایجنسیوں کی اہم شخصیات سے ملاقات کر کے رفیق افغان سے متعلق اپنے شکوک و ثبوت کے ساتھ رفیق افغان کے اخلاقی جرائم سے بھی آگاہ کیا مگر یہاں بھی سعدیہ نے یہی محسوس کیا کہ درون خانہ رفیق افغان کی حمایت یا مصلحت آمیز خاموشی ہی نہ صرف جواب ہے بلکہ سعدیہ انجم کے لیے بھی یہ اشارہ کہ وہ اس کیس کو ری اوپن کرنے کی غلطی نہ کریں یہ محض ایک گھریلو جھگڑا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ سعدیہ انجم کی طرف یہ سوال اچھالا گیا کہ رفیق افغان کو مشتبہ قرار دینے کے لیے چار سال کا انتظار کیوں کیا؟ ۴ فروری کے ہفت روزہ تکبیر کے سرورق پر اسی عنوان سے سعدیہ انجم نے وضاحت کرنے کی کوشش کی لیکن بدھ ۲۷ جنوری کی ایک سہ پہر جب تکبیر کی کاپیاں پریس میں جانے کے لیے تیار تھیں دفتر تکبیر کو سندھ ہائی کورٹ کی جانب سے یہ اطلاع موصول ہوئی کہ مدیرامت رفیق افغان کی درخواست پر عدالت نے تکبیر کے ایڈیٹر ایگزیکٹو ایڈیٹر، رکن مجلس مشاورت پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ اور تکبیر کے رپورٹر محمد طاہر کو پابند کیا ہے کہ وہ تکبیر یا کسی دوسرے جریدے میں رفیق افغان کے خلاف ہتک

عزت پر مبنی کوئی مواد شائع نہیں کرینگے۔ لہٰذا تکبیر نے آزادی اظہار پر قدغن کے عنوان سے لکھا ''زیر نظر شمارے میں سعدیہ انجم کی تحریر میں توہین آمیز مواد شامل نہیں ہے بلکہ محض حقائق زیر بحث لائے گئے ہیں۔ عدالت کے اس حکم کی بناء پر محض احتیاطاً روک لی گئی ہے ٹائٹل کی سرخی کے بارے میں چونکہ یہ بالکل واضح ہے کہ وہ ہتک عزت مواد کی تعریف میں نہیں آتی اس لیے اسے روکنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ سعدیہ کی یہ تحریر قانونی مشورہ حاصل کرنے کے بعد مثبت رائے ملنے کی صورت میں انشاءاللہ آئندہ شمارے میں شائع کی جائے گی''۔ عدالت کی طرف سے عائد کردہ اس پابندی کو بھی تکبیر کی جانب سے چیلنج کیے جانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اسی دوران مدیر روزنامہ امت رفیق افغان نے تکبیر کے ذمہ داران کو تین قانونی نوٹس بھجوادیئے۔ ان میں سے ایک میں تکبیر کے ایڈیٹر اور ایگزیکٹو ایڈیٹر کے علاوہ رکن مجلس مشاورت پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ اور رپورٹر محمد طاہر پر ان کے اور ان کی اہلیہ کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے تکبیر سے انہیں بے دخل کرنے کی خاطر سازش کرنے اور ۲۱ جنوری کے تکبیر میں صلاح الدین قتل کیس میں رفیق افغان کو مشتبہ قرار دینے والی سعدیہ انجم کی تحریریں شائع کرنے کے الزام میں پانچ کروڑ روپے ہرجانے کی ادائیگی کا مطالبہ کیا گیا۔ تکبیر کے ایڈیٹر اور ایگزیکٹو کے نام دو مزید قانونی نوٹسوں میں سے ایک میں کہا گیا کہ تکبیر سے رفیق افغان کے استعفیٰ کے بعد جتنے عرصہ ان کا نام مجلس مشاورت کے رکن کی حیثیت سے چھپتا رہا اس کا انہیں دس لاکھ روپے ہرجانے ادا کیا جائے۔ تیسرے نوٹس میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ مئی ۹۶ء سے جون ۹۷ء تک تکبیر کے لیے گرافک ورک امت کے کمپیوٹر سیکشن میں ہوتا رہا جس کا بل سات لاکھ ۹۸

ہزار روپے بنتا ہے۔ مطالبہ کیا گیا کہ ایک ہفتے کے اندر یہ رقم ادا کی جائے۔ فروری ۹۹ء میں سعدیہ انجم نے اپنی وکیل عصمت مہدی کے ذریعہ ڈسٹرکٹ فیملی کورٹ کی جج شبانہ وحید کی عدالت میں اپنے شوہر رفیق افغان کے خلاف تنسیخ نکاح کا مقدمہ دائر کردیا۔ عدالت نے ۱۸ فروری کو عدالت میں رفیق افغان کی حاضری کے لیے نوٹس جاری کردیا۔ ۱۱ فروری ۹۹ء کے ہفت روزہ تکبیر میں مدیر امت کا دائر کردہ مقدمہ اور تکبیر کا جوابی حلف نامہ قارئین کی دلچسپی کے لیے ترجمہ کرکے شائع کیا گیا۔ عدالت عالیہ سندھ میں مدیر امت رفیق افغان کے دائر کردہ مقدمہ کا متن اور ثروت جمال اصمعی کا حلفی بیان درج کیا جارہا ہے۔

بحوالہ تکبیر ۱۱ فروری ۹۹ء" متن کا عکس

NEXT PAGE

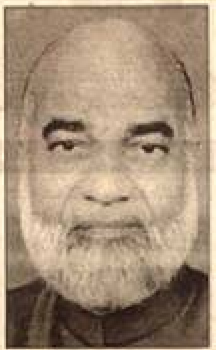

رفیق افغان گھریلو تنازع کی آڑ میں تکبیر کو معاملے میں الجھانا چاہتے ہیں

پانچ کروڑ روپے ہرجانے کا نوٹس غیر متعلق افراد کو دیا گیا ہے

مدیر امت کا دائر کردہ مقدمہ اور تکبیر کا جوابی حلف نامہ

عدالت عالیہ سندھ میں مدیر امت رفیق افغان کے دائر کردہ مقدمے کا متن

ترجمہ: سید عبداللہ قادری

مدعا علیہان نے شوہر اور بیوی کے درمیان اختلافات پیدا کر دیئے جو خوش و خرم رہ رہے تھے

استدعا

تکبیر ۱۱ فروری ۱۹۹۹ء عدالت عالیہ سندھ میں مدیر امت کا دائیر کردہ مقدمہ اور تکبیر کا جوابی حلف نامہ

تکبیر ۱۱ فروری ۱۹۹۹ء عدالت عالیہ سندھ میں مدیر امت کا دائر کردہ مقدمہ اور تکبیر کا جوابی حلف نامہ

مدعا علیہان میں سے کسی کے خلاف بھی کارروائی کا کوئی ایسا سبب بھی پیدا نہیں ہوا کہ اس پر ۵۰ لاکھ روپیہ کا ہرجانے کا دعویٰ کیا جا سکے؟

[illegible]

[illegible]

یکم دسمبر ۹۸ء سے یکم جنوری ۹۹ء تک رفیق کے طرز عمل اور سرگرمیوں نے تمام امیدوں کا گلا گھونٹ دیا اور تمام شکوک کی تصدیق کر دی

مسمات سعدیہ شہید صلاح الدین کی دختر ہیں اور قدرتی طور پر انہیں اپنے والد سے بہت زیادہ محبت ہے اور حقیقی قاتلوں سے انتہائی شدید نفرت ہے

[illegible]

رفیق افغان کو مشتبہ قرار دینے کے لئے چار سال انتظار کیوں کیا؟

سعدیہ انجم کی وضاحت

[illegible]

امت کو تکبیر نے اپنا خون پلا کر توانا کیا اور توانا ہوتے ہی وہ اپنے محسن کے مقابل کھڑا ہوگیا

بنگلہ دیش کے سیاسی حالات میں بہتری

بنگالی شاعر شمس الرحمن قاتلانہ حملے میں بچ گئے

ایوب جوہر

> رفیق سے اختلاف کس کو تھا؟
> کی وجہ سے نہیں بلکہ
> "گھر کے باہر" رونما ہونے والے
> واقعات سے آگاہ ہونے کی
> ایک کوشش پر تھا

Urdu 98

Urdu Internet / Urdu Webpages / Urdu Email

Urdu Databases / Urdu in MS Word / Urdu Presentation

انٹرنیٹ ویب پیجز، ڈیٹا بیس اور دوسری کمپیوٹر دستاویزات اب اردو میں بنائیے

www.pakdata.com/urdu98.htm

MS Access

MS Word

MS Outlook

Macromedia Flash

Pakistan Data Management Services

207 Fortune Center, 45/A Block 6, PECHS, Shahrah-e-Faisal, Karachi, Pakistan

Phone: (021) 455933 Website: www.pakdata.com Email: pdms@pakdata.com

تکبیر ۱۱ فروری ۱۹۹۹ء عدالت عالیہ سندھ میں مدیر امت کا دائر کردہ مقدمہ اور تکبیر کا جوابی حلف نامہ

مذکورہ بالا حلفی بیان میں بھی ثروت جمال اصمعی نے رفیق افغان کے اخلاقی کردار کے حوالے سے تین خواتین کے اصل نام کردار و تعلق کی تفصیلات بتانے سے گریز کیا اور اس اہم باب کو پھر ادھورا رہنے دیا جس کے کھلنے سے ہی سچ جھوٹ و مکر وفریب کا پردہ چاک ہوسکتا تھا۔ سعدیہ انجم نے رفیق افغان کو مشتبہ قرار دینے کے لیے چار سال کا انتظار کیوں کیا؟ کے سوال کے جواب میں ایک بار پھر بقلم خود یہ وضاحت ہفت روزہ تکبیر کے اسی شمارے میں شائع کرائی جو سعدیہ پر گزرنے والے حالات اور گزرے ہوئے وقت وحالات کی صحیح عکاسی تھی اور ۱۵ جنوری ۹۹ء کو روزنامہ امت میں شائع ہونے والی اس رپورٹ کا جواب بھی کہ ”صلاح الدین کا کیس کس نے خراب کیا؟“ بحوالہ تکبیر ۱۱ فروری-1999

روزنامہ امت اور ہفت روزہ تکبیر کے ان اشتہارات کا عکس جس میں یہ دعویٰ ہے کہ ”جو سب چھپاتے ہیں، وہ ہم بتاتے ہیں“

سعدیہ انجم نے بھی اپنی اس تحریر میں جان بوجھ کران حقائق سے گریز کیا جو مدیر امت رفیق افغان کا حقیقی چہرہ قارئین کے سامنے لے آتا۔ سعدیہ نے اپنی وضاحت میں لکھا ''میری اور رفیق کی گفتگو آئی بی نے ٹیپ کی یا کسی اور سرکاری ایجنسی نے البتہ اسے تکبیر کے مذکورہ افراد کو سنوانے کا اہتمام خود رفیق افغان کی ایک قریبی شخصیت نے کیا جو بجائے خود ایک پوری ایجنسی کا فریضہ انجام دینے کی اہل ہے اور جس سے رفیق کے روابط وضرورت، حکمت حالات اور مجبوری کے تحت خوشگوار بحال، معطل منقطع اور کشیدہ ہوتے رہتے ہیں۔'' سعدیہ انجم نے شاہدہ عبدالخالق کا نام لیے بغیر اسے ایجنسی کا خطاب دیا۔ اس حقیقت سے اب تکبیر کا ایڈیٹر ثروت جمال اصمعی سمیت ہر کارکن سمجھ چکا تھا کہ رفیق افغان کو بااثر ایجنسیوں کی آشیرباد حاصل ہے۔ سعدیہ انجم کی آواز ملکی وغیر ملکی ایجنسیوں کی حکمت وضرورت کے پردوں میں دبا دی جائے گی۔ ۳۱ جنوری تا ۶ فروری ۹۹ ء کے ہفت روزہ زندگی میں کراچی کے نمائندہ سید عبید مجتبیٰ کے حوالے سے رفیق افغان کا انٹرویو شائع کیا گیا۔ (واضح رہے کہ سید عبید مجتبیٰ بحیثیت کارکن شعبہ اشتہارات ہفت روزہ تکبیر میں رفیق افغان کے عتاب کا نشانہ بن چکے تھے اور ان کی تصویر بھی پرچے میں شائع کی گئی تھی) رفیق افغان نے اس انٹرویو کے ذریعہ بہت صفائی سے، ڈھٹائی سے سعدیہ انجم سے اپنے اختلافات کو گھریلو تنازعہ کا رنگ دیا لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ ان ایجنسیوں کے کردار سے انکار نہ کرسکے جو بقول ان کے جنرل حمید گل کی صورت میں سعدیہ سے ان کی مصالحت کرانے میں سرگرم تھیں یا بقول ان کے آئی بی اور آئی ایس آئی نے اپنے جھگڑے میں ان کی اہلیہ اور تکبیر کے ذمہ دارن کو اپنے جال میں پھنسالیا تھا۔ رفیق افغان کا

ووٹ کے لئے جھولی پھیلانی پڑتی ہے۔ اگر میں اپنی ذات کی خاطر ایک ووٹ کے لئے ووٹر کے گھر جاکر جھولی پھیلا سکتا ہوں تو میں اس قوم اور اس ملک کی خاطر میاں نواز شریف کے پاس کیوں نہیں جا سکتا؟

س۔ اس سلسلے میں آپ نے کوئی حکمت عملی تیار کی ہے؟

ج۔ یہ سیٹ اپ تو ابھی بنا ہے اور ہم مسلسل مختلف قومی مسائل پر سوچ بچار کر رہے ہیں، تاہم بالواسطہ طور پر مسلم لیگ (ن) کے کچھ حضرات سے بات چیت ہوئی ہے، میرے خیال میں دونوں گروپوں کے درمیان اتحاد کی راہ میں کوئی ٹھوس رکاوٹ نہیں ہے، ممکن ہے چٹھہ صاحب اور میاں صاحب کے مابین ذاتی انا کا کوئی مسئلہ ہو، اب صورتِ حال بدل چکی ہے۔

س۔ چٹھہ صاحب نے شرط لگا رکھی تھی کہ میاں صاحب مسلم لیگ کی سربراہی چھوڑ دیں میں بھی چھوڑ دوں گا، نیا لیڈر چنا جائے تو مسلم لیگیں متحد ہو سکتی ہیں؟ کیا آپ بھی یہ شرط لگائیں گے؟

ج۔ میں مسلم لیگوں کے اتحاد کے لئے کوئی پیشگی شرط نہیں لگاؤں گا، جب ہماری نیت ٹھیک ہے اور ہم قوم و ملک کا بھلا چاہتے

وضاحت

ہفت روزہ تکبیر کے شمارہ نمبر ۴۸ (۲۸ نومبر ۱۹۹۶ء) میں شائع شدہ رپورٹ "صدر مملکت اور نگراں حکومتیں دونوں خطرے میں" کے ایک حصہ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے کہ سیدہ عابدہ حسین اور جاوید جبار میں سے کسی ایک کے خلاف فلوریڈا میں وارنٹ جاری ہوئے ہیں۔ یہ غلط فہمی رپورٹنگ کی غلطی سے پیدا ہوئی ہے۔ درست بات یہ ہے کہ یہ جملہ کہ "ایک وزیر پر الزام ہے کہ فلوریڈا میں ان کے وارنٹ جاری ہوگئے تھے اور وہ مفرور ہیں" وفاقی کابینہ کے ایک تیسرے رکن کے بارے میں ہے۔ اس بات کا جاوید جبار یا کسی ایسے وزیر سے کوئی تعلق نہیں جس کا ذکر متذکرہ رپورٹ میں آیا ہے۔ واضح رہے کہ سابق وزیر اعظم نے بھی اپنے ایک بیان میں الزام لگایا ہے کہ کابینہ کے ایک وزیر مقدمہ کی وجہ سے امریکہ نہیں جا سکتے۔ (ادارہ)

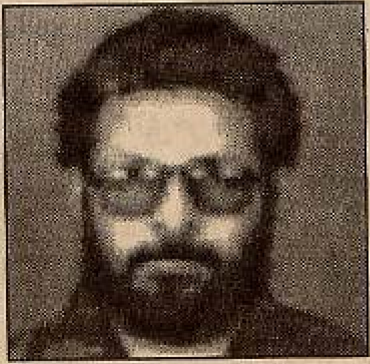

اطلاع عام

عبید مجتبیٰ جو ادارہ تکبیر کے شعبہ اشتہارات سے وابستہ تھے۔ کافی عرصہ قبل ادارے سے فارغ کئے جا چکے ہیں۔ قارئین اور مشتہرین حضرات نوٹ فرمالیں۔

سید عبید مجتبیٰ سے متعلق تکبیر میں شائع ہونے والے اشتہار کا عکس بعد ازاں سید عبید مجتبیٰ نے ہفت روزہ زندگی کے پلیٹ فارم سے رفیق افغان، سعدیہ انجم کے غیر جانبدارانہ انٹرویو کیے۔

یہ دعویٰ رہا کہ وہ امت و تکبیر میں دن رات مصروف رہ کر محمد صلاح الدین کا مشن پورا کر رہے تھے لیکن وقت حالات اور واقعات کا قریب سے مشاہدہ کرنے والے یہ تلخ حقیقت جانتے تھے کہ رفیق افغان ہی محمد صلاح الدین شہید کے مشن کا اصل قاتل اور دشمن ہے ہفت روزہ زندگی نے اپنے اگلے شمارے میں مدیر تکبیر کی صاحبزادی سعدیہ انجم کا موقف معلوم کرنے اور قارئین کے سامنے لانے کے لئے ان کا انٹرویو بھی شائع کیا۔ اس سوال کے جواب میں کہ ''جب شہید صلاح الدین کا قتل ہوا تو اس کے فوراً بعد تین صحافیوں کے نام گواہوں کے طور پر شامل کر دیئے گئے تھے ایک ادریس بختیار دوسرے ضرار خان اور تیسرا اعلاؤ الدین خانزادہ یہ نام کس نے شامل کیے تھے؟'' سعدیہ انجم نے بتایا کہ ''یہ کس نے کیے اس کے بارے میں مجھے نہیں معلوم۔ ہاں یہ معلوم ہے کہ نہ تو وہ گواہ تھے اور نہ ان میں سے کوئی شخص کبھی تکبیر کا ملازم رہا ہے۔ جو باتیں ان کے بارے میں بیان کی گئی تھی وہ ساری غلط تھی۔ سعدیہ انجم کا یہ جواب اپنی جگہ درست تھا لیکن شاید وہ اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ مذکورہ بالا تینوں صحافیوں کی وجہ شہرت ایجنسیوں کے حوالے سے بہت معروف ہے۔ محمد صلاح الدین کے قتل اقدام قتل، تفتیش قتل، ملزمان یا مجرمان کے حوالے سے بھی ایجنسیوں کے کردار کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ سعدیہ انجم نے اپنے اس انٹرویو میں رفیق افغان سے اپنے اختلافات کی وجہ کسی گھریلو تنازعہ کو قرار دینے کے بجائے رفیق افغان کی خفیہ سرگرمیوں کو قرار دیا۔ مگر ایک بار پھر وہ ان سارے خفیہ معاملات کو یکدم طشت ازبام کرنے کے بجائے پہلو بچا گئیں۔ ۷ فروری ۹۹ ءکو سندھ ہائی کورٹ نے ذمہ داران تکبیر کے خلاف رفیق افغان کی درخواست خارج کر دی رفیق افغان کی

تکبیر میں شائع ہونے والی رپورٹس کا عکس جس میں بیگم صلاح الدین کی جانب سے روزنامہ اُمت پر دعویٰ ملکیت اور سعدیہ انجم کی طرف سے تنسیخ نکاح کی خبر کا عکس نمایاں ہے

طرف سے ہفت روزہ تکبیر کے خلاف حکم امتناعی کی درخواست جسٹس زاہد قربان علوی کے سامنے پیش ہوئی۔ رفیق افغان کی طرف سے خواجہ نوید احمد ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔ جبکہ تکبیر کی طرف سے شفیع محمدی نے پیروی کی۔ شفیع محمدی نے عدالت کی توجہ اس طرف دلائی کہ "یہ درخواست پاکستان کی پریس کی تاریخ کی عجیب ترین درخواست ہے۔ جس میں ایک معروف اخبار امت کا ایڈیٹر رفیق افغان جو اپنا یہ حق سمجھتا ہے کہ اپنے اخبار میں دوسروں کو پوری طرح بے نقاب کرے۔ اس عدالت میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوا ہے کہ خود اسے بے نقاب نہ کیا جائے۔ انہوں نے حکم امتناعی کی درخواست میں یا اس کی تائید میں داخل کیے جانے والے حلف نامے میں یہ بھی نہیں لکھا کہ اس کا کیس حقائق پر مبنی مواد پر مشتمل ہے یا اس کا توازن اس کے حق میں ہے یا اس پر عمل نہ ہونے سے اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا جبکہ حکم امتناعی کی درخواست میں ان تین چیزوں کا ہونا لازمی ہے ایسی حالت میں تو یہ درخواست قابل سماعت ہی نہیں لہٰذا یہ کہ اس میں حکم امتناعی دیا جاتا۔ خواجہ نوید نے تکبیر کے شمارے میں ٹائٹل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ مضمون اس کے موکل کے خلاف ہے تو شفیع محمدی نے عدالت کی توجہ اس طرف دلائی کہ یہ مضمون مدعی کی بیگم نے لکھا ہے جسے اس مقدمہ میں پارٹ ہی نہیں بنایا گیا۔ عدالت نے دلائل سننے کے بعد رفیق افغان کی درخواست خارج کر دی اور مدعی کے وکیل سے کہا کہ وہ دعوے کو ٹھیک کر کے دوبارہ داخل کرے۔ تاہم عدالت نے یہ کہا کہ دونوں پارٹیوں سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے خلاف توہین آمیز مواد چھاپنے سے گریز کریں گے۔

جنوری، فروری ۹۹ء میں تکبیر لاہور بیورو میں سبرینہ نام کی لڑکی نے ملازمت چھوڑ دی جس کا تقرر محمد صلاح الدین کے بھانجے محمد اعظم نے بحیثیت مینیجر کے اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے کیا تھا۔ سبرینہ کے بعد یہاں ایک نئی لڑکی شکیلہ رکھی گئی۔ شکیلہ کو ایک صبح لاہور آفس تکبیر میں تکبیر کے نمائندے سید اصغر عباس نے کسی لڑکے کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھا۔ معاملہ ثروت جمال اصمعی تک پہنچا لیکن انہوں نے کوئی قدم اٹھانے کے بجائے اسے بیورو پر چھوڑ دیا۔ نصر اللہ غلزئی نے اس معاملے کو دبانے کی کوشش کی شکیلہ نے سید اصغر عباس سے معافی مانگ لی یوں یہ سلسلہ وہیں رک گیا۔ لیکن ایک گہری سازش تیار کی گئی تھی ثروت جمال اصمعی کے خلاف کے اگر عدالت میں وہ رفیق افغان اور ثریا کے مابین تعلقات کی چشم دید گواہی دیں تو لاہور بیورو کے حوالے سے ان کے کیس کو کمزور کیا جا سکے۔ سعدیہ انجم کی جانب سے دائر کردہ رفیق افغان کے خلاف تنسیخ نکاح کے دعویٰ کی سماعت ۱۸ فروری کو ہوئی بعد میں عدالت نے سعدیہ انجم اور رفیق افغان کی طلبی کا حکم دے کر سماعت ۱۳ مارچ تک ملتوی کردی۔ رفیق افغان نے سعدیہ انجم کے خلع کے دعویٰ کے جواب میں جواب دعویٰ داخل کیا۔ جس میں انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ وہ سعدیہ انجم سے افہام و تفہیم چاہتے ہیں۔ سعدیہ میری اہلیہ ہیں ان سے کوئی تنازعہ نہیں ہم ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ ۱۳ مارچ کی پیشی میں بھی رفیق افغان عدالت میں حاضر نہ ہو سکے تاریخ ۱۶ تک بڑھا دی گئی۔ ۱۶ مارچ کی سماعت میں رفیق افغان اپنے چار افغانی گارڈ اور چند آدمیوں کے ساتھ فیملی کورٹ آئے۔ رفیق افغان کے وکیل خواجہ نوید ایڈووکیٹ کی یہ کوشش کہ معاملہ افہام و تفہیم سے حل ہو جائے۔

سعدیہ انجم پر رفیق افغان سے صلح کے لیے دباؤ بڑھتا جارہا تھا۔ تکبیر کے مالی خسارے کا پروپیگنڈہ اتنے تواتر اور باوثوق ذرائع کرنے لگے تھے کہ سعدیہ انجم کا خوفزدہ ہوجانا لازمی امر تھا۔ مارچ ۹۹ء سے سعدیہ انجم کا نام تکبیر کے ادارتی صفحہ پر ڈائریکٹر کوآرڈی نیشن کے آنے لگا تھا۔ مگر تکبیر میں رفیق افغان کے مفادات کی نگراں لابی نے ثروت جمال اصمعی اور سعدیہ انجم کے درمیان غلط فہمیوں کا جال پھیلانا شروع کردیا تھا۔ تکبیر کے بیرونی شہر نمائندوں کے عدم تعاون رپورٹرز کی اپنی من مانی سرکولیشن کا گرتا ہوا گراف اور تکبیر کی گرتی ہوئی ساکھ کے سبب ہفت روزہ تکبیر کے مالی مسائل بڑھتے جارہے تھے۔ سعدیہ انجم مسائل کے اس گرداب میں پھنسی خود کو بے بس محسوس کررہی تھیں۔ محمد صلاح الدین قتل کیس میں کوئی پیش رفت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ سعدیہ کو ہر سرکاری وغیر سرکاری مقتدر اعلیٰ شخصیات و ایجنسیوں سے عدم تعاون کے ساتھ رفیق افغان سے صلح اور واپسی کا راستہ دکھایا جارہا تھا۔ سعدیہ انجم کا ذہن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ کیا حق و سچائی کے لیے اصولوں پر جان دینے والی شخصیت کا خون اتنا ہلکا ہے کہ ذاتی، گروہی، مالی مفادات مصلحتوں کی خاطر اسے نظرانداز کردیا جائے جو کل تک محمد صلاح الدین کے مشن کا دم بھرتے تھے ان کے پسینے پر اپنا خون بہانے کو تیار تھے آج ان کی بیٹی کو عملی طور پر یوٹرن لینے پر مجبور کررہے تھے۔ سعدیہ انجم سے صلاح اور فوری طور پر اس کی گھر واپسی رفیق افغان کی زندگی کا مقصد بن گئی تھی۔ رفیق افغان اپنے چہرے پر لگی کالک کو صرف اسی صورت میں دھو سکتے تھے جب سعدیہ انجم کو دوبارہ واپس اپنے گھر لے آئیں۔ یہ کام انتہائی کٹھن اور مشکل تھا مگر ناممکن نہیں۔ رفیق افغان کی ذہانت، دولت، روابط، تعلقات اور مقتدر اعلیٰ طبقوں تک

رسائی کے سامنے سعدیہ انجم کی ادھوری سچائی اور بکھرے ہوئے چند بے وسیلہ ساعتوں کی جدوجہد کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ یوں بھی لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی آج اکیسویں صدی میں بھی اتنی ہی پاورفل ہے جتنی کہ چند صدیاں پہلے۔ بیگم محمد صلاح الدین کو بار بار یہ باور کرایا جاتا کہ ثروت جمال اصمعی محمد احمد خان تکبیر کے وسائل کا ناجائز استعمال کر رہے ہیں۔ ثروت جمال اصمعی کے معیار زندگی کو منفی طور پر اجاگر کیا جاتا۔ ایک طرف تکبیر کو مزید مالی خسارے میں مبتلا کرنے کے لیے اس پر مقدمات کا بوجھ ڈالا گیا۔ دوسری جانب ثروت جمال اصمعی محمود احمد خان اور سعدیہ انجم کو دیوان گروپ کے ذریعہ تکبیر کے فروخت کی آفر کی جانے لگی۔ اور یہ خبریں اڑائی گئیں کہ تکبیر دیوان گروپ کے ہاتھوں فروخت کیا جا رہا ہے۔ اس طرح کی افواہوں سے تکبیر کے معاملات مزید الجھنے لگے۔ ثروت جمال اصمعی نے الائسنس (کمپنی) کے دو افراد کو اپنی صوابدیدی اختیار پر اعزازی رپورٹر کے کارڈ جاری کیے محمد افتخار ولد محمد رشید، عامر رضا بیگ ولد حسن رضا بیگ ایک بائنڈر کو بھی کارڈ جاری کیا گیا۔ اس سلسلے کو رفیق افغان لابی نے بہت زور شور سے ثروت جمال اصمعی کے خلاف استعمال کیا۔ رفیق افغان کے لیے کام کرنے والوں میں سعود ساحر، رفعت سعید، سید فیض الرحمٰن، فاروق عادل جس کا یہ کہنا تھا کہ تکبیر صلاح الدین کے خاندان کی ملکیت ہے۔ اور دیگر ایسے کارکنان جنھیں حق وسچائی سے زیادہ اپنی ملازمت اور طاقتور کی اطاعت منظور ہوتی ہے۔

دیوان گروپ کے شعبان فاروقی کی اپنے دست راست ڈاکٹر شہزاد اور ن م جوتشی کے ساتھ ثروت جمال اصمعی سے میل ملاقات کے

سلسلے دراز ہونے لگے۔ تکبیر سے دوستانہ مراسم کے بعد ڈاکٹر شہزاد اپنے اثر میں یہ کہنے لگے کہ تکبیر اور امت میری مٹھی میں ہیں۔ جو میں شائع کرانا چاہوں کرا سکتا ہوں۔ شعبان فاروقی کو بحیثیت رپورٹر پروجیکٹ کیا جانے لگا۔ محمود احمد خان اور ثروت جمال اصمعی شعبان فاروقی کا نام صحافت میں معتبر و معروف کرنے کے لیے ان کی رپورٹ بائی لائن لگانے لگے۔ یہی نہیں بلکہ دیوان گروپ کے ساتھ اپ ڈیٹ میگزین کے لیے سعدیہ انجم، محمود احمد خان اور ثروت جمال اصمعی نے معاہدے پر دستخط کیے جس کی رو سے میگزین میں ۵۰ فیصد شیئر دیوان گروپ کے اور ۵۰ فیصد شیئر تکبیر کے مذکورہ بالا تینوں ذمہ داروں کے، اس معاہدے نے بھی تکبیر کے کارکنان اور بیگم صلاح الدین کی نظروں میں ثروت جمال اصمعی اور محمود احمد خان کو مشتبہ بنا دیا۔ کیونکہ اس کے خلاف رفیق افغان لابی نے بھرپور پروپیگنڈہ مہم چلا کر ثروت جمال اصمعی کو خودغرض اور مطلبی ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ جبکہ بعض ذرائع کا کہنا تھا کہ دیوان گروپ کے تکبیر سے مراسم تعلقات اور معاہدہ ثروت جمال اصمعی کے خلاف ایک زبردست سازش ہے۔ جس میں رفیق افغان سمیت بعض ایجنسیوں نے بھی اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ امت پرنٹنگ پریس کا نام تبدیل کر کے پہلے ہی محمد صلاح الدین پرنٹنگ پریس کر دیا گیا تھا لیکن امت اخبار کا ڈیکلریشن ابھی تک بیگم صلاح الدین کے نام تھا۔ جسے انہوں نے سعدیہ انجم کے نام منتقل کرنے کی ڈی سی کو درخواست دے دی۔ ایک جانب امت اور تکبیر میں مکمل علیحدگی کی باتیں کی جاتی لیکن عملی طور پر بیرون شہر نمائندے بدستور تکبیر کے ساتھ امت کی بھی نمائندگی کرر ہے تھے۔ ثروت جمال اصمعی نجی محفل میں بیٹھ کر یہ شکوہ تو کرتے کہ

ثروت جمال اصمعی کی جانب سے
شعبان فاروقی کو بحیثیت رپورٹر
متعارف کرانے کی کوشش

سعود ساحر انہیں سرکاری تقریبات سے کاٹنے کے لیے ان تک دعوت نامے نہیں پہنچنے دیتے ہیں اور تکبیر کے ساتھ عدم تعاون کا رویہ اپنایا ہوا ہے۔ اسی بات کی شکایت سعدیہ انجم کو بھی سعود ساحر سے ہوئی کہ وہ اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریاں صحیح طرح سے ادا نہیں کر رہے ہیں۔ مگر یہ افراد اپنے معاملات میں اتنے بے بس تھے کہ ایسے افراد کے خلاف کوئی عملی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔ ۵ اپریل ۹۹ء کو (ر) جنرل حمید گل رفیق افغان کے مصالحتی ایلچی بن کر بیگم صلاح الدین کے گھر آئے اور سعدیہ انجم و بیگم صلاح الدین پر بھرپور دباؤ ڈالا کہ سعدیہ رفیق سے صلاح کر کے اپنے گھر چلی جائے۔ لیکن سعدیہ انجم ان سارے اخلاقی بددیانتوں اور الزامات کی وضاحت وصفائی کے بغیر رفیق افغان سے صلح پر آمادہ نہیں تھی۔ مئی ۹۹ء کے پہلے ہفتے میں سعدیہ انجم کو دعوۃ اکیڈمی کے پروگرام میں اسلام آباد طلب کیا گیا۔ سعدیہ انجم اس دورے میں حمید گل کے گھر پنڈی بھی گئیں۔ دراصل اس پروگرام کا مقصد بھی سعدیہ انجم پر رفیق افغان سے صلاح کے لیے دباؤ ڈالنا تھا۔ مئی کے مہینے میں ہی امت اخبار کا نیا لفت روزہ غازی منظر عام پر آ گیا۔ سعدیہ انجم کے مقدمہ خلع کی تاریخیں مزید آگے بڑھتی جا رہی تھیں۔ سعدیہ کی وکیل عصمت مہدی کا بھی سعدیہ پر یہ دباؤ تھا کہ سعدیہ کو رفیق افغان سے صلح کر لینی چاہیے۔ متواتر چاروں طرف سے رفیق افغان کی حمایت میں اہم اور غیر اہم افراد شخصیات کے مشورے رائے سعدیہ کو ذہنی طور پر منتشر کر رہے تھے۔ سعدیہ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اتنے حقائق منظر عام پر آنے کے بعد بھی وہ اپنے لیے ہمدردی میں اضافے کے بجائے رفیق افغان کی حمایت میں اضافہ دیکھ رہی تھی۔ شاید ایک حمام میں سب ننگے ہیں سعدیہ نے سوچا۔ سعدیہ انجم

دائیں سے خالد عظیم اور مسعود ساحر، ڈاکٹر عطاالرحمٰن سے انٹرویو
کرتے ہوئے (تصویر بشکریہ اردو نیوز جدہ)

نے خواب میں دیکھا کہ وہ اور علی حمزہ رفیق کے ساتھ ہیں تب رفیق سعدیہ سے یہ پوچھتے ہیں کہ اصمعی صاحب کب جا رہے ہیں۔ وہ گول مول سا جواب دیتی ہیں۔ سعدیہ انجم کا یہ خواب ان کی کالی ڈائری میں درج ہے۔ سعدیہ انجم ان دنوں بہت شدید ذہنی اذیت سے گزر رہی تھیں وہ پہلے خلع کے مقدمہ میں کامیابی حاصل کر کے محمد صلاح الدین قتل کیس از سر نو شروع کروا کے انصاف کا دروازہ کھٹکھانا چاہتی تھیں مگر انہیں اب سب کچھ ناممکن لگ رہا تھا۔ سعدیہ انجم کو یہ بریف کر دیا گیا تھا کہ رفیق افغان کے خلاف ثروت جمال اصمعی کورٹ جانے کے حق میں نہیں ہیں۔ بقول سعدیہ کے اصمعی صاحب کا کہنا تھا کہ ہمارے پاس ثبوت نا کافی ہیں وسائل محدود ہیں۔ ہم نے رفیق کو گرے کر دیا اگر کورٹ سے وہ نا کافی ثبوت یا اپنے لامحدود وسائل و طاقت کے بل بوتے پر وائٹ ہو گئے تو ہم کہاں کھڑے ہوں گے۔ سعدیہ نے کہا'' لگتا ہے کہ میں تنہا ہو گئی ہوں، میرے پاس واپسی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں مجھے کچھ بجھائی نہیں دیتا''۔ رفیق افغان نے اپنی ذہانت، دولت اور طاقت کے ساتھ با اثر ایجنسیوں کے ساتھ تکبیر میں سعدیہ انجم اور ثروت جمال اصمعی کو ناکام کرنے اور سعدیہ کے یوٹرن لینے کے لیے جو جال بچھایا تھا اس میں یہ افراد پھنستے جا رہے تھے۔ لوہا گرم ہو تو چوٹ لگائی جاتی ہے۔ امت کے غازی مئی ۲۶۔۹۹ء کے پرچے میں تکبیر کے مجلس مشاورت کے بڑے نام محمد صلاح الدین شہید کے دست راست پروفیسر متین الرحمٰن مرتضٰی کے خلاف ایک فحش اسٹوری شائع کی گئی جس میں ان کا انکی ایک طالبہ کے ساتھ ناجائز تعلق کی عکاسی کی گئی۔ جس کے راوی محمود غزنوی اور ان کے برادر بنے۔ اس سے قبل ۲۹ فروری ۹۹ء کو پروفیسر متین الرحمٰن مرتضٰی کو یونیورسٹی

یہ جامعہ کراچی ہے

تدریس کی آڑ میں اخلاق باختگی کا فروغ

طالبات کی عزتوں سے کھیلنے اور جامعہ کی ساکھ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے والوں کو کھلی چھوٹ مل گئی

ابو معاذ

ماہنامہ غازی کا وہ شمارہ جس میں پروفیسر متین الرحمن مرتضیٰ سے متعلق اسٹوری شائع ہوئی

ایڈریس پر ایک خط مل چکا تھا جو اسی طرح کی خرافات سے بھرا ہوا تھا۔اس رپورٹ کا مقصد آنے والے مقدمہ میں تکبیر کے ذمہ داران کو غلط اور کمزور ثابت کرنا تھا تا کہ رفیق افغان کا کیس کمزور پڑے۔۲۸ مئی ۹۹ءکو روزنامہ امت نے تکبیر کے سیل ہونے کی خبر شائع کی تکبیر کے مالی حالت مزید ابتر ہوتے جا رہے تھے۔۵ جون ۹۹ءکو سعدیہ انجم نے دفتر تکبیر میں اپنے ادارے کے وکیل مظاہر صاحب سے دیوان گروپ کی پیشکش پر مشورہ کیا۔ادارے کو فروخت کرنے کا مشورہ دینے والے دراصل رفیق افغان کی دی ہوئی لائن آف آرڈر پر عمل کر رہے تھے۔سعدیہ شدید پریشانی اور ڈپریشن کا شکار تھی۔ان پر رفیق افغان سے صلح کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ثروت جمال اصمعی کی ناکامی اور نااہلی کا پروپیگنڈہ اتنے مضبوط پیمانے پر کیا جا رہا تھا کہ دونوں خواتین بیگم محمد صلاح الدین اور سعدیہ انجم نے بھی اپنے ذہن سے سوچنے آنکھوں سے دیکھنے اور کانوں سے سننے کے بجائے ان افواہوں پر یقین کر لیا تھا۔۷ جون ۹۹ءکو سعدیہ انجم کی حمید گل سے پھر ملاقات ہوئی۔۸ جون کو سعدیہ دفتر آئیں تو بہت زیادہ اپ سیٹ اور ڈپریشن کا شکار۔سعدیہ نے دفتر میں اپنی کولیگ اور دوست ملکہ افروز روہیلہ (راقم الحروف) کو بتایا کہ آج میں امی اور وقار جنرل (ر) حمید گل کی موجودگی میں رفیق افغان سے ملاقات کر رہے ہیں۔تم مجھے یہ بتاؤ ہمیں رفیق سے ملنا چاہئے یا نہیں۔میں رفیق کیساتھ جانا نہیں چاہتی کوئی صلاح نہیں چاہتی مگر میرے سامنے کوئی اور راستہ بھی تو نہیں ہے۔سعدیہ نے اپنے وکیل نانک والا سے بھی مشورہ کیا انہوں نے بھی سعدیہ کو منع کیا۔کہ آپ رفیق افغان سے ملاقات نہ کریں وہ اس ملاقات کو اپنے مفاد میں استعمال کر سکتا ہے۔سعدیہ انجم نے اس ملاقات

کے بارے میں ثروت جمال اصمعی کو آگاہ نہیں کیا۔اور منگل ۸ جون ۹۹ ء کی شب سعدیہ انجم کی رفیق افغان سے یہ ملاقات رفیق افغان کے لیے کامیابی کا پہلا اور بڑا قدم ثابت ہوئی۔ سعدیہ انجم کی ان کے ساتھ گھر واپسی نے ان ساری آوازوں، الزامات، اور ان کے کردار کی طرف اٹھی ہوئی نگاہوں کو اندھا گونگا بہرا بنا دیا۔سعدیہ کے واپسی کے سفر نے سعدیہ کی بہادری، دیانتداری، اصول پسندی، اور سچائی کی تصویر پر خط تنسیخ پھیر دیا۔دوسرے دن بیگم محمد صلاح الدین نے ثروت جمال اصمعی کو بتایا ''یہ فیصلہ کوئی اچھا نہیں ہوا مگر کیا کریں مجبوری تھی۔ سعدیہ کو حمزہ کا منہ دیکھنا پڑا۔سعدیہ کو دفتر یا رفیق میں سے ایک کا انتخاب کرنا تھا اس نے رفیق کے گھر جانا قبول کر لیا۔رفیق کا کہنا تھا کہ فیصلہ ابھی اور آج ہوگا۔تکبیر اصمعی صاحب آپ ہی چلائیں گے۔رفیق کا بھی کہنا ہے کہ ان کا تکبیر سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ہاں اگر مجھ پر کیچڑ اچھالی جائے گی تو میں سیر کے لیے سوا سیر ثابت ہوں گا۔

بیگم محمد صلاح الدین کی یہ یقین دہانی کہ تکبیر ثروت جمال اصمعی ہی چلائیں گے رفیق افغان کا ادارے سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔پانی پر کھینچی گئی لکیر کی طرح تھی۔۱۶ جون کو روزنامہ امت میں سعدیہ انجم کے گھر واپسی کی خبر شائع کروائی گئی۔جب سعدیہ انجم کی رفیق افغان کے گھر واپسی ہوئی۔رفیق افغان کے لیے کام کرنے والی ان کی دوست شاہدہ عبدالخالق ملک میں نہیں تھی۔شاہدہ کی جون کے تیسرے ہفتے میں واپسی ہوئی اور اس نے واپس آتے ہی اپنی ڈیوٹی سنبھالی۔تکبیر کے رپورٹر محمد طاہر اور محمود خان کو فون پر مشورہ دیا کہ وہ استعفیٰ دیدیں۔۱۸ جون ۹۹ ء کو تکبیر اسلام آباد کے نمائندے سعود ساحر نے کراچی آکر ثروت جمال اصمعی سے ملاقات کی اور انہیں

اس بات پر مجبور کیا کہ وہ استعفیٰ دیدیں۔سعدیہ انجم کی واپسی کے بعد رفیق افغان کی لابی نے ثروت جمال اصمعی کے خلاف پروپیگنڈہ مہم تیز کردی۔یکم جولائی کو بیگم محمد صلاح الدین نے سرکولیشن مینیجر محمد شفیق کے ذریعہ رپورٹر محمد طاہر کو فارغ کرنے کا نوٹس جاری کردیا۔جو کہ طاہر نے وصول نہیں کیا۔ثروت جمال اصمعی کو اس بات کا اندازہ تو تھا کہ اب رفیق افغان کا دوسرا قدم تکبیر کی وصولیابی ہوگا مگر وہ اتنی جلدی کاروائی کرگزریں گے یہ ان کے خیال میں نہ تھا۔ثروت جمال اصمعی نے دو گھنٹے طاہر سے نشست کی۔ محمود احمد خان کو فون کرکے گھر سے بلالیا گیا۔پھر یہ افراد مل کر وکیل کے پاس گئے مشورہ کرنے وکیل سے مشورہ کرکے ثروت جمال اصمعی، محمود خان اور متین الرحمٰن مرتضیٰ بیگم محمد صلاح الدین کے گھر گئے۔اور تکبیر میں یہ بات بڑے باوثوق ذریعہ سے کہی جارہی تھی کہ ثروت جمال اصمعی کو فارغ کرنے کا فیصلہ کیا جاچکا ہے نئے ایڈیٹر کا فیصلہ بھی ہوچکا ہے پہلے نثار احمد زبیری کا نام لیا جارہا تھا لیکن انہوں نے انکار کردیا پھر قرعہ معین کمال کے نام نکلا،سعدیہ انجم کی واپسی کے وقت ہی یہ فیصلہ ہوچکا تھا کہ حمید گل اور رفیق افغان کے سامنے کیونکہ رفیق افغان نے یہ کہہ دیا تھا کہ وہ تین افراد اصمعی ،محمود اور طاہر کو برداشت نہیں کرسکتا،ان سب باتوں کے راوی تکبیر کے چیف رپورٹر ناصر محمود تھے۔بیگم محمد صلاح الدین نے طاہر کے خلاف نوٹس واپس لینے سے انکار کردیا۔ثروت جمال اصمعی نے بیگم محمد صلاح الدین کو مشورہ دیا کہ تکبیر کو کمپنی کی مدت میں قانونی شکل دیدی جائے یا ٹرسٹ بنادیا جائے۔۲۰ فیصد شیئرز ثروت جمال اصمعی کے ۲۰ فیصد سعدیہ کے ۲۰ فیصد بیگم صلاح الدین کے اور ۲۰ فیصد شیئرز دفتر کے ملازمین کے رکھے جائیں مگر بیگم محمد صلاح الدین

نے انکار کر دیا۔ وہ تکبیر کو ٹرسٹ بنانے کے بارے میں راضی تھیں اور نہ کمپنی، ثروت جمال اصمعی کا خیال تھا کہ تکبیر پرسنل پراپرٹی نہیں ہے۔ محمد صلاح الدین شہید کی وصیت کی رو سے یہ اللہ کی امانت ہے اور اسے ٹرسٹ کی صورت دی جانی چاہئے۔ لیکن بیگم محمد صلاح الدین کا خیال تھا کہ یہ ادارہ ہمارا ذاتی ہے۔ اس بات کے راوی، ثروت جمال اصمعی ہیں ۵ جولائی ۹۹ء کو سعد یہ انجم نے دفتر میں فون کر کے متعلقہ فرد سے کہا کہ طاہر کر دفتر آنے سے روک دیا جائے۔ دروازے بند کر دیئے جائیں۔ محمود احمد خان کو فون کر کے کہا کہ وہ اس ہفتے پرچے میں طاہر کی تصویر کے ساتھ لگا دیں کہ اسے فارغ کر دیا گیا ہے۔ محمود احمد خان نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ طاہر نے کوئی مالی غبن نہیں کیا ہے یا پیسے لے کر نہیں بھاگا ہے جو یہ خبر لگائی جائے۔ مگر سعد یہ انجم کا مسلسل اصرار تھا کہ نئے پرچے میں طاہر کی سبکدوشی کی خبر ضرور لگائی جائے۔ طاہر نے عدالت سے بیگم محمد صلاح الدین کے نام جوابی نوٹس جاری کروا دیا جسے بیگم محمد صلاح الدین نے وصول نہیں کیا۔ طاہر کی خبر لگانے کے لیے تکبیر کی کاپی روک دی گئی۔ ثروت جمال اصمعی کے علم میں لائے بغیر ڈمی میں طاہر کی خبر لگا دی گئی۔ ساتھ ہی ۸ جولائی ۹۹ء کو روزنامہ امت میں بھی طاہر کو فارغ کرنے کی خبر اور تصویر شائع کی گئی۔ ثروت جمال اصمعی نے تکبیر کو ٹرسٹ بنانے کے لیے اپنی کوشش تیز کر دی۔ وہ ۱۲ جولائی کی صبح بیگم محمد صلاح الدین کے گھر ان سے ملے اور انہیں بتایا کہ وہ اور سعد یہ انجم اس ضمن میں رکاوٹ نہ بنیں ہفت روزہ تکبیر کو رفیق افغان کے ہاتھوں سے محفوظ رکھنے اور اس ادارے کو تباہی سے بچانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ تکبیر کو ٹرسٹ بنا دیا جائے۔ رفیق افغان کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اب اگر لمحوں میں پانسا نہیں پلٹا تو

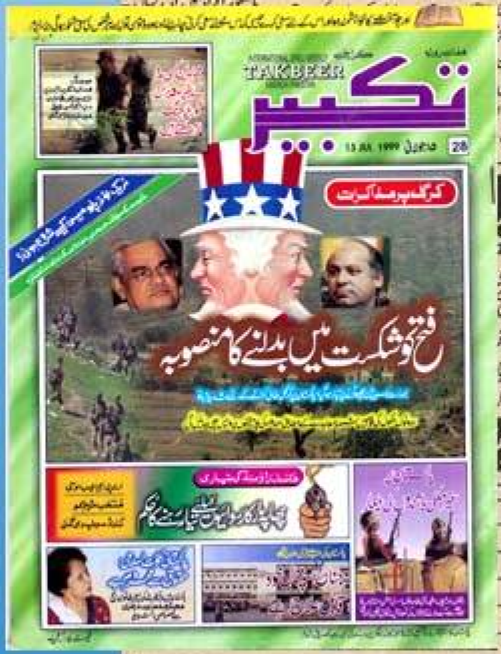

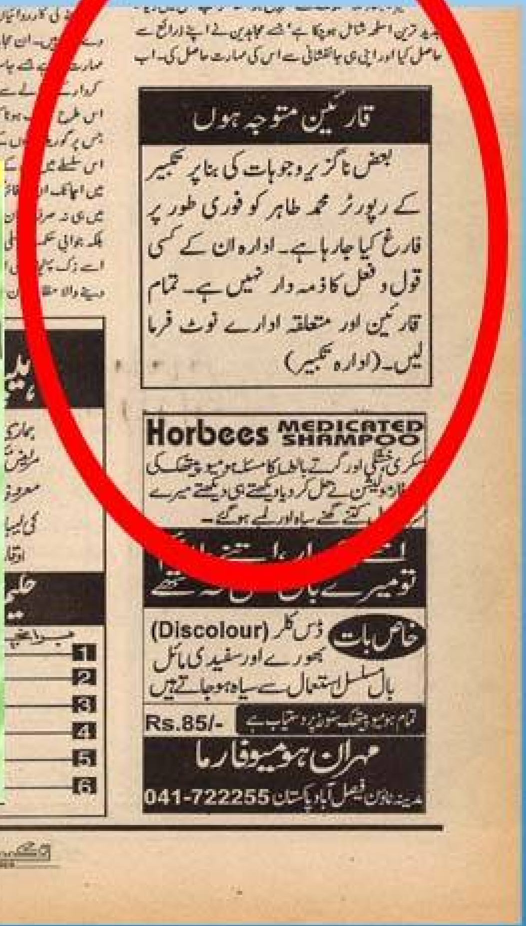

قارئین متوجہ ہوں

بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر تکبیر کے رپورٹر محمد طاہر کو فوری طور پر فارغ کیا جارہا ہے۔ ادارہ ان کے کسی قول و فعل کا ذمہ دار نہیں ہے۔ تمام قارئین اور متعلقہ ادارے نوٹ فرما لیں۔ (ادارہ تکبیر)

Horbees MEDICATED SHAMPOO

خاص بات
ڈس کلر (Discolour)
بھورے اور سفیدی مائل
بال مسلسل استعمال سے سیاہ ہوجاتے ہیں

Rs.85/-

مہران ہومیو فارما
041-722255

ہفت روزہ تکبیر میں محمد طاہر کی سبکدوشی پر خبر کا عکس

عمل معلومات فراہم کرنے کے بعد اتفاق رائے سے ہی اس پر کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔

بقیہ — رعد کیس نگرانی

تفصیلات کے مطابق باخبر ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ اقبال رعد قتل کے بعد حساس اداروں نے تفتیش کا آغاز شروع کیا تو یہ بات سامنے آئی کہ پیراڈائز چیمبر میں واقع مقامی ہفت روزے کے دفتر میں متحدہ کے دہشت گردوں کی آزادانہ آمدورفت تھی۔ حساس اداروں نے پیراڈائز چیمبر میں واقع دفاتر کے ٹیلی فون بھی چیک کیے جس سے یہ انکشاف ہوا ہے کہ اقبال رعد کے قتل والے دن محمد طاہر کے دفتر سے متحدہ قومی موومنٹ کے بعض خطرناک دہشت گردوں کے گھروں پر ٹیلی فون کالیں کی گئی ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ حساس اداروں نے محمد طاہر اور ان کے دیگر اسٹاف ممبران کی نگرانی شروع کر دی ہے۔ ان کے موبائل فون، گھر کے ٹیلی فون اور دفتر کے ٹیلی فون پر بھی آبزرویشن لگا دی گئی ہے ایک ذمہ دار افسر کا کہنا ہے کہ ضرورت پڑنے پر اقبال رعد قتل کیس کے سلسلے میں ہفت روزہ رسالے کے ایڈیٹر اور ان کے دفتر میں موجود بعض مشکوک افراد کو حراست میں لے کر پوچھ گچھ بھی کی جا سکتی ہے

بقیہ — چیف ایگزیکٹو / عام انتخابات

RIDAY MARCH 24 2000 Regd:S.S-944

تم وہ بہترین امت ہو جسے انسانوں (کی اصلاح) کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ (القرآن)

Daily UMMAT Karachi.

روزنامہ امت کراچی

اے بی سی سے باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت

جلد ۴ شمارہ ۲۱۸ | جمعہ ۱۷ ذی الحج ۱۴۲۰ھ ۲۴ مارچ ۲۰۰۰ء | قیمت: ۵ روپے

باقی صفحہ 7 کالم 6 پر

باقی صفحہ 7 کالم 6 پر

رعد کیس میں نگرانی شروع

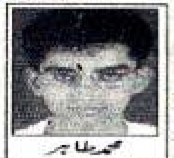

محمد طاہر

پیراڈائز چیمبر میں واقع ایک دفتر سے متحدہ کے دہشت گردوں کو فون کیے گئے تھے

کراچی (نمائندہ خصوصی) اقبال رعد قتل کیس میں حساس اداروں نے پیراڈائز چیمبر میں واقع ایک مقامی ہفت روزے کے ایڈیٹر محمد طاہر کی نگرانی شروع کر دی ہے۔

باقی صفحہ 7 کالم 5 پر

صدام حسین کا تختہ الٹنے کیلئے عراقی

کو آریٹو مافیا نے تحقیقاتی

محمد طاہر کے خلاف امت میں شائع ہونے والی خبروں کا عکس

ATURDAY MARCH 25 2000 Regd.S.S-944
تم وہ بہترین امت ہو جسے انسانوں (کی اصلاح) کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ (القرآن)
Daily UMMAT Karachi.
روزنامہ امت کراچی
اے بی سی سے باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت
جلد ۳ : شمارہ ۲۱۹ | ہفتہ ۱۸ ذی الحج ۱۴۲۰ھ ۲۵ مارچ ۲۰۰۰ء | قیمت : ۵ روپے

سرکاری افسروں کو بلیک میل کرنے کا انکشاف

متحدہ کا عہدیدار اور مقامی صحافی دھمکا کر بھتہ لیتے ہیں، شیخانی سے بھی رقم کیلئے ملاقات کی

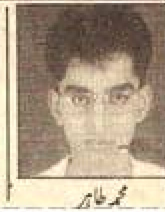
محمد طاہر

کراچی (اسٹاف رپورٹر) حساس اداروں نے انکشاف کیا ہے کہ مقامی ہفت روزہ کے ایڈیٹر محمد طاہر اور محکمہ تعلیم میں متحدہ قومی موومنٹ کے لیبر ڈویژن انچارج محمد اکمل مل کر سرکاری افسروں کو بلیک میل کرتے ہیں اور ان سے بھتہ وصول کرتے ہیں۔ ایک اہم ذریعے نے امت کو

باقی صفحہ 7 کالم 7 پر

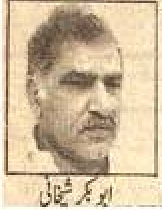
ابو بکر شیخانی

ایسی چیز ہے جو ہر برے وقت میں نا صرف کام آسکتی ہے

بقیہ مقامی صحافی / بھتہ وصولی

بتایا کہ محمد طاہر نے محکمہ تعلیم کے ایک سابق ڈائریکٹر سے 7 ہزار روپے ماہانہ بھتہ باندھ رکھا تھا مذکورہ ڈائریکٹر کی تبدیلی کے بعد نئے ڈائریکٹر آئیں تو انہوں نے بھتہ دینے سے انکار کر دیا جس پر محمد طاہر اور لیبر ڈویژن کے محمد اکمل نے ان کے خلاف مواد شائع کرنے کی دھمکیاں دیں حساس اداروں کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تکبیر سے نکالے جانے کے بعد محمد طاہر نے لینڈ مافیا کے رسوائے زمانہ سرپرست ابو بکر شیخانی سے فوری ملاقات کی اور مالی امداد طلب کی اس وقت اس کے ہمراہ ثروت جمال اصمعی اور محمود احمد خان بھی تھے یہ ملاقات دو گھنٹے سے زائد عرصہ جاری رہی تھی ان تینوں نے شیخانی کے ہمراہ رات کا کھانا بھی کھایا بعد میں ابو بکر شیخانی نے ایک مسلم لیگی رہنما کو بتایا تھا کہ طاہر ان سے مالی امداد بٹورنے آیا تھا، واضح رہے کہ ابو بکر شیخانی اربوں روپے کی سرکاری زمین پر جعلی کاغذات کے ذریعے قبضہ کر کے فروخت کرنے کے ایک درجن سے زائد مقدمات میں نیب کو مطلوب ہیں اور آج کل ملک سے باہر مفرور ہیں، حساس اداروں نے انکشاف کیا ہے کہ محمد طاہر نے کراچی میں ایسے کئی افراد سے رابطہ کیا جن کے کرپشن کے خلاف امت، غازی اور تکبیر میں مسلسل رپورٹیں شائع ہوتی تھیں، طاہر نے ان سے مالی امداد طلب کی اور انہیں یقین دلایا کہ وہ اپنا رسالہ نکال کر ان کی مدد کرے گا، حساس ادارے ایسے تمام افراد کی فہرست تیار کر رہے ہیں جن سے محمد طاہر نے تنہا یا متحدہ کے بعض دہشت گردوں کے ہمراہ ملاقات کی اور انہیں مالی امداد کے لئے دھمکایا، ذریعے نے بتایا کہ اس سلسلے میں بعض ایسے افراد کے ناموں کا بھی انکشاف ہوا ہے جنہیں متحدہ نے اپنے دور میں کروڑوں کے ٹھیکے دیے تھے یا زمینوں کی الاٹمنٹ کی تھی اور وہ متحدہ کو آج بھی بھاری مالی امداد دیتے ہیں، حساس اداروں کے مطابق محمد طاہر ایسے بعض افراد سے ہوٹل پرل کانٹی نینٹل میں ملاقاتیں کرتا ہے حساس ادارے اس بات کی بھی تحقیق کر رہے ہیں کہ اقبال رعد کے قتل والے دن محمد طاہر کے دفتر میں کون کون موجود تھا اور ان سے ملاقات کے لئے کون کون آیا تھا۔

محمد طاہر کے خلاف امت میں شائع ہونے والی خبروں کا عکس

SUNDAY MARCH 26 2000 Regd:S.S-944

تم وہ بہترین امت ہو جسے انسانوں (کی اصلاح) کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ (القرآن)

Daily UMMAT Karachi.

روزنامہ امت کراچی

اے بی سی سے باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت

جلد ۴ : شمارہ ۲۲۰ | اتوار ۱۹ ذی الحج ۱۴۲۰ھ ۲۶ مارچ ۲۰۰۰ء | قیمت : ۵ روپے

باقی صفحہ 2 کالم 6 پر

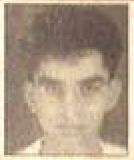
محمد طاہر

ڈائریکٹر ایجوکیشن کو دھمکیاں

طاہر نامی شخص نے ایک جونیئر اہلکار کو ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر لگانے کا مطالبہ کیا۔ رضیہ سلیم کا دباؤ قبول کرنے سے انکار

کراچی (اسٹاف رپورٹر) حساس اداروں نے انکشاف کیا ہے کہ متحدہ کے دہشت گردوں سے سرگرم رابطے رکھنے والے مقامی ہفت روزہ کے ایڈیٹر محمد طاہر نے چند ہفتے قبل ڈائریکٹر سیکنڈری اسکول ایجوکیشن رضیہ سلیم کو دھمکی دی تھی کہ اگر انہوں نے محمد طاہر کے نامزد کردہ

باقی صفحہ 7 کالم 5 پر

بقیہ ڈائریکٹر ایجوکیشن / دھمکیاں

ایک جونیئر سرکاری اہلکار کو ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر نہیں لگایا تو وہ ان کے خلاف خبریں شائع کرے گا حساس اداروں کی تحقیق کے مطابق ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر لگنے کی رشوت کم سے کم دس لاکھ روپے ہے ذرائع نے اس افسر کا پتہ بھی لگایا ہے جس سے طاہر نے سودا کیا تھا تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ محمد طاہر کے ساتھ اس کام میں متحدہ لیبر ڈویژن کے ایک رہنما اور محکمہ تعلیم یونٹ کے انچارج محمد اکمل بھی شریک تھے اور طاہر نے پہلے اکمل ہی کو رضیہ سلیم کے پاس بھیجا تھا۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ رضیہ سلیم نے اس بلیک میلنگ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا تو طاہر نے ذاتی طور پر ان سے مل کر دھمکیاں دیں تاہم ڈائریکٹر ایجوکیشن نے ہر دھمکی مسترد کر دی ذرائع نے بتایا ہے کہ طاہر نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ ڈائریکٹریٹ آف سیکنڈری ایجوکیشن میں متحدہ لیبر ڈویژن کے کارکنوں رئیس غوری، نسیم اور امین اللہ کے خلاف انکوائریاں روک دی جائیں۔ واضح رہے کہ رئیس غوری کے خلاف الزام تھا کہ وہ محکمہ تعلیم سے بیک وقت جونیئر اسکول ٹیچر اور ہائر سیکنڈری اسکول ٹیچر کی دو تنخواہیں برسوں سے وصول کر رہا ہے۔ رضیہ سلیم نے یہ مطالبہ بھی مسترد کر دیا اور انکوائری مکمل کر کے اینٹی کرپشن کو بھیج دی جہاں ڈپٹی ڈائریکٹر اینٹی کرپشن میر شفقت تالپور اس معاملے کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ رضیہ سلیم کے انکار پر طاہر نے اپنے پرچے میں ان کے خلاف خبریں چھاپنی شروع کر دیں رئیس غوری نے طاہر سے اصرار کیا تھا کہ وہ ہر قیمت پر ان کے خلاف ہونے والی انکوائری رکوائے۔ رئیس نے پیشکش کی تھی کہ جس جس شمارے میں رضیہ سلیم کے خلاف مواد شائع ہوگا رئیس اس شمارے کا تمام خرچہ بشمول کاغذ اور چھپائی کے ادا کرے گا۔ تاہم خبروں کی اشاعت کے باوجود انکوائری نہ رک سکی حساس اداروں نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ طاہر کو مالی امداد فراہم کرنے والوں میں متحدہ کا ایک سرگرم کارکن اور الہ دین پارک کا مالک عمران بھی شامل تھا۔ واضح رہے کہ آج بھی اے پی ایم ایس او کے خفیہ اجلاس اکثر الہ دین پارک گلشن اقبال میں ہوتے ہیں جن کے تمام انتظامات عمران کرتا ہے۔

بقیہ گلشن / تحفہ

بنائے گئے تھے اس کے علاوہ انہیں ایک

محمد طاہر کے خلاف امت میں شائع ہونے والی خبروں کا عکس

سب کچھ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ تکبیر میں یہ افواہ اڑادی گئی کہ ثروت جمال اصمعی اور محمود احمد خان سعدیہ انجم اور بیگم محمد صلاح الدین پر مقدمہ کرر ہے ہیں ۔ لہٰذا ۱۳ جولائی ۹۹ء کی صبح رفیق افغان ، سعدیہ انجم اور بیگم محمد صلاح الدین کو اپنے ہمراہ لیے تکبیر تھرڈ فلور نامکو سینٹر کی سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔ تکبیر میں یہ نوٹس آویزاں کر دیا گیا کہ ثروت جمال اصمعی ، محمود احمد خان کو فارغ کر دیا گیا ہے ثروت جمال کی جگہ سعدیہ انجم اور محمود احمد کی جگہ سید فیض الدین نے لے لی ۔ رفیق افغان محمد صلاح الدین کی بیٹی سعدیہ انجم کو پریس ریلیز اور وضاحتیں ڈکٹیٹ کرا رہے تھے۔ قلم سعدیہ انجم کے ہاتھوں میں تھا اور لفظ رفیق افغان کی زبان سے ادا ہو رہے تھے۔

بحوالہ تکبیر تباہی کے کنارے پہنچ گیا تھا۔ ۲۲ جولائی ۹۹ء

روزنامہ امت اور ہفت روزہ تکبیر کے ان اشتہارات کا عکس جس میں یہ دعویٰ ہے کہ "جو سب چھپاتے ہیں وہ ہم بتاتے ہیں"

روزنامہ امت اور ہفت روزہ تکبیر کے ان اشتہارات کا عکس جس میں یہ دعویٰ ہے کہ "جو سب چھپاتے ہیں وہ ہم بتاتے ہیں"

رفیق افغان نے سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کرنے کے لیے سعدیہ انجم کی واپسی سے جس سفر کا آغاز کیا تھا۔ وہ اپنے انت کو پہنچ چکا تھا۔ سعدیہ کے قلم سے رفیق افغان کی زبان سے ادا ہونے والے وہ لفظ نکل رہے تھے جو ایک جانب رفیق افغان کو الزامات سے سوالات سے، رسوائیوں، برائیوں سے، دنیا کی نگاہوں میں بے گناہ ثابت کررہے تھے تو دوسری جانب شاید سعدیہ انجم کو یہ احساس بھی نہ تھا کہ آج ان کے والد محمد صلاح الدین کی نظریاتی صحافت، اصول سچائی اور حق وصداقت کے علم زمین بوس ہورہے تھے۔ رفیق افغان نے ۱۳ جولائی ۹۹ء بروز منگل ہفت روزہ تکبیر کا زمام اقتدار سنبھالتے ہی جہاں سعدیہ انجم کو وضاحت ڈکٹیٹ کرائی۔ وہاں انہوں نے نئے آنے والے پرچے کے لیے محمد صلاح الدین کی شہادت کا بکس جوان کے قتل کے اول روز سے ہفت روزہ تکبیر کے ابتدائی صفحات پر شائع ہورہا تھا۔ بند کرادیا۔ ''اب آئندہ یہ بکس نہیں لگے گا قاتل تو پکڑے جاچکے ہیں پھر اس چوکھٹے کی کیا ضرورت ہے''۔ بیگم محمد صلاح الدین کے چہرے پر ایک رنگ آکر رہ گیا وہ تذبذب کا شکار ہونے لگیں مگر رفیق افغان کے آگے خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ یوں ''محمد صلاح الدین کی شہادت ۱۷۶ دن گزر گئے حکومت اب تک اصل قاتلوں کو گرفتار نہیں کرسکی''۔ شمارہ نمبر ۲۸ ۱۵ جولائی ۹۹ء آخری ثابت ہوا ہفت روزہ تکبیر کے مینیجر پروڈکشن اینڈ مارکٹنگ مرسلیں شمسی جو چند دن پہلے تک ثروت جمال اصمعی کو اپنی وفاداری اور ان کی سچائی کی تعریف میں قلابے ملاتے نظر آتے تھے۔ تکبیر کی نئی انتظامیہ آنے کے بعد بیگم محمد صلاح الدین کے سامنے اس توجیح اور مثال سے نئی انتظامیہ کو مبنی برحق اور ثروت جمال اصمعی کو ناحق ثابت کررہے تھے کہ ''اگر میں پریس کا

امانت دار بنایا گیا ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ پریس میری ملکیت بن گیا ہے میں یہ نہیں کہوں گا کہ مجھے یہاں سے کوئی نہیں ہٹا سکتا بلکہ میں دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پریس کی چابیاں اصل مالکان کے حوالے کردوں گا خود کو راستے سے ہٹا لوں گا۔

دکھ اور افسوس کی بات یہ تھی کہ اختیار و اقتدار کی جنگ میں سب یہ بھول گئے تھے کہ محمد صلاح الدین نے تکبیر کو کبھی بھی ذاتی پراپرٹی یا ملکیت قرار نہیں دیا تھا بلکہ ان کے وصیت نامے میں واضح طور پر یہ درج ہے کہ یہ اللہ کی امانت ہے اور اس امانت کو بھی ٹرسٹ کی شکل دینے کی ان کی ہدایت واضح تھی۔ امانت امانت داروں کے سپرد کی جاتی ہے بے ایمانوں، بدکرداروں کے ہاتھوں میں نہیں سونپی جاتی لیکن یہ بات محمد صلاح الدین کے ورثاء بھول چکے تھے۔ ثروت جمال اصمعی، محمود احمد خان ۱۳ جولائی ۹۹ء کی صبح ۱۱ بجے کورٹ سے دفتر پہنچے تو انہیں تکبیر کے دفتر میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ مسلح بردادر گارڈ، پولیس گارڈ نے تکبیر کے گیٹ بند کر دیے اور ان دونوں حضرات کو باہر ہی سے نوٹس تھما کر لوٹا دیا گیا۔ ثروت جمال اصمعی، محمود احمد خان یہاں سے دیوان گروپ کے اپ ڈیٹ میگزین کے دفتر میں چلے گئے۔ شاید یہ راستہ ان کے لیے اسی وقت کے لیے کھولا گیا تھا۔ ۱۵ جولائی ۹۹ء کو تکبیر کے شعبہ ادارت کی سینئر رکن ملکہ افروز روہیلہ نے استعفیٰ دے دیا۔ بیگم محمد صلاح الدین اور سعد یہ انجم کی خواہش تھی کہ ملکہ یہ فیصلہ نہ کرے لیکن ملکہ کا یہ خیال تھا کہ سعد یہ انجم کے قلم سے پرچے اور اخبارات میں جو کچھ شائع کرایا جا رہا ہے اس کے بعد حق و سچائی کے علمبردار تکبیر کے ملبے پر بیٹھ کر جھوٹ مکر و فریب، بے حیائی و بدکرداروں کی سیاہی کو پاکیزگی کی سپید چادر نہیں اوڑھائی جا سکتی۔ ثروت جمال اصمعی، محمود احمد

قیمت مع فرائیڈے اسپیشل -/10 روپے

Let`s Build A Better Nation

روزنامہ

جسارت

کراچی

MEMBER APNS

web page : http://www.jasarat.com

جلد ۲۷ | شمارہ ۱۹۱ | جمعہ ۲ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ ۱۶ جولائی ۱۹۹۹ء

سعدیہ ہی نے رفیق افغان پر سنگین الزام عائد کئے، اصمعی

برطرفیاں غیر قانونی ہیں "تکبیر" کے معاملات سے کنارہ کش ہوگیا، بیان، ملکہ افروز احتجاجاً مستعفی

کراچی (نیکس رپورٹ / کے پی آئی) ہفت روزہ تکبیر کے سبکدوش مدیر ثروت جمال اصمعی نے کہا ہے کہ اخبارات میں تکبیر کی ادارت سے میری اور بحیثیت ایگزیکٹو ایڈیٹر محمود احمد خان کی سبکدوشی کی خبر اور تکبیر کے تازہ شمارے میں صلاح الدین قتل کیس کے حوالے سے سعدیہ انجم کی طرف سے لگائے گئے

بقیہ صفحہ کالم

...صورت میں اپنی حویلی میں پڑے ہوئے ... نعشیں ناقابل شناخت تھیں۔

بقیہ اصمعی

الزامات پڑھ کر تکبیر کے قارئین نے حیرت کے ساتھ واقعے کا پس منظر جاننے کیلئے مجھ سے رابطہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ جہاں تک صلاح الدین قتل کیس کا معاملہ ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اس کیس کی تفتیش کے حوالے سے شائع ہونے والی کسی رپورٹ میں رفیق افغان کی طرف کہیں کوئی اشارہ نہیں تھا۔ رفیق افغان کے بدلتے رویوں کو دیکھ کر سعدیہ خود اس نتیجے پر پہنچی تھیں انہوں نے خود رفیق افغان کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں شامل کرانے کی ضرورت محسوس کی تھی انہوں نے ہی ہمیں بتایا تھا کہ صلاح الدین خود رفیق افغان کے بارے میں سنگین شبہات رکھتے تھے اس سلسلے میں سعدیہ نے خود اخبارات کو انٹرویو اور بیانات دیئے اور مختلف شخصیات سے ملاقاتیں کرکے انہیں اپنے شبہات سے آگاہ کیا ان کے خدشات ان ہی کی تحریروں کی شکل میں تکبیر میں شائع ہوئے جسے آج وہ ہمارا جرم قرار دے رہی ہیں اب جہاں تک تکبیر سے ہمیں سبکدوش کئے جانے کا معاملہ ہے۔ صلاح الدین کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی وصیت ہے کہ تکبیر میری ذاتی ملکیت نہیں بلکہ اللہ کی امانت ہے جو اس نے اپنے فضل سے اپنے بے شمار بندوں کے تعاون سے مجھے بطور عطیہ عنایت فرمائی ہے۔ میرے بعد یہ "ادارہ مطبوعات تکبیر" کے نام سے ایک ٹرسٹ کی صورت میں تبدیل کردی جائے گی" گذشتہ چند ہفتوں کے دوران یعنی سعدیہ انجم کے رفیق افغان کے گھر واپس جانے کے بعد سے دفتر کی صورت حال تیزی سے خراب ہوتی چلی گئی بحیثیت ایڈیٹر میرے اختیارات میں مداخلت اس درجہ بڑھ گئی کہ میرے لئے دفتر میں کام کرنا روز بروز زیادہ دشوار ہوتا گیا۔ اس صورت حال میں اختیارات کے تحفظ کیلئے میرے پاس عدالت سے رجوع کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ 9 جولائی کو میں نے عدالت میں درخواست دی، جماد ...

روزنامہ جسارت میں ثروت جمال اصمعی اور ملکہ افروز روہیلہ کے استعفیٰ کی خبر کا عکس

خان نے دیوان گروپ کے ساتھ مل کر اپ ڈیٹ کے بجائے فاتح کے نام سے ایک نئے ہفت روزہ کا ڈیکلریشن حاصل کرلیا۔فاتح
کے لیے نئے دفتر کا سیٹ اپ تیار ہونے لگا۔امکان غالب یہی تھا کہ تکبیر سے مستعفی ہونے والے چار پانچ افراد مل کر پھر ایک پلیٹ
فارم پر جمع ہونگے اور نظریاتی صحافت کے سفر کو پھر سے جاری رکھنے کی کوشش کرینگے۔کورٹ میں ثروت جمال اصمعی محمود احمد خان
نے اپنی تکبیر سے غیر قانونی سبکدوشی کو چیلنج کیا ہوا تھا لیکن ۳ ستمبر ۹۹ء کو کورٹ کی طرف سے یہ فیصلہ آنے کے بعد کہ ثروت جمال
اصمعی محمود احمد خان کی تکبیر سے سبکدوشی غیر قانونی ہے تکبیر میں ان کی واپسی کا راستہ پھر بھی نہ کھول سکی۔۲۲ ستمبر ۹۹ء کو ثروت جمال
اصمعی کی ادارت میں ہفت روزہ فاتح کا نیا پرچہ مارکیٹ میں آیا شعبہ ادارت میں مبشر فاروق، ملک افروز روہیلہ کے نام شامل تھے۔
شاہدہ عبدالخالق جس نے سعدیہ انجم کی واپسی کے فوراً بعد ہی محمد طاہر، محمود احمد خان اور دیگر افراد سے ٹیلی فونک رابطے بحال کرلیے
تھے۔اب اس جستجو میں تھی کہ فاتح کے نئے پرچے میں تو ثروت جمال اصمعی رفیق افغان کے کرتوتوں پر کوئی مضمون شائع نہیں
کررہے۔جب نیا پرچہ آنے کے بعد اس بات کا اطمینان ہوگیا کہ ثروت جمال اصمعی نے تکبیر کے معاملات کا باب ہمیشہ کے لیے
بند کردیا ہے تو اس نے اپنی اس خوشی کا اظہار محمد طاہر، محمو احمد خان اور دیگر متعلقہ لوگوں سے کیا۔ثروت جمال اصمعی، کا دیوان گروپ
کے شعبان فاروقی سے ہفت روزہ فاتح کے سلسلے معاہدہ ایک عارضی اور کمزور معاہدہ تھا جو بعض نادیدہ طاقتوں نے ثروت جمال اصمعی
کو ہفت روزہ تکبیر سے بے دخل کرنے اور رفیق افغان کے مقابلے میں تکبیر کے معاملے میں ان کی ساکھ کو خراب کرنے کے لیے کرایا